Scanned by CamScanner

صلی اللہ علی النبی الامی وآلہ صلی اللہ علیہ وسلم

مقالاتِ نعیمی مکمل

• ریاست علی رضوی نعیمی

• زاہد علی سلامی نعیمی

مکتبہ نعیمیہ دہلی

MAKTABA NAIMIA

۴۲۳، مٹیا محل، جامع مسجد دہلی-۶ 011-23251926

Scanned by CamScanner

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	مقالاتِ نعیمی مکمل
تالیف	ریاست علی رضوی نعیمی، زاہد علی سلامی نعیمی
کتابت	کاتب حبیب احمد نعیمی جامعہ نعیمیہ مرادآباد
اشاعت بارِ اوّل	صفر المظفر ۱۴۰۵ھ نومبر ۱۹۸۴ء
اشاعت بار دوم	جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ مطابق جنوری ۱۹۸۶ء
مقالاتِ نعیمی مکمل اشاعت بار اول	ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ مطابق نومبر ۲۰۰۸ء
ناشر	مکتبہ نعیمیہ مٹیا محل دہلی
قیمت	

ملنے کے پتے

مکتبہ نعیمیہ، مٹیا محل ۴۲۳ جامع مسجد دہلی

Scanned by CamScanner

فہرست مقالات

آمول
۲۰

Scanned by CamScanner

ضروری بات !

مقالاتِ نعیمی حصہ اوّل کی ترتیب عزیز گرامی قدر عزیزی مولوی حافظ وقاری محمد ریاست علی نعیمی رامپوری مرحوم اور عزیزی مولوی محمد زاھد علی سلامی نعیمی سنبھلی نے دی تھی۔ وہ بحمدہ تعالیٰ اتنی مقبول ہوئی کہ جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

مکتبہ نعیمیہ نے اس کو بارہا شائع کیا اور اس بات کا ہمیں افسوس ہے کہ کچھ حضرات نے اس کو بغیر اجازت چھاپا۔

اس کی مقبولیت نے اس کے دوسرے حصہ کو بھی شائع کرنے پر مجبور کیا۔ ملک کے دور دراز علاقوں سے اس کے دوسرے حصے کی مانگ شروع ہوگئی۔ ہم معذرت خواہ ہیں کہ دوسرے حصے کی ترتیب و اشاعت میں تاخیر ہوئی۔ اور اب پہلے حصہ کی ترتیب کو کچھ اس طرح کیا گیا ہے کہ اس میں سب سے پہلے تبرکاً حضرت صدر الافاضل فخر الاماثل حضور سید محمد نعیم الدین علیہ الرحمہ کے مضامین کی شمولیت کی گئی ہے۔ جن کے نام نامی کی برکت سے یہ کتاب مقبول ہوئی۔

اللہ رب العزت اس مکمل مقالاتِ نعیمی کو مقبول خاص و عام فرمائے اور اس کی ترتیب و اشاعت سے متعلقہ ہر ایک کی عمر و علم میں برکتیں عطا فرمائے۔ آمین

محمد یامین نعیمی اشرفی مالک مکتبہ نعیمیہ
۴۲۳ مٹیا محل جامع مسجد، دہلی ۱۳

$\frac{11}{8}$

شرفِ انتساب

میں اپنی اس جگر کاوی کو ان تمام حضرات اکابرین ملت، مجتہدین امت، علمائے اہلسنت کے نام جن کے قلم دان کی مقدس روشنائی شہدار کے مبارک لہو کا درجہ رکھتی ہے۔ بالخصوص اپنے جد محترم بقیۃ السلف حجۃ الخلف استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج الشاہ محمد عبد السلام صاحب قادری قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ (خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند) بانی و سرپرست اعلیٰ مدرسہ اہلسنت فیض العلوم، سرائے ترین سنبھل، نائب ناظم اعلیٰ مرکزی مدرسہ اہلسنت اجمل العلوم، سنبھل، جن کے روحانی فیوض و برکات، انوار و تجلیات نے میرے نہاں خانۂ دل کو روشن و تابناک بنا دیا اور اپنے والدین کریمین اور اپنے ان کرم فرما بھائیوں کی جانب منسوب کرتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں جن کے بے شمار احسانات اور لامحدود شفقتوں نے مجھے خانگی ذمہ داریوں کے بارِ گراں سے سبکدوش فرما کر حصولِ علمِ دین کا زریں موقعہ عنایت فرمایا۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

(نیاز مند) سگِ بارگاہِ رضا و نعیم

العبد زاہد علی سلامی رضوی غفرلہ القوی

دار العلوم جامعہ نعیمیہ

بازار دیوان مرادآباد

Scanned by CamScanner

پیش لفظ

آبروئے علم وفن شہنشاہِ خطابت مفکرِ اسلام، حضرت علامہ مولانا محمد ہاشم صاحب نعیمی پروفیسر معقولات ومنقولات جامعہ نعیمیہ مرادآباد

اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موج تند وجولاں بھی
نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہہ وبالا

محترم حضرات! پیش نظر کتاب کے ٹائٹل پیج پر جلی قلم سے لکھے ہوئے نام "مقالاتِ نعیمی" سے پورے طور پر یہ بات آشکارا ہوجاتی ہے کہ یہ کتاب ان علمائے کرام کے فکری اور علمی رشحاتِ قلم کا بیش بہا مجموعہ ہے جو ہند وپاک کی مرکزی دینی درسگاہ دارالعلوم جامعہ نعیمیہ مرادآباد سے منسلک ہیں۔ وہ جامعہ نعیمیہ جو ملتِ اسلامیہ کی آرزوں کا نشیمن ہے۔ بیشمار علماء ومشائخ کی عقیدتوں کا مرکز ہے، باوقار قائدین کی امنگوں کی جولان گاہ ہے۔ یہ وہ سدابہار گلشن ہے جس کو ایشیاء کی ایک عظیم المرتبت شخصیت نے اپنے مقدس ہاتھوں سے لگایا اور سینچا ہے جس کے ہمہ گیر تبحر علمی پر اتفاق کرنے کے لئے عرب وعجم کی وسعتیں سمٹ کر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوگئی ہیں جو اپنی بے پناہ قوتِ ارادی، بے پایاں صلاحیت کارکردگی اور غیر منتہی مستحکم عزائم کے لئے ساری دنیا میں مشہور ومعروف ہے۔ کشورِ علم کا وہ تاجدار جس کے دبدبے وتمکنت کے سامنے بڑی بڑی علم وفن کی انجمنیں بھی دست بستہ کھڑی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ نجدیت ووہابیت کی مطلق العنان سرگرمیاں جس کی صداقت وحقانیت کے سامنے سرنگوں ہوکر رہ گئی ہیں۔ یعنی حضرت صدر الافاضل فخر الاماثل علامہ الحاج حافظ وقاری حکیم محمد نعیم الدین صاحب قبلہ مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان۔

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے ۔ سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

Scanned by CamScanner

آج خاکِ جامعہ کے ایک ایک ذرّے میں خدمتِ دین کی وہی سچی تڑپ موجود نظر آتی ہے جو اسے حضرت صدرالافاضل سے وِرثے میں ملی تھی جس کا ایک دلنشین منظر "مقالاتِ نعیمی" کی شکل میں آپ کے پیشِ نظر ہے۔ مضامین کے عنوانات کا انتخاب وقت کی پکار اور دورِ حاضر کا اہم تقاضہ ہے۔ آج اولیاءِ کرام کے بافیض آستانوں سے امّت کو دور رکھنے کی جو مذموم کوشش کی جارہی ہے اس کے سدِّباب کے لئے ضرورت ہے کہ کسی صاحبِ یقین، داعی الی اللہ، مردِ حق آگاہ، فیوض و برکات کی منبع و مخزن شخصیت کے حالاتِ زندگی کو مشعلِ راہ کے طور پر پیش کیا جائے۔ چنانچہ اس کے لئے عالمِ اسلام کی تمناؤں کا مرکزی نشان تاجدارِ اہلسنّت آقائے نعمت حضور مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی پاکیزہ اور مقدس ذاتِ بابرکات کا انتخاب نہایت موزوں ہے

اسی طرح آج کے مفاد پرستی کے دور میں جبکہ اسلامی ایثار و قربانی کا جذبہ تقریباً مفقود ہوتا جارہا ہے۔ دلوں میں عقیدت و محبت کے چراغوں کی لَو مدھم پڑتی جاتی ہے۔ شہیدانِ عشق و وفا کی عظمتوں کے خلاف دھن دے کر اپنی آواز کو فسق و فجور اور ظلم و جبر کی آواز سے ہم آہنگ کرنے کی ناپاک سازش رچائی جارہی ہے۔ ان تمام فتنوں کے مقابل ملّتِ اسلامیہ کی اصلاح کے لئے اسلام اور قربانی، محبت اور فلسفۂ محبت، شہادتِ عظمیٰ اور ظہورِ قدسی جیسے مفید موضوعات وقت کی اہم ضرورت ہیں۔ اس سلسلے میں عزیز محترم مولانا ریاست علی رضوی و مولانا زاہد علی سلامی سلّمہما نے جو مستحسن اقدام کیا ہے میری دعا ہے کہ مولا تبارک و تعالیٰ ان کی اس سعیٔ جمیل کو شرفِ قبول عطا فرمائے، عزائم میں استقلال اور حوصلوں میں بلندی عنایت کرے آمین بجاہِ سیدالمرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم۔

العبد

محمد ہاشم غفرلہٗ

خادم جامعہ نعیمیہ مرادآباد

Scanned by CamScanner

۱۵ مولانا ریاست علی مرحوم

آبروئے علم و فن شہنشاہِ خطابت مفکرِ اسلام حضرت علامہ محمد ہاشم صاحب

پروفیسر معقولات جامعہ نعیمیہ، مراد آباد

ابھی بِنا بھی نہ ڈالی تھی آشیانے کی
فلک کو فکر ہوئی بجلیاں گرانے کی

گردشِ لیل و نہار کے زیرِ اثر پیدا ہو کر ختم ہو جانے والے حوادث اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اس عالمِ رنگ و بو میں ہر شئی فانی ہے اگر کسی کو بقا ہے تو وہ ایک واجب الوجود کی ذات ہے جس کے دستِ قدرت سے کائنات کی بوقلمیاں وابستہ ہیں۔ کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهُ حضرات صوفیائے کرام کا وہ مقولہ جو لفظی اور معنوی اعتبار سے ایک معمہ بھی ہے۔ "باقی باقی فانی فانی"، اسی حقیقت کا مظہر ہے۔ یوں تو اسی ضابطے کے تحت ہر آنے والا جانے کے لئے ہی آتا ہے لیکن انتہائی روح فرسا ہوتا ہے کشاکشِ حیات کا وہ عالم جب کوئی آنے والا اس طرح آیا ہو کہ اس کی علمی اور عملی زندگی ملتِ اسلامیہ کی تمناؤں کا مرکز اور امتِ مرحومہ کی آرزوؤں کا محور بن چکی ہو اور خود اس نے بھی یقینِ محکم کے ساتھ عملِ پیہم کی راہ میں اس عزمِ کامل کو لے کر قدم رکھ دیا ہو کہ اس کے قدموں کی ایک ایک جنبش سے خدمتِ دین کے نئے ولولوں نے جنم لینا شروع کر دیا ہو اور عین اس وقت جبکہ اس کا کاروانِ حیات عہدِ طفلی سے گزر کر عہدِ شباب کی منزل میں پہنچ چکا ہو، موت کا مہیب سایہ اس کے سر پر منڈلانے لگے اور زندگی کا وہ چمن جس کے پھولوں کی مہک سے ایک عالم کی مشامِ روح و ایمان کو معطر ہونا تھا، مہکنے اور مہکانے سے پہلے ہی اچانک خزاں کی زد میں آجائے اور مذہبی تابندگی کا وہ آفتاب جو باطل کے ایوانوں کو حق و صداقت کی روشنی عطا کرنے والا تھا اپنی

Scanned by CamScanner

کرنوں کو لے کر اچانک روپوش ہو جائے تو حسرت و یاس کے عالم میں بجائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے ۔

پھول تو دو دن بہارِ جانفزا دکھلا گئے !
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بِن کِھلے مرجھا گئے

فاضل جلیل مولانا ریاست علی مرحوم و مغفور فاضل جامعہ نعیمیہ، مرادآباد کی اچانک رحلت سے یہی تاثر پیدا ہوتا ہے ۔ پیش نظر کتاب "مقالاتِ نعیمی" اوّل کی ترتیب و تدوین مولینا مرحوم اور ان کے مخلص دوست عزیزی مولانا زاہد علی سلامی سنبھلی سلمہٗ کی کاوش پیہم کا نتیجہ ہے ۔ ان دونوں حضرات کی مخلصانہ کوششوں کو ربّ العزت نے وہ مقبولیتِ عامہ عطا فرمائی کہ کتاب کا پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا ۔ ملک کے گوشے گوشے سے اس کی مانگ اچانک بڑھتی چلی گئی لیکن افسوس کہ ابھی دوسرا ایڈیشن چھپنے نہ پایا تھا کہ مرحوم صرف ۱۸ گھنٹے کی قلیل مدّت میں معمولی بخار کے سبب مؤرخہ ۲۵ ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۱ ستمبر ۱۹۸۵ء شب پنجشنبہ میں ٹھیک ۸ بجکر ۲۵ منٹ پر ہمارے درمیان سے رخصت ہو کر واصل بحق ہو گئے ۔ بے شمار ارمانوں کا جنازہ تھا، جو موصوف کی میت کے ساتھ شہر خموشاں کی جانب بڑھ رہا تھا ۔ ان گنت امیدیں تھیں جو مرحوم کے ساتھ ساتھ سپرد خاک ہو گئیں ۔ طلبہ کی مشق تقریر کی انجمن رضائے حبیب کی رونق ختم ہو گئی ۔ جامعہ نعیمیہ سے نکلنے والے سہ ماہی رسالہ "النعیم" کا خواب ادھورا رہ گیا خاندانِ مغلیہ کے آخری چشم و چراغ بہادر شاہ ظفر نے کرب و سوز کے نہ جانے کس عالم میں کہا ہو گا ۔

میرا رنگ و روپ بگڑ گیا میرا یار مجھ سے بچھڑ گیا
جو چمن خزاں سے اُجڑ گیا میں اسی کی فصل بہار ہوں

مگر آج عزیز گرامی مولانا زاہد علی سلامی سنبھلی کی ذات پر یہ شعر حرف بحرف صادق آتا ہوا

دکھائی دے رہا ہے۔ موصوف کو اپنے مخلص دوست کی روح فرسا جُدائی اور اشاعتِ سنیّت کی جدوجہد میں اپنی تنہائی کا احساس تو ضرور دامن گیر ہوگا لیکن مجھے یہ جان کر بیکراں مسرت حاصل ہوئی ہے کہ نہ صرف یہ کہ موصوف کی سعیٔ جمیل سے مقالاتِ نعیمی اوّل کا دوسرا ایڈیشن مع جدید اضافے کے ہمارے سامنے ہے بلکہ آپ نے ان تمام منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے کا عزم کرلیا ہے جن کو ان کے رفیق کار نامکمل چھوڑ گئے ہیں۔

میری دعا ہے کہ خداوندِ عالم ان کے حوصلوں کو بلندی عطا فرمائے اور مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں خصوصی جگہ عنایت فرمائے۔ آمین بجاہِ سیّد المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

دُعاگو

محمد ہاشم غفرلہ

خادم جامعہ نعیمیہ

مرادآباد

Scanned by CamScanner

رمضان شریف

کارخانۂ عالم میں کارسازِ قدرت کے عجائبِ صنعت و غرائبِ حکمت کا جن بیدار دلوں نے معائنہ کیا ہے۔ اور مجموعۂ کائنات کے لبریزِ حکمت صفحات کا جن اہلِ بصیرت کو مطالعہ نصیب ہوا ہے وہ جانتے ہیں کہ صانع نادر طراز نے ہر نقشِ ہستی کو کچھ خصوصیتیں عطا فرمائی ہیں۔ امکنہ و مقامات ازمنہ و ساعات بھی اس قانونِ حکمت کے احاطہ سے باہر نہیں ہیں۔ مشاہدات مکانی خواص کی شہادت دیتے ہیں۔ تجربیاتِ زمانی خصائص کے واصف ہیں۔ قطب شمالی سے قرب رکھنے والے بلاد کی برودت خطِ استوار کے نیچے واقع ہونے والے شہروں کی حرارت اقالیم کے مزاجوں کا تفاوت وہاں کے باشندوں کی شکل وصورت، قدو قامت، رنگ و ہیئت، عادت، خصلت، ضعف قوت اغذیہ و اشربہ وغیرہ کے اختلاف، پیداوار کے فرق ناقابلِ انکار حقیقت ہیں۔ وہی انسان ترکستان میں کیسا گورا چٹا، سرخ و سفید بلند قامت قوی ہیکل و خوبرو ہوتا ہے وہی زنگبار میں کالا بھجنگا پستہ قد کمزور زشت خو نظر آتا ہے۔ اسی طرح ازمنہ و اوقات کی خصوصیتیں بھی عجیب و غریب مناظر سامنے لاتی ہیں۔ موسم گرما و سرما میں، ربیع و خریف میں، صبح و شام میں، لیل و نہار میں کس قدر اختلافات ہیں۔ ان اوقات سے ہمارے احوال میں جو تغیر و تبدل ہوتے رہتے ہیں محتاجِ ثبوت نہیں۔ زمین سے جمنے والے ایک درخت کو ایامِ بہار میں جو نشو و نما سبزی و شادابی، نزہت و طراوت حاصل ہے خزاں میں کہاں؟ گاؤں کا ایک کاشتکار بھی دانہ بکھیرنے اور بیج ڈالنے کے وقت کو پہچانتا ہے۔ سمندر کا جزر و مد بھی اوقات کی تاثیر کی گواہی دیتا ہے۔

Scanned by CamScanner

دورِ ترقی

آج کل کا زمانہ جس کو دورِ ترقی کہتے ہیں۔ مادیت کی تاریکی و تراکم ظلمات کا عہد تاریک ہے۔ جس طرح نابینا اجسام کی سختی و نرمی، سردی و گرمی طول و عرض کو ٹٹول اور چھو کر معلوم کر لیتے ہیں مگر نظر فریب رنگ اور دل آویز حسن و خوبی منظر سے بالکل ناآشنا و بے خبر رہتے ہیں اسی طرح عہدِ حاضر کے مدعیانِ ترقی جو مادیت کے تیرہ و تار گرداب میں غرق ہو چکے ہیں۔ روحانیت کے بصیرت خانۂ انوار سے قطعاً ناآشنا اور مطلقاً بے خبر ہیں۔ وہ مادیاتِ محسوسہ کو تو حواس کے ذریعہ سے معلوم کر لیتے ہیں اور شب و روز اسی کی الٹ پھیر میں غلطاں و پیچاں رہتے ہیں لیکن ان کی مردہ بصیرت روحانیت کی روشنی کے ادراک سے محروم ہے۔ اسی وجہ سے بہت سی حقیقتوں کے انکشاف تک ان کو رسائی میسر نہیں ہوتی۔ جب ازمنہ کے خواص و تاثیرات محسوسات میں بھی روز از مشاہدہ کیے جاتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک عاقل اعمال و عبادات اور ان کے فضائل و برکات میں زمانی خصوصیتوں کے تصور سے بھی گھبرا اٹھے اور اس کو حیرت و استعجاب دامن گیر ہو جائے اور یہاں تک نوبت پہنچے کہ خواص ازمنہ جیسے بے شمار مرتبے تجربہ میں آئے ہوئے امور کے انکار کا مرتکب ہو جائے۔ جس عہد میں انسانی قابلیتوں کی یہ حالت ہو اس کو عہدِ ترقی سمجھنا ایسی ہی غلطی ہے جیسی ایک سونے والا خواب میں اپنے آپ کو بیدار سمجھنے میں کرتا ہے ؎

لاف دانش گر زند پیوستہ ناداں دور نیست　　خفتہ دائم خویش را بیداری بیند بخواب

چونکہ عاقل مستقیظ ازمنہ و اوقات کی تاثیرات و خصوصیات کو بدیہی و یقینی طور پر جانتا ہے اس لئے اس کو یہ سن کر کوئی تردد نہیں ہوتا کہ رمضان شریف کے مبارک ایام و لیالی میں خیرات و حسنات طاعات و عبادات کو دوسرے ایام کی بہ نسبت بہت زیادہ شرف و برکت ملتی ہے اور اجر و ثواب فزوں تر ہوتا ہے۔ جس طرح موسمِ بہار میں قدرت کی فیاضی نباتات پر خصوصیت کے ساتھ اظہارِ کرم فرماتی ہے اور خزاں کی تمام راہیں مسدود کر کے چمنستانوں کو ان ایام میں دغدغہ و ویرانی سے مامون کر دیتی ہے۔ اسی طرح رمضانِ مبارک میں اعمالِ صالحہ و افعالِ حسنہ اور اہلِ خیر و صلاح کو

Scanned by CamScanner

مزید قرب و ثواب و رحمت و برکت اور افضل و شرف کے ساتھ سرفراز فرماتی ہے اور غارت گران اعمال و شیاطین مفسدہ پرواز کو مقید کر کے خطرۂ ہلاکت و بربادی سے امن و عافیت بخشتی ہے۔

بخاری و مسلم میں بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ

یعنی جب رمضانِ مبارک آتا ہے جنتوں کے دروازے کھولدیئے جاتے ہیں جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں شیاطین کو مقید کردیا جاتا ہے

اس مضمون کی بہت احادیث وارد ہیں بعض روایات میں فُتِحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، بعض میں أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ اور ترمذی کی ایک حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں:

فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَيُنَادِي مُنَادٍ يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ

پس ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور پکارنے والا پکارتا ہے اے بھلائی چاہنے والے متوجہ ہو اور اے شر چاہنے والے باز آ۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رمضان مبارک میں رحمت و کرم کے دروازے کھولدیئے جاتے ہیں اور طلبگارانِ کرم کے لئے کوئی در بند نہیں ہوتا۔ جستجو پیشگانِ خیر و ثواب کو صلائے عام دی جاتی ہے اور منادیٔ غیب ندائیں کرتا ہے کہ امیدوارانِ ثواب آئیں اور گنہگار گناہ سے باز رہیں۔ جیسے موسمِ ربیع میں سبزہ زاروں کو آب و ہوائے موافق ملتی ہے۔ اور سموم اور بادِ مخالف کے زہریلے اثر اور تباہ کاریوں سے ان کو محفوظ رکھا جاتا ہے ایسے ہی رمضانِ مبارک میں خداشناسوں اور دینداروں کے لئے رحمت و کرم کے دروازے کھولدیئے جاتے ہیں اور ان کو برباد کرنے والے دشمن (شیاطین) کو قید کردیا جاتا ہے۔ جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور جس طرح موسم ربیع میں سبزہ کو بہت زیادہ سرسبزی و شادابی اور روزافزوں نشوونما دی جاتی ہے۔ اسی طرح رمضان مبارک میں مومنین کے طاعات و حسنات اور اجر و ثواب میں بے اندازہ زیادتی کی جاتی ہے۔

Scanned by CamScanner

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهٗ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ يَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ اَجْلِيْ

یعنی بنی آدم کے اعمال براہِ کرم و بندہ نوازی بڑھائے جاتے ہیں۔ ایک نیکی دو چند سے ہفت صد چند دس گنی تک سوائے روزے کے کہ پروردگارِ عالم فرماتا ہے کہ روزہ کا اجر و ثواب بے اندازہ و بے حساب ہے کیونکہ وہ خاص میرے لئے ہے اور میں خود اسکی جزا عطا فرماؤنگا

بندہ میرے لئے اپنی خواہشات و خوراک کو ترک کرتا ہے:

حضور پرنور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ

روزہ دار کے لئے دو فرحتیں ہیں ایک فرحت تو افطار کی کہ وہ بفضلِ الٰہی ادائے فرض سے عہدہ برا ہوا اور نفس اور اس کی خواہشات طاعتِ الٰہی میں مخل نہ ہو سکے۔ دوسری فرحت اپنے پروردگار کی ملاقات کے وقت جب وہ جزا و ثواب سے نوازا جائے گا۔

اس میں ایک اشارہ ہے بشارت سے لبریز اور ایک مژدہ ہے طرب انگیز کہ روزہ دار محبوبِ حقیقی کے دیدار سے بہرہ ور ہوگا۔ فرح و سرور کی جان اس وعدہ پر قربان کہ وہ محبوب فرمائے دوسری فرحت کا مزہ میری ملاقات کے وقت معلوم ہوگا۔ پہلی فرحت تو رضائے رحمٰن ہے۔ دوسری لقاء جمیل منان مالک کو ترتیب منازل طے کرائے جاتے ہیں۔ غیبت سے شہود کی ترقی دی جاتی ہے۔ اول مقام رضا ہے اور دوسرا لقا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا اَنْعَمَ عَلَيْنَا مِنْ سَوَابِغِ نِعَمِهٖ وَسَوَابِغِ كَرَمِهٖ لَهُ الْحَمْدُ وَلَهُ الْمِنَّةُ وَهُوَ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ پھر ملاقات بھی کس شان کی یہ نہیں کہ ع دیدار می نمائی و پرہیز می کنی ،،

ایک جھلک دکھا دی اور تڑپا دیا۔ نیم بسمل بنایا اور تڑپتا چھوڑ دیا۔ یہ بھی نہیں کہ سامنا ہوا اور نظر

احتقار سے دیکھ کر شرمادیا۔ دربار میں بار تو دیا مگر التفات نہ کیا۔ ملاقات اس کرم وبندہ نوازی کے ساتھ کہ طلبگار کی دلجوئی بھی ہے وہ اپنے حال سے شرمانہ جائے ارشاد فرماتے ہیں۔

لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ "روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کو مشک سے زیادہ پیاری ہے"

اس عاشق پروری کے صدقے۔ بندہ نوازی کے قربان رمضان شریف کیسی کیسی نعمتیں کیسی کیسی دولتیں رکھتا ہے کیسے اعلیٰ منازل قرب ووصال کے مژدے دیتا ہے۔

اس ماہ مبارک کی شان سرورِ عالی شان صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے بر سرِ منبر بیان فرمائی اور اس کو ماہِ مبارک ماہِ عظیم ماہِ صبر ماہِ مواساۃ کا لقب دیا۔ اور فرمایا کہ یہ وہ مبارک مہینہ ہے کہ اس میں مومن کا رزق زیادہ کیا جاتا ہے۔ اس مہینہ میں روزہ دار کو افطار کرانا گناہوں کی مغفرت اور دوزخ کے عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے اور اس سے روزہ کا ثواب ملتا ہے۔ اس مبارک مہینہ کے لئے سال بھر جنتیں آراستہ کی جاتی ہیں۔

یہ خیر وبرکت والا رمضان ہمارا مہمان ہے یا میزبان جب ہم اس کی نعمتوں، دولتوں اور اس کے سروسامان عطایا مواہب پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑا مہمان نواز کریم میزبان ہے جو بے مثال کرم ونوال کے ساتھ ہماری مہمانداری فرماتا ہے اور ہم جب اس تک پہنچتے ہیں ہمیں برکات وحسنات سے مالامال کر دیتا ہے۔ اس کی نعمتوں کا سرمایہ اتنا وسیع ہے کہ ہم ان سب کو حاصل کرنے سے بھی قاصر رہ جاتے ہیں اور جس وقت ہم اپنے انتظار کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمارا عزیز وپیارا مہمان ہے جس کے آنے کے دن ہم نے گن گن کر گزارے ہیں اور سال بھر کی تمناؤں کے بعد اس کو پایا ہے۔ اب یہ فیصلہ کس طرح کیا جائے کہ وہ میزبان ہے یا مہمان اور ہم ایام شہور کی منزلیں قطع کر کے اس تک پہنچتے ہیں اور بچپن وجوانی کی راہوں سے گزر گزر کر اس کی ملاقات سے مشرف ہوتے ہیں یا وہ ایک عرصہ معہود کے بعد ہم پر کرم کرنے تشریف لایا ہے۔ عجب حیرت ہے یہ معلوم کرنا دشوار ہے کہ ہم جاتے ہیں یا وہ آتے ہیں۔ اب ہادیٔ عالم رہنمائے اعظم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے دربار سے

دریافت کیجئے تو عقدہ حل ہو کہ کون مہمان ہے کون میزبان؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: اَتَاکُمْ رَمَضَانُ شَھْرٌ مُبَارَکٌ ،، تمہارے پاس ماہِ مبارک رمضان تشریف لایا۔ اِنَّ ھٰذَا الشَّھْرَ قَدْ حَضَرَکُمْ بیشک یہ ماہِ مبارک تم میں رونق افروز ہوا ،،

احادیثِ کریمہ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ مہمانِ مکرم رمضان ہے اور ہم میزبان، اگر برکات و سعادات حاصل کرنے کے لئے ہمیں سال بھر سفر کی محنتیں اٹھانا پڑتیں اور قطع منازل و مراحل کی مشقتوں کے بعد ہم اس کے درِ دولت تک پہنچتے پھر ہمیں وہ نوازتا جب بھی اس کا کرم تھا، مگر اس کرم بغایت کی کیا نہایت کہ ہمیں خود ہمارے مطلب کے لئے بھی تکلیفِ سفر نہ دی اور دینی و دنیوی نعمتوں کے ذخائرِ عظیمہ لیکر اس مہمان میزبان نواز نے کرم فرمایا۔

اب ہمیں ایسے عزیز مہمان کی کس خلوص سے میزبانی کرنی چاہئے اور کتنی بڑی نالائقی ہوگی اگر اس مہمان کی قدر و منزلت خاطر مدارت میں کوئی کمی ہوئی۔ کیسی بدنصیبی ہوگی اگر وہ سراپا کرم مہمان ہماری ناقدری سے ناخوش ناراض واپس ہوا اور ہم اس کی کریمانہ عطا پاشیوں سے سرمایۂ سعادت حاصل نہ کر سکے وہ برکات تقسیم فرماتا رہا اور ہم لہو و لعب میں مصروف رہے اس کی طرف متوجہ ہی نہ ہوئے۔ وہ بلاتا رہا مگر ہم نے اس کی طرف رُخ نہ کیا۔ خدا نہ کرے کہ ایسا ہو ہمیں اس کی مہمان داری کے لئے اتم خلوص کے ساتھ تیار ہونا چاہیئے اور اس کے مبارک وقت کا ایک ایک لمحہ اس کی خدمت میں صرف کر دینا چاہیئے۔

مہمانِ محترم کا استقبال

میزبان کے فرائض مہمانداری میں سب سے پہلا فرض صاحبِ احترام مہمان کا استقبال ہے اور جب شاندار استقبال کیا جائے گا اس سے میزبان کی لیاقت ادب شناسی شائستگی اور حسنِ نیت واخلاص کا اظہار ہوگا۔ محبوب کی آمد مشتاقانِ دید کے دلوں میں پہلے ہی سے تمنائیں پیدا کر دیتی ہے اور جذبات آرزو استقبال کو جیسا شاندار بنا دیتے ہیں دوسرے اسباب سے وہ بات حاصل نہیں ہوتی۔ رمضان مبارک کے جلووں کی تمنا اہلِ ایمان کے دلوں میں تمام سال پیدا رہتی ہے

Scanned by CamScanner

اور جتنا زمانہ قریب آتا جاتا ہے تمنا کے سمندر کی لہریں زبردست ہوتی چلی جاتی ہیں۔ رجب مرجب سے تو انتظار کرنے والے ہر ہلال کی تحقیق کرتے ہیں تاکہ اپنے محبوب رمضان شریف کے نزول کے وقت میں کسی قسم کا اشتباہ پیدا نہ ہو شعبان کا پورا مہینہ انتظار میں گزرتا ہے۔ رمضان شریف کی یاد میں ایک ایک دن گن گن کر کاٹا جاتا ہے۔ انتیسویں تاریخ دیداروں کے ولولوں کی انتہائی ترقی کا دن ہوتا ہے، جماعتیں کی جماعتیں غروب آفتاب سے پہلے ہی وردِ رمضان کی بشارت لانے والے ہلال کی طلب میں شہروں سے نکل کر جنگلوں اور بلند مقاموں میں منتظر کھڑے رہتے ہیں اور جہاں آفتاب غروب ہوا اور ہلال رمضان کی ابروئے دلجو نمودار ہوئی دھوم مچ گئی انگلیاں اٹھ گئیں جسے نظر آتا گیا وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور شکر و دعا میں رطب اللسان ہوا۔ زمانہ اقدس سے آج تک ماہِ رمضان کا اسی شان سے استقبال کیا جاتا ہے۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے:

عن ابن عمر قال تراای الناس الهلال فاخبرت رسول الله صلى الله عليه وسلم انى رايته فصام وامر الناس بصيامه	حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لوگوں نے چاند دیکھا میں نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے حضور نے روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ کا حکم فرمایا۔

انتیسویں شعبان کو چاند کی جستجو واجب ہے اگر نظر آئے تو رمضان شروع ہوگیا اور ابر و غبار ہو تو شعبان کے تیس دن پورے کئے جائیں۔ جنتریوں اور نجومیوں کی خبروں کا کچھ اعتبار نہیں۔ چاند دیکھتے وقت اشارہ کرنا مکروہ ہے اگر آسمان صاف نہ ہو مطلع پر ابر و غبار ہو تو ایک ہی شخص عاقل بالغ مسلم عادل کی گواہی معتبر ہے کیونکہ محبوب کی آمد کا مژدہ لانے والے کو محب نظر اعتبار سے دیکھتا ہے جب تک کہ اس کے ساتھ کذب کے علامات نہ ہوں اس لئے ایک ہی شخص کی خبر بشرطیکہ عادل ہو ہلال رمضان کے لئے معتبر ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ایک شخص کی یہ شہادت بھی معتبر ہے کہ اس کے سامنے فلاں شخص نے رویتِ ہلالِ رمضان کی شہادت دی ہے۔ اس شہادت میں لفظِ شہادت و دعویٰ و حکم حاکم کچھ شرط نہیں۔ سننے والے پر روزہ لازم ہوتا ہے۔ چاند کے دیکھنے والے سے اس کی

Scanned by CamScanner

ہیئت وشان کے متعلق سوالات کرنا بالکل غیر ضروری ہیں۔ جو شخص چاند دیکھے خواہ وہ مرد ہو یا عورت اس پر لازم ہے کہ وہ اسی شب میں شہادت دے۔ گاؤں میں اگر کوئی شخص تنہا چاند دیکھے تو اسے اپنے موضع کی مسجد میں شہادت دینا چاہیئے اور لوگوں کو اس پر اعتبار کرکے روزہ رکھنا چاہیئے بشرطیکہ وہ شخص عادل ہو۔ اگر کسی شخص نے رمضان کا چاند دیکھا اور اس کی شہادت کو قاضی نے قبول نہ کیا۔ تو اس پر خود روزہ لازم ہے اور اگر وہ افطار کرے گا تو اس پر قضا لازم آئے گی پھر اگر عید کے چاند کے وقت بھی ابر رہا اور انتیس کو چاند نہ نظر آیا مگر اس شخص کے روزے تیس پورے ہو چکے جس کی شہادت مقبول نہ کی گئی تھی تو بھی یہ افطار نہ کرے امام کا اتباع اس پر لازم ہے۔ یہ تمام احکام اس صورت میں ہیں جبکہ مطلع صاف نہ ہو ابر و غبار ہو اور اگر یہ کچھ نہیں ہے مطلع صاف ہے تو ایسی حالت میں ثبوتِ ہلال کے لئے ایسی جماعتِ کثیرہ کی شہادت درکار ہے جس کی خبر پر اطمینان ہو۔

عید کا چاند بھی انتیس رمضان کو تلاش کیا جائے اگر کوئی شخص تنہا چاند دیکھ لے وہ افطار نہ کرے اور اگر اس نے افطار کر لیا روزہ نہ رکھا تو قضا لازم آئے گی۔ جس شخص نے عید کا چاند دیکھکر شہادت دی اور اس کی شہادت قبول نہ کی گئی تو اس پر روزہ لازم ہے نہ رکھے گا تو قضا لازم ہوگی اور اگر امام یا قاضی تنہا عید کا چاند دیکھے تو لوگوں کو عیدگاہ جانے کا حکم نہ دے نہ افطار کرے اگر آسمان صاف ہو تو عید کے چاند میں مثل رمضان کے جماعتِ کثیرہ کی شہادت معتبر ہے اور آسمان پر ابر و غبار ہو تو ہلالِ عید کے لئے دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں کی شہادت درکار ہے اور اس شہادت میں مشاہد کا حُر ہونا اور لفظِ شہادت کے ساتھ گواہی دینا ضروری ہے۔ اور جب دو مرد عید کے چاند کی ایسے موضع میں خبر دیں جو شہر نہیں ہے اور اس میں کوئی والی اور قاضی بھی نہیں ہے۔ تو اگر آسمان پر ابر ہو تو لوگوں کو افطار کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ خبر دینے والے عادل یعنی غیر فاسق ہوں اگر رمضان کا روزہ ایک شخص کی شہادت پر رکھا اور تیس دن پورے ہونے کے بعد بھی عید کا چاند ابر ہونے کی وجہ سے نظر نہ آیا تو افطار کریں اور اگر آسمان صاف تھا تو امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت یہی ہے کہ افطار کریں اور غایۃ البیان میں اسی قول کو اصح بتایا ہے۔ اگر انتیس رمضان کو چند آدمی گواہی دیں کہ

اگر انتیس رمضان کو چند آدمی گواہی دیں کہ انھوں نے رمضان کا چاند شہر والوں سے ایک روز پہلے دیکھا تھا تو اگر وہ اسی شہر کے رہنے والے ہیں تو ان کی شہادت قبول کی جائے گی کیونکہ ان پر چاند دیکھتے ہی شہادت دینا واجب تھا اس کے ترک کا ان پر الزام ہے اور اگر وہ کسی دور دراز مقام سے آئے ہیں تو ان کی شہادت جائز ہے اختلاف مطالع معتبر نہیں اگر اہلِ مغرب رمضان کا چاند دیکھیں تو مشرق والوں پر شہادت پاکر روزہ واجب ہوتا ہے اور اگر ایک جماعت نے آکر یہ شہادت دی کہ فلاں شہر کے لوگوں نے تم سے ایک روز قبل رمضان کا چاند دیکھا اور روزے رکھے ان کے حساب سے آج رمضان کی تیس ۳۰ تاریخ ہے اس حالت میں اگر یہاں چاند نہ دیکھا جائے تو دوسرے روز عید کرنا جائز نہیں نہ اس شب کی تراویح ترک کی جائے گی کیونکہ انھوں نے خود چاند دیکھنے کی شہادت نہیں دی اور نہ دوسروں کی شہادت کی شہادت بلکہ دوسروں کی رویت کی حکایت کی ہے البتہ وہ اگر یہ شہادت دیں کہ فلاں شہر کے قاضی کے پاس دو شخصوں نے فلاں شب میں رویتِ ہلال کی شہادت دی اور قاضی نے ان دونوں کی شہادت پر حکم جاری کر دیا تو جائز ہوگا کہ اس شہر کا قاضی ان کی شہادت پر حکم دے۔

یوم شک کا روزہ

اگر ۲۹ شعبان کو ابر رہا اور اس وجہ سے چاند نہ دیکھا گیا شبہ رہا کہ چاند ہوا یا نہیں اس حالت میں بہ ایں نیت روزہ رکھنا کہ اگر کل رمضان ہے تو روزہ رمضان کا ورنہ نفل کا، یہ مکروہ ہے۔ ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ وغیرہ میں بروایت حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے:

مَنْ صَامَ یَوْمَ الَّذِیْ یُشَکُّ فِیْهِ فَقَدْ عَصٰی اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ	یعنی جس شخص نے یوم شک کا روزہ رکھا اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

البتہ جو شخص ہر مہینہ کی آخری تاریخوں میں یا ماہِ شعبان کی آخری تاریخوں میں روزے رکھنے کا عادی ہو وہ بہ نیتِ نفل روزہ رکھے اور ایسے ہی وہ لوگ جو خالص نیت نفل پر قادر ہوں اور ان کے دل میں رمضان کا خطرہ بھی نہ گزرے ان کے لئے بھی اس دن نفل روزہ جائز ہے پھر اگر ثابت ہو جائے گا کہ چاند ہو گیا تھا تو یہ روزہ رمضان ہی کا ہو جائے گا۔ یوم شک کا حکم تب ہے

Scanned by CamScanner

کہ اس روز صبح سے دوپہر تک لوگ کچھ کھائیں پئیں نہیں انتظار کریں کہ کہیں سے چاند کی خبر آجائے۔ تو روزہ کی نیت کرلیں ورنہ بعدِ زوال کھائیں پئیں۔ یہ تو رمضان مبارک کا استقبال ہوا اور چاند نظر آنے کے بعد جب وہ مکرم مہمان تشریف فرما ہو جائے تو اس کا اکرام یہ ہے کہ ہم دن میں روزہ دار رہیں اور رات کو تراویح اور قرآن پاک کے سننے میں مشغولِ عبادت اور اس کے اکثر ایام بالخصوص عشرۂ آخر میں اعتکاف کریں۔

روزہ

روزہ سے مُراد یہ ہے کہ صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک جو اس کا اہل ہو کھانا پینا اور جماع ترک کرے۔ احادیث میں روزہ کی بہت فضیلتیں وارد ہیں۔ حضور نے فرمایا اَلصَّوْمُ نِصْفُ الصَّبْرِ یعنی روزہ نصف صبر ہے کہ صبر کے لئے اگر کوئی اندازہ مقرر کیا جائے تو روزہ اس میں نصف کا مرتبہ رکھے گا اور قرآنِ پاک میں وارد ہوا۔

اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ — کہ صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر مرحمت فرمایا جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ روزہ دار جو صبر کا حظِ وافر رکھتا ہے اور صابرین میں ممتاز مرتبہ اس کو حاصل ہے اس کا اجر و ثواب تقدیر و حساب سے فزوں تر ہے۔ والحمد للہ رب العالمین روزہ داروں کے لئے جنت میں ایک خاص دروازہ مقرر ہے جس کا نام ہے ریان، اس دروازے سے سوائے روزہ داروں کے کوئی دوسرا داخل نہ ہوگا۔ حضور نے فرمایا لِکُلِّ شَیْءٍ بَابٌ وَبَابُ الْعِبَادَۃِ الصَّوْمُ ہر چیز کا ایک دروازہ ہے اور عبادت کا دروازہ روزہ، ایک اور حدیث میں وارد ہے: نَوْمُ الصَّائِمِ عِبَادَۃٌ روزہ دار کی نیند بھی عبادت ہے، ایک حدیث میں آیا کہ اللہ رب العزت تبارک وتعالیٰ اپنے ملائکہ سے فرمائے گا "اے میرے ملائکہ میرے بندے کو دیکھو اس نے میرے لئے اپنے خواہشوں اور لذتوں اور خورد و نوش کو ترک کیا۔ عبادتیں سب اللہ ہی کے لئے ہیں۔ لیکن حضرت حق تبارک و تعالیٰ کا روزہ کو اپنی ذاتِ کریم کی طرف نسبت فرمانا اس کی تشریف و عظمت کے لئے ہے۔ روزہ ایک مخفی اور پوشیدہ عبادت ہے جس کو سرائر کا جاننے والا جانتا ہے اور دوسری

Scanned by CamScanner

طاعات کی طرح روزہ میں کچھ افعال ظاہرہ ایسے نہیں ہیں جو خلق کی نظر کے سامنے ہوں، جیسے نماز کے افعال ہر شخص دیکھتا ہے اور دیکھکر جانتا ہے کہ یہ بندہ طاعتِ الٰہی میں مشغول ہے اسی طرح حج، ایسے ہی زکوٰۃ خواہ وہ چھپا کر ہی دی جائے مگر جس کو دی جائے گی وہ تو واقف ہوگا۔ لیکن روزہ عملِ باطن ہے صبر مجرد ہے اور ایک راز کی عبادت ہے ریا اور دکھاوٹ کا موقعہ اس میں نہیں ہے علاوہ بریں روزہ میں نفس و شیطان کی سرکوبی ہے کیونکہ شیطان کا وسیلہ اور اس کے بہکانے کا آلہ شہوات ہیں اور وہ کھانے پینے سے قوت پاتی ہے اس لئے حدیث شریف میں حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَیَجْرِیْ مِنِ ابْنِ اٰدَمَ مَجْرَی الدَّمِ فَضَیِّقُوْا مَجَارِیَہٗ بِالْجُوْعِ،	شیطان آدمی میں خون کی گذرگاہوں میں نفوذ کرتا ہے، تم اس کے راستوں کو بھوک سے بند کردو۔،

معلوم ہوا کہ بھوک سے جو کسرِ شہوات ہوتا ہے اس سے شیطان کے آلاتِ شیطنت کند اور ناکارہ ہوجاتے ہیں۔ ایک اور حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس پاکیزہ انداز سے اس مضمون کو ادا فرمایا ہے، اروا حنا فداہٗ فرماتے ہیں:

قَالَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَدِیْمِیْ قَرْعَ بَابِ الْجَنَّۃِ قَالَتْ بِمَاذَا قَالَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْجُوْعِ ،	حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا تم ہمیشہ جنت کا دروازہ کھٹکھٹاتی رہو عرض کیا کس چیز سے یارسول اللہ، فرمایا بھوک سے،

سبحان اللہ! یہ بھوک اور پیاس اور ترکِ لذائذ اصلاحِ نفس و قہرِ شیطان کے لئے کیسا عجیب نسخہ اور کیسا بہترین علاج ہے۔ نفس مادیت کے لوازم سے انقطاع کر کے تجرد کی طرف مائل ہوتا ہے اور مستعد ہوتا ہے کہ ربانی انوار اس میں متجلی ہوں اور کدورتِ مادیہ سے فطرتِ انسانیہ کا آئینہ مجلیٰ و مصفیٰ ہو کر جمالِ حق کا تجلی گاہ بنے اس کے علاوہ پیا پے مسلسل غیر منقطع نعمتوں

کی بارش جو رب العزۃ تبارک تعالیٰ کی طرف سے ہوتی رہتی ہے اور ہر آن میں بیشمار نعمتیں بندے کو پہنچتی ہیں اور وہ غفلت میں مخموراً نہ زندگی بسر کرتا ہے اور جب دنیا میں مصروف رہ کر منعم حقیقی اور اس کی نعمتوں کو فراموش کر دیتا ہے اور قدرت نعمت نا معلوم ہو کر ادائے شکر کی فضیلت و برکت سے محروم رہتا ہے اور اوج سعادت تک نہیں پہنچ سکتا۔ روزے میں حوائج اور مرغوبات نفس کو روک کر بندے کو نعمتوں کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے اور ہر ایک طلب کے ساتھ جو اس کے مالوفات کے ساتھ اس کے باطن میں پیدا ہوتی ہے اس کو اپنے رب کی نعمت اور اس کی قدر و منزلت کا پتہ چلتا ہے۔ غفلت و بے خبری کا نشہ اترتا ہے اور وہ ہوش میں آ کر اللہ تبارک و تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرتا ہے اور ادائے شکر کے فرض کو کوشش کر کے اپنے قلب کو اس نعمت دینے والے پروردگار کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

مراتب صوم:

روزے کے تین درجے ہیں (۱) عوام کا روزہ (۲) خواص کا روزہ (۳) اخص الخواص کا روزہ۔ عوام کا روزہ وہی ہے جس کا ذکر ہو چکا اور تفصیل گذر چکی کہ اس میں خواہشات اکل و شرب و جماع کو ترک کر کے نفس کو اس کے مشتہیات سے روکا جاتا ہے اور منزل صبر و رضا طے کرائی جاتی ہے۔ بار بار خواہشات میں امنگیں اٹھتی ہیں لیکن ان کو عبدیت و استسلام (فرمانبرداری) کے چھینٹوں سے ٹھنڈا کر دیا جاتا ہے۔ اکل و شرب وغیرہ کے تمام سامان و ضروریات سامنے موجود ہوتے ہیں اور ان پر دسترس کامل حاصل ہوتا ہے نفس میں ان کی طلب اور خواہش بھی ہوتی ہے لیکن اس کو رضائے حق کے لئے اپنے تمام مالوفات ٹھکرا دینے کا عادی بنایا جاتا ہے۔

خواص کا روزہ اس سے بالاتر ہے ان کا ایک ایک عضو صائم ہوتا ہے۔ کان لغو اور ممنوع بات کے سننے سے اب اس میں فجور کی باتیں ہوں یا جھوٹے قصے یا غیبت یا ممنوع راگ یا لہو و لعب کی باتیں۔ پرہیزگار صائم اپنے کان کو ان کے سننے سے بچاتا ہے اور ذکر الٰہی تلاوت قرآن کلمات خیر وعظ و نصائح مسلمانوں کی بہبودی اور مستحب باتوں کے سننے میں اپنی قوت سامعہ

کو کام میں لاتا ہے اور بے ضرورت مُباح گفتگو سے بھی بچتا ہے، حدیثِ بخاری میں اسی کی طرف اشارہ ہے جہاں فرمایا:

مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ — جس نے لغو و باطل بات اور بیہودہ عمل ترک نہ کیا اللہ تعالیٰ کو اس کا خورد و نوش چھوڑنا درکار نہیں

ایک اور حدیث دارمی سے مروی ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الظَّمَاءُ کتنے روزہ داروں کو اپنے روزہ سے بھوک پیاس حاصل ہوتی ہے۔ یہ ان لوگوں کے حق میں ہے جو کھانا پینا تو ترک کر دیتے ہیں مگر ایک بات میں اپنے نفس کا احتساب نہیں کرتے خواص کا روزہ کامل احتساب کے ساتھ ہوتا ہے۔ آنکھ کو وہ ان چیزوں کے دیکھنے میں مصروف کرنا چاہتے ہیں جن کا دیکھنا ثواب ہو زبان کو وہ اس کلام کے تکلم میں رکھتے ہیں جس کا تکلم عبادت یا مستحب ہو۔ اسی طرح ہاتھ پاؤں اور اپنے تمام اعضاء و جوارح کو گناہ اور بے فائدہ کاموں سے روکتے اور بچاتے ہیں اور ان سب کو طاعت و رضائے الٰہی میں مشغول و مصروف رکھتے ہیں اور اپنا اوقات اس مقصد کی تکمیل کے لئے وہ ایک گوشۂ مسجد میں معتکف ہو جاتے ہیں اور امورِ دنیویہ سے اشتغال ترک کر کے متوجہ بحق ہوتے ہیں۔ روزہ کی حکمت جاننے والے یہ سمجھتے ہیں کہ روزے میں صرف حرام چیزوں ہی سے نہیں روکا ہے۔ حرام تو بے روزہ کو بھی ممنوع ہیں ان میں ملوث و مبتلا ہونا تو ہمیشہ ہی ناجائز ہے، روزہ میں خصوصیت کے ساتھ ان ہی چیزوں سے روکا ہے جو فی نفسہا مباح ہیں۔ کسبِ حلال سے حاصل کیا ہوا حلال طیب کھانا، پاک پانی، منکوحہ بی بی یہ سب چیزیں حلال تھیں انھیں سے روزہ میں روکا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حلال چیزیں بھی جن کا استکثار انسان کے لئے حبِ دنیا اور غفلت عن اللہ کا باعث ہو کم کر دی جائیں اس لئے خواص اپنے روزے میں ایسے مباحات کو ترک کر دیتے ہیں جن پر ثواب نہیں ملتا اور جو بے فائدہ ہوں یا اُن کا فائدہ خالص دنیوی ہو۔ یہ حضرات جنہیں شریعت میں صائمین کہتے ہیں۔ وقتِ افطار قلیل خوراک پر اکتفا فرماتے ہیں اور خوب سیر ہو کر کھانے سے پرہیز کرتے ہیں۔ اسی

طرح انواعِ طعام میں بھی توسع سے بچتے ہیں اور محاذر کہتے ہیں کہ روزہ کا مقصود کسر ہوا و تقویتِ تقویٰ ہے۔ اسی طرح یہ حضرات کثرتِ نوم یعنی زیادہ سونے سے بھی بچتے ہیں یعنی نفس کو بھوک پیاس کا احساس ہو اور وہ قوتوں کے ضعف و انکسار کا شعور کرے اور قلب میں صفائی پیدا ہو ہر روز ضعف قوئے ایک اندازہ سے ترقی کرتا رہے اور وسائل شیطان مضمحل ہو جائیں۔ ربانی انوار قوی ہوں اور شیطان حریم قلب کے پاس نہ پھٹک سکے۔ حضرت احنف بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت کبیر السن شیخ تھے۔ اور کبیر سن میں ضعف لازم ہی ہے آپ سے عرض کیا گیا کہ عمر شریف بہت زیادہ ہے۔ قویٰ کمزور ہو چکے ہیں روزوں سے آپ کو بہت ضعف ہو جائے گا فرمایا میں ایک طویل سفر کی تیاری کر رہا ہوں اور اللہ کی طاعت پر صبر کرنا آسان ہے اس کے عذاب پر صبر کرنے سے۔ یہ حضرات روزے کی قدر و منزلت جانتے ہیں اور ان کی نظر میں روزہ کا ثمرہ اور فائدہ یہ ہے کہ جسمانیت اور اس کے لواحق کو ضعیف کر کے نفس کو ترکِ شہوات کا عادی بنایا جائے تاکہ انسان مرتبۂ انسانیت سے ترقی کر کے ملکیت سے قرب حاصل کر سکے۔ انسان کا مرتبہ بہائم سے برتر ہے یہ کیوں؟ اس لئے کہ وہ اپنے نورِ عقل سے کسرِ شہوت پر قادر ہے۔ اگر وہ شہوات میں مبتلا ہو جائے تو اس کی حالت یہاں تک ردّی ہوتی ہے کہ وہ اسفل السافلین میں گر جاتا ہے اور بہائم سے پستی میں جا ملتا ہے بلکہ ان سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ عوام ملائکہ کا مرتبہ عوام انسان سے برتر ہے جب انسان ترکِ شہوات و لذات کر کے روحانی ترقی کرتا ہے تو افقِ ملائکہ تک پہنچتا ہے اور مقربین میں داخل ہو جاتا ہے اور ان کے اخلاق اس کے نفس میں نمودار ہوتے ہیں ہیں۔ یہ صالحین کے روزہ کا ایک مختصر بیان تھا جس کو اس حدیث کی شرح سمجھنا چاہیئے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی:

اِنَّ الصَّوْمَ اَمَانَۃٌ فَلْیَحْفَظْ اَحَدُکُمْ بِاَمَانَتِہٖ: روزہ امانت ہے چاہیئے کہ ہر شخص اپنی امانت کو محفوظ رکھے یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی: اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا: اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم،

Scanned by CamScanner

امانتیں امانت والے کو ادا کرو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرماتے ہوئے اپنے دستِ مبارک اپنے گوشِ اقدس اور چشمِ مبارک پر رکھ کر فرمایا السمعُ امانۃ والبصرُ امانۃ کان بھی امانت اور آنکھ بھی امانت۔

جو اپنے اعضاء اور جوارح کو خدا کی امانت سمجھے وہ کیسے ان کو اس کی مرضی کے سوا دوسری چیز میں صرف کر سکے۔ اسی لئے حدیث کریم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا: ان امرءٌ قاتلہ اَوْ شاتمہ فلیقل انی صائمٌ انی صائمٌ اگر کوئی روزہ دار سے لڑے یا اس کو گالی دے تو روزہ دار کو چاہیئے اس سے کہدے کہ میں روزہ دار ہوں میں روزہ دار ہوں یعنی میرے اعضاء و جوارح اللہ کی امانت ہیں اور حالتِ روزہ میں میں ان کو اس کی طاعت کے سوا کسی اور کام میں صرف نہ کروں گا تو مجھے جنگ کرنے یا جواب دینے کی توقع نہ رکھنا چاہیئے۔

اخص الخواص کا روزہ: ان حضرات کے روزے میں اعضاء و جوارح کے کامل ترین روزہ کے ساتھ ساتھ قلب کا روزہ ہوتا ہے جو ہمّ دنیہ و افکارِ دنیویہ کے ترک اور اعتراض عن ماسوی اللہ سے عبارت ہے۔ اس مقام میں خود اپنے نفس کی طرف بھی توجہ نہیں ہوتی اور صائم بھیجے ہمہ ہو کر حضرت رب العزت تبارک و تعالیٰ کی جناب میں حاضر ہوتا ہے اور اس کا قلب اسی کے لئے فارغ اس مقام کی تفصیل لفظ و عبارت سے نہیں ہو سکتی اور یہ خاص مرتبۂ انبیاء و صدیقین و مقربین ہے۔

رمضان مبارک کے روزے

رمضان مبارک کے روزے فرض ہیں اور ان کے لئے تین قسم کی شرطیں ہیں۔ شرائطِ وجوب وہ تو اسلام و عقل و بلوغ ہیں تو کافر و مجنون و نابالغ پر فرض نہیں۔

شرطِ وجوبِ ادا اور وہ صحت و اقامت ہیں۔ تو مریض اور مسافر پر فی الحال ادا واجب نہیں۔

شروطِ صحتِ ادا وہ نیت اور حیض و نفاس سے پاک ہونا ہے کہ بغیر ان دونوں شرطوں کے روزے کی ادا صحیح نہ ہوگی۔ نیت سے مراد قلب سے جاننا اور معین دن کے روزہ

رکھنے کا ارادہ کرنا ہے۔ زبان سے نیت کا تلفظ کرنا سنّت ہے۔ رمضان کے ہر ایک دن کے لئے روزہ کی نیت ضروری ہے۔ رمضان میں سحری کھانا بھی روزہ کی نیت ہے۔ نیت کے لئے یہ کلمات کہنے چاہئیں نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ غَدًا لِلّٰہِ تَعَالٰی یعنی میں نیت کرتا ہوں کہ کل روزہ رکھوں گا اللہ تعالیٰ کے لئے۔ نیت کا وقت ہر دن کے لئے غروبِ آفتاب کے بعد سے ہے دوپہر سے قبل تک۔ لیکن جو شخص دن میں روزے کی نیت کرے وہ یہ نیت کرے کہ دن کے اوّل جز یعنی صبح صادق سے روزہ دار ہے۔ بعد طلوعِ آفتاب نیت کرنے کی صورت میں نیت کے وقت سے روزہ دار رہنے کی نیت کی تو روزہ نہ ہوگا۔ ایسے ہی جو نیت کہ قبلِ غروبِ آفتاب ہو وہ بھی جائز نہیں۔ بہتر ہے کہ شب میں نیت کی جائے۔ روزہ کا وقت صبح صادق سے ہے۔ اس لئے پہلے سحری کھانا مستحب ہے۔ سحری کا وقت شب کا پچھلا چھٹا حصّہ ہے۔ افطار میں جلدی افضل ہے مگر نہ اتنی کہ غروب میں شک ہو۔ افطار کے وقت یہ دُعا پڑھنا سُنّت ہے اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ وَصَوْمَ الْغَدِ مِنْ شَھْرِ رَمَضَانَ نَوَیْتُ فَاغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ۔

سحری اس قدر تاخیر جس میں صبح صادق ہو جانے کا شبہ نہ ہو مستحب ہے۔ اگر کسی شخص نے اس گمان پر سحری کھائی کہ ابھی صبح صادق نہیں ہوئی مگر حقیقۃً صبح صادق ہو چکی تھی یا کسی شخص نے اس گمان پر کہ آفتاب غروب ہو چکا ہے افطار کر لیا باوجودیکہ غروب نہ ہوا تھا۔ ان دونوں صورتوں میں اس پر روزہ کی قضا لازم آئے گی۔ اگر غالب ظن یہ ہو کہ صبح صادق کے بعد سحری کھائی گئی روزہ کی قضا لازم ہے اگر آفتاب کے غروب ہونے میں شک ہو تو روزہ افطار نہ کرے تا آنکہ یقین ہو جائے۔ اور اگر باوجود اس کے افطار کر لیا تو روزہ کی قضا لازم ہے۔ پھر اگر یہ بھی ثابت ہو جائے کہ وہ افطار واقع بھی قبل غروب ہوا تو کفارہ بھی لازم ہے۔ اسی طرح اگر اسے غالب یہ ہے کہ آفتاب غروب نہیں ہوا باوجود اس کے افطار کر لیا تو اس پر قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں۔ اگر صبح صادق کا طلوع ہونا کسی ذریعہ سے بھی نہ معلوم ہو سکے تو سحری میں تحرّی یا اندازہ

کر سکتا ہے اگر اس کے اندازہ میں وہ وقت رات ہو تو سحری کھالے۔ جس شہر میں صبح وقت پر سحری کیلئے طبل بجانے کا اہتمام ہو اور طبل بجانے والوں پر اعتماد ہو کہ وہ ٹھیک وقت پر بجاتے ہیں تو سحری کے لئے اس طبل کا اعتبار کرنا جائز ہے۔ اسی طرح وقت بتانے والی جنتریوں کا حکم ہے جو جنتریاں واقف کار ماہروں نے بنائی ہوں اور ان کی صحت کا تجربہ ہو چکا ہو سحر و افطار میں ان کا اعتبار جائز ہے اگر ان کی غلطی ظاہر نہ ہو۔ مرغ کی آواز سحری کے لئے کچھ قابلِ اعتبار و اعتماد نہیں۔

روزہ کے مکروہات

کسی شئی کا بلا عذر چکھنا اور چبانا مکروہ ہے۔ اگر کسی عورت کا شوہر تند خو ہو اس کے خوف سے وہ کھانے کا نمک چکھے اور فوراً کلی کر کے زبان سے اثر دور کر دے تو جائز ہے۔ اگر عورت کا بچہ بھوکا ہو اور اس کے کھانے پینے کی کوئی چیز موجود نہ ہو اور بچہ وغیرہ ایسا کوئی شخص بھی نہ ہو جو روٹی چبا کر اس بچہ کو کھلا سکے ایسی صورت میں عورت کے لئے جائز ہو گا کہ وہ بچہ کے واسطے کھانے کو چبائے اور جلد کلی کر کے منہ صاف کر لے، کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے۔ دیر تک منہ میں پانی بھر ار کھنا کلی میں مبالغہ ہے روزہ میں مسواک کرنا، سرمہ لگانا، تیل لگانا مکروہ نہیں۔ مسافر کو روزے سے بہت زیادہ تکلیف اور مشقت ہو تو روزہ مکروہ ہے ورنہ روزہ رکھنا ہی افضل ہے۔

روزہ کے مفسدات

مفسدات دو طرح کے ہیں۔ بعض وہ ہیں جن سے صرف قضا لازم ہوتی ہے اور بعض وہ ہیں جن سے قضا مع کفارہ لازم آتے ہیں: **پہلی قسم**: بھولکر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر کوئی شخص کسی روزہ دار کو بھولکر کھاتا پیتا دیکھے تو اگر اسے یہ اندازہ ہو کہ یہ شخص روزہ پورا کر سکتا ہے تو اس کو روزہ یاد دلا دینا چاہیئے اور ایسی حالت میں یاد نہ دلانا مکروہ ہے۔ اور اگر وہ روزہ دار اس قدر ضعیف ہو کہ اس کو روزہ پورا کرنا مشکل ہو تو دیکھنے والے کو جائز ہے کہ وہ اس کو یاد نہ دلائے۔ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں اگر پانی جوف میں پہنچ گیا تو اگر روزہ یاد تھا تو روزہ فاسد ہو گیا اور قضا لازم ہے اور اگر روزہ نہ یاد تھا تو فاسد نہ ہوا۔ سونے والا اگر کوئی چیز پی لے تو روزہ فاسد ہو جائیگا۔

Scanned by CamScanner

جو چیز عادۃً دوا و غذا میں مستعمل نہیں مثل پتھر و مٹی کے ، اس کو نگلنے سے کفارہ لازم نہیں ہوتا۔ اگر یا گٹھلی یا روئی یا کاغذ نگلا قضا لازم ہے کفارہ نہیں۔ دانتوں کے درمیان جو کھانا رہ گیا ہے اس کو کھا لیا اگر قلیل تھا تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔ کثیر تھا تو فاسد ہو جائے گا۔ چنے کی مقدار کثیر ہے اس سے کم قلیل۔ کلی کے بعد جو تری باقی رہی اُسے تھوک کے ساتھ نگل گیا روزہ نہیں ٹوٹا دانتوں سے جو خون نکلا اور حلق میں داخل ہو گیا۔ اگر تھوک اس پر غالب تھا تو روزہ فاسد نہ ہوا۔ اگر خون غالب تھا روزہ فاسد ہو گیا۔ دونوں برابر تھے جب بھی فاسد ہو گیا۔ مکھی روزہ دار کے منہ میں گھُس کر حلق سے اُتر گئی روزہ فاسد نہ ہوا۔ اور اگر قصداً ایسا کیا تو روزہ فاسد ہو گیا۔ بدن کے مساموں کی راہ سے جو تیل داخل ہوا اس سے روزہ نہیں ٹوٹا۔ ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے سے جو سردی بدن میں حاصل ہوئی اس سے روزہ نہیں جاتا، آنکھ میں دوا ٹپکائی اگرچہ اس کا مزہ حلق میں پایا جب بھی روزہ نہ گیا۔ تھوک میں سُرمہ کا اثر معلوم ہوا روزہ فاسد نہ ہوا۔ منہ بھر کر قصداً قے کرنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور اگر خود قے آئی تو فاسد نہ ہوا۔ حقنہ کیا یا ناک میں دوا اتری یا کان میں تیل ٹپکایا روزہ ٹوٹ گیا کفارہ نہیں ہے۔ کان میں پانی جانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ کسی مرد نے پیشاب کے سوراخ میں دوا ٹپکائی اگر مثانہ تک نہ پہنچی تو بالاتفاق روزہ فاسد نہ ہوا۔ عورت نے اپنی اندامِ نہانی میں دوا ٹپکائی روزہ فاسد ہو گیا۔

دوسری قسم : وہ جن سے قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں۔ جماع فی السبیلین سے قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔ عورت کا بھی یہی حکم ہے اگر وہ مجبور نہ کی گئی ہو۔ ورنہ کفارہ نہیں ہے۔ قصداً ایسی کوئی چیز کھانا جو دوا یا غذا میں مستعمل ہوتی ہے اس سے کفارہ لازم ہوتا ہے۔ درخت کا پتا کھایا اگر وہ ایسا پتا ہے جو کھایا جاتا ہے مثل پان کے تو قضا و کفارہ دونوں ہیں اور اگر ایسا پتا ہے جو کھایا نہیں جاتا تو صرف قضا ہے۔ اگر کسی آدمی نے بھول کر کچھ کھا پی لیا اس کے بعد اسے یہ گمان ہوا کہ روزہ ٹوٹ گیا تب اس نے قصداً کھایا تو کفارہ لازم نہ آئے گا صرف روزہ کی قضا کرنی ہوگی۔ اگر کسی آدمی کو قے آئی اس نے گمان کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر اس نے کچھ کھا پی لیا تو

اس پر کفارہ نہیں اور اگر یہ جان کر کھایا کہ روزہ نہیں ٹوٹا تو کفارہ لازم آئے گا۔ اسی طرح احتلام کے بعد کھانے کا حکم ہے۔ ماہِ رمضان میں روزہ توڑنے کا کفارہ ایک غلام کا آزاد کرنا ہے یہ نہ ہوسکے تو دو مہینے کے روزے متوالی متصل، یہ بھی نہ ہوسکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔ مسافر جو تین دن رات کے سفر کے لئے نکلا اور مریض جس کو اپنی جان کے تلف یا عضو کے نقصان یا مرض کی زیادتی کا اندیشہ ہو۔ اسی طرح حاملہ اور دودھ پلانیوالی عورت جب روزہ رکھنے سے انھیں اپنی جان یا اولاد کا اندیشہ ہو تو انھیں روزہ افطار کرنا جائز ہے۔ اس کی قضا دوسرے زمانہ میں رکھیں۔ حیض و نفاس والی عورت ایامِ حیض و نفاس میں روزہ نہ رکھے اس کے بدلہ کا دوسرے زمانے میں رکھے۔ بھوک پیاس کی شدت اگر اس درجہ پہنچ جائے کہ اس سے ہلاکت یا نقصانِ عقل کا اندیشہ ہو ایسی حالت میں روزہ افطار کرنا جائز ہے۔ ایسا کبیر السن شخص جو روزہ پر قادر نہیں اور روز بروز اس کی طاقت گھٹتی چلی جاتی ہے اور اس کو بلحاظ سن آئندہ قوت حاصل ہونے کی امید بھی نہیں ہے شیخ فانی کہلاتا ہے اس کو روزہ کا افطار جائز ہے اور ہر دن ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔

رمضان المبارک

عجب بابرکت مہینہ ہے، مسلمانوں کے تمام اوقات روز و شب عبادتِ الہٰی میں گزرتے ہیں۔ دن میں وہ اپنے رب کی یاد میں اپنی خواہشات کی قربانی کرتے ہیں اور بدنی حوائج ولذائذ کھانے پینے مباشرت کرنے سے دست کش ہو جاتے ہیں۔

عاشقانِ الہٰی کے چہروں کی زردی، لبوں کی خشکی کیسی پیاری اور بھلی معلوم ہوتی ہے

شکست رنگ ہا مہتاب باشد

چھوٹے بڑے مرد و عورت سب یادِ الہٰی میں اپنے حوائج بدنیہ کو بھولے ہوئے ہیں۔ اور ہمہ تن بندے ہو کر اسی کی عبادت میں مشغول ہیں۔ طلوعِ صبح صادق سے غروب آفتاب تک بے آب و دانہ، بھوکے پیاسے رہ کر مغرب کے وقت افطار کرتے ہیں اور افطار کرتے ہی

السواد الاعظم ماہِ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

مسجدوں میں نمازِ مغرب کے لئے حاضر ہو جاتے ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر کچھ کھایا پیا کہ عشار کی اذان ہو گئی پھر مسجد چلے آئے۔ عشار کے فرض اور سنتوں سے فارغ ہو کر تراویح شروع کر دی امام نے قرآن پاک شروع کیا ہے، مقتدی دن بھر روزہ رکھکر اپنے رب کا کلام ہاتھ باندھ کر سن رہے ہیں اور محو یاد ہو رہے ہیں۔ دن میں صیام ہے اور رات کو قیام، عجب برکت والا دن ہے اور عجب نورانی رات، اسی وجہ سے حضور سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ارشاد فرمایا:

حدیث ۱ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمٰوٰتِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَہَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَۃِ (بخاری و مسلم)

جب رمضان داخل ہوتا ہے آسمانوں کے دروازے کھولدیے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہیکہ جنت کے دروازے کھولدیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے اور شیاطین گرفتار کیے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھولدیے جاتے ہیں۔

محدثین فرماتے ہیں کہ آسمانوں کے دروازے کھولنا رحمت نازل کرنے سے کنایہ ہے اور جنت کے دروازے کھولنا نیکیوں کی توفیق عطا فرمانے سے، کیونکہ وہ دخولِ جنت کا سبب ہے اور جہنم کے دروازے کا بند کرنا روزہ داروں کو معاصی سے امن دینے سے کنایہ ہے لیکن امام نووی نے فتح و غلق میں دونوں وجہیں جائز رکھی ہیں۔ مجازی معنیٰ بھی اور حقیقی معنیٰ بھی۔

حدیث ۲ عَنْ سَہْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْجَنَّۃِ ثَمَانِیَۃُ اَبْوَابٍ مِنْہَا بَابٌ یُسَمَّی الرَّیَّانُ لَا یَدْخُلُہٗ اِلَّا الصَّائِمُوْنَ،

بخاری و مسلم میں سہل بن سعد سے مروی ہیکہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں آٹھ دروازے ہیں ان میں سے ایک نام باب الریان، ہے روزہ داروں کے سوا کوئی اس میں داخل نہیں ہوگا۔ (متفق علیہ)

Scanned by CamScanner

محدثین نے اس باب کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ اس کی طرف کثرت سے نہریں جاری ہیں اور اس کے قریب پھل پھول ، شگوفے ، چمن نگاہوں کو تازگی اور دلوں کو سرور بخشنے والے بکثرت ہیں اس لئے اس کو ریّان کہتے ہیں ۔ یا یہ وجہ ہے کہ جو وہاں تک پہنچے گا اس سے روز قیامت کی تشنگی زائل ہو جائے گی اور اس کو طراوت و نظافت دائمی دار المقامہ میں حاصل ہوگی ۔ زرکشی نے کہا کہ "ریّان" فعلان کے وزن پر ہے اس کے معنیٰ ہیں کثیر الری ، یعنی بہت زیادہ سیرابی والا ۔ چونکہ روزہ داروں کی بھوک پیاس پر کثرتِ سیرابی کے ساتھ جزا دی جائے گی ۔ اس لئے یہ نام رکھا گیا ۔

حدیث۱۲ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (متفق علیہ)

بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے ایمان و طلب ثواب کے لئے اس کے تمام پچھلے گناہ (صغائر) بخشے گئے اور جس شخص نے ماہِ رمضان میں ایمان و طلب ثواب کے لئے قیام کیا (یعنی شب کے وقت عبادتوں میں مصروف رہا) اس کے تمام پچھلے گناہ بخشے گئے اور جس نے ایمان و طلب ثواب کے لئے شب قدر کو قیام کیا اس کے تمام پچھلے گناہ بخشے گئے ۔

حدیث۱۳ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ یُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰی سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ یَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ اَجْلِیْ

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا ہر عمل مضاعف کیا جاتا ہے نیکی دس گنے سے سات سو گنے تک اللہ تعالیٰ نے فرمایا لیکن روزہ بیشک وہ میرے

لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ، فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَ فَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ وَلَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ وَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّيْ امْرُءٌ صَائِمٌ

(متفق علیہ)

ہی لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دونگا ، بندہ اپنی خواہش و کھانا میرے لئے چھوڑتا ہے ، (یعنی میری رضا جوئی اور طاعت و فرمان کے لئے) دو فرحتیں ہیں ، ایک فرحت تو افطار کے وقت (کہ وہ فرض سے عہدہ برآ ہوا) ، اور ایک فرحت اپنے رب سے ملاقات کے وقت (جب وہ اسے خود جزا مرحمت فرمائے گا) ، اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک خوشبوئے مشک سے زیادہ پیاری اور پاکیزہ ہے ۔ اور روزہ سپر ہے (کہ دنیا میں معاصی اور عقبیٰ میں دوزخ سے بچاتا ہے) ، جب تم میں سے کسی کے روزہ کا دن ہو ، بے ہودہ بات نہ بکے ، شور نہ کرے اور اگر کوئی اسے گالی دے یا اس سے لڑے تو کہدے میں روزہ دار آدمی ہوں ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ کا ثواب کسی کے انداز و شمار میں نہیں آسکتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خود اس کی جزا مرحمت فرمائے گا ۔ اور ملائکہ قدس کے سپرد نہ کریگا ۔

حدیث : عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ اَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِيْنُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِّحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ ، وَيُنَادِيْ مُنَادٍ يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ اَقْبِلْ وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ ۔

ترمذی و ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کی پہلی شب ہوتی ہے شیاطین اور سرکش جنات قید کئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کئے جاتے ہیں ، پھر ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور پکارنے والا پکارتا ہے اے نیکی کے طلبگار متوجہ ہو اور اے بدی کے طالب کمی کر اور باز رہ اور اللہ کے لئے آزاد کئے

Scanned by CamScanner

ہوئے ہیں آگ سے اور یہ ظاہر شب ہوتی ہے۔

شیاطین کے گرفتار ہونے سے بدیوں کی کمی مراد ہے یعنی رمضان کی برکت سے ایماندار اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت میں مشغول رہتے ہیں، اور بدیاں اور گناہ کے کام چھوڑ دیتے ہیں۔ شیطانوں کے لئے یہ قید ہے کہ انھیں ان کے کام سے روکی جاتی ہے۔

حدیث عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَتَاکُمْ رَمَضَانُ مُبَارَكٌ فَرَضَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْکُمْ صِیَامَهٗ فُتِحَ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَتُغْلَقُ فِیْهِ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَتُغَلُّ فِیْهِ مَرَدَةُ الشَّیَاطِیْنِ لِلّٰهِ فِیْهِ لَیْلَةٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَ خَیْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ

(رواہ احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو ماہ مبارک رمضان آیا، اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض فرمائے اس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں، دوزخ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں سرکش شیطانوں کی گردنوں میں طوق ڈالے جاتے ہیں اس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو اس کی خیر سے محروم رہا بیشک وہ محروم رہا۔

روزہ کی فرضیت شعبان ۲ھ ہجری میں ہوئی (لمعات)

حدیث: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصِّیَامُ وَالْقُرْاٰنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ یَقُوْلُ الصِّیَامُ اَیْ رَبِّ اِنِّیْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ وَیَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ فَیُشَفَّعَانِ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ اور قرآن دونوں بندے کی شفاعت کریں گے روزہ عرض کریگا اے رب میں نے اس کو کھانے اور رغبت کی چیزوں سے دن بھر باز رکھا میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما، قرآن کہیگا میں نے اس کو شب میں آرام کرنے سے روکا میری

Scanned by CamScanner

شفاعت اس کے حق میں قبول کر۔ دونوں کی شفاعتیں اس کے حق میں قبول کی جائیں گی۔

حدیث: عن ابن عمران النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ان الجنۃ تزخرف لرمضان من راس الحول الی حول قابل فاذا کان اول یوم من رمضان ھبت ریح تحت العرش من ورق الجنۃ علی الحور العین فیقلن یا رب اجعل لنا من عبادک ازواجا تقربھم اعیننا وتقر اعینھم بنا۔ (رواہ البیہقی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہیکہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت رمضانِ مبارک کیلئے ابتدائے سال سے سالِ آئندہ تک یعنی پورے سال بھر آراستہ کیجاتی ہے جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے جنت کے پتوں سے زیرِ عرش حوروں پر ہوا چلتی ہے، وہ کہتی ہیں اے رب ہمیں اپنے بندوں میں وہ عنایت فرما، جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں، اور ہم سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

ان بیحد و پایان برکات سے محروم رہنا انتہا درجہ کی بدنصیبی و محرومی ہے، افسوس ان مسلمانوں پر جو رمضان مبارک میں روزہ نہیں رکھتے اور بکمالِ بے غیرتی اور بیحیائی کے ساتھ بازاروں میں پان کھاکر نکلتے ہیں۔ ان کی نگاہوں میں نہ رمضان مبارک کی حرمت ہے نہ دینِ پاک کی آبرو، وہ گناہ کے علاوہ اسلامی اجتماع کو سخت صدمہ پہنچاتے ہیں۔ فرائض وہ چیزیں ہیں جن میں تمام مسلمانوں کو یکساں ہونا چاہئے جبتک مسلمان پابندی کرتے تھے دوسری قومیں بھی رمضان کا احترام کرتی تھیں، اور انھیں یارا نہ تھا کہ وہ اعلان کیساتھ کھاپی سکیں لیکن آج جب کہ مسلمان ہی اسلام کی عظمت نہیں کرتے دوسرے کیا کریں گے" از ماست کہ بر ماست"، اپنی خراب عادتیں خود ہماری پیدا کی ہوئی ہیں۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہیکہ روزہ رکھنے سے ایک کاغذ جسم کم ہوجائے گا کسی قدر دبلے ہوجائیں گے۔ کیا وہ اس گھمنڈ میں ہیں کہ بیماری نہ آئے گی؟ ایک دن کا بخار یا گھنٹہ بھر کا درد، وزن آدھا نہ کردے گا۔ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ انفلوئنزا، طاعون ہیضے میں کیسی کیسی تن آور اور قوی ہستیاں چند ساعت میں لقمۂ اجل ہوجایا کرتی ہیں؟ اس فنا ہونے والے جسم اور ناپائیدار جسامت کی محبت میں اللہ تعالیٰ کے فرض کو ترک کرنا کس درجہ کی غلطی ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عنایت فرمائے۔ بچوں کو دیکھا ہے کہ شدتِ گرما کے موسم میں شوق کے ساتھ تمام مہینہ روزے رکھتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

سلطانِ کونین کا ورودِ مسعود

از: حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان

دنیا میں نبوت و رسالت کے روشن ستارے بارہا اپنی تابشوں سے عالم کو منور کر چکے تھے۔ بحر و بر دشت و جبل اپنی روشنیوں سے پیہم عالم نور بنتے رہے تھے۔ مسجد اقصیٰ کا مبارک خطہ نبوت کے انوار سے مدتوں چمکا کیا تھا۔ اس کے در و دیوار ربانی تجلیوں سے مشرقستان انوار ہوتے رہے تھے۔ شب و روز ملائکہ مقربین کا نزول، رحمت کی بارشیں، خداوندی احکام کا پہنچنا معجزاتِ انبیاء کا صدور، مرسلین کی محافل متبرکہ اور ان میں حق و ہدایت کی تعلیم، کتب الٰہیہ کی تبلیغ اس بقعۂ پاک کو عجب طرح کی زیب و زینت سے سرفراز فرما چکے تھے۔ مصر و کنعان کے کوچہ و بازار، صحرا و کہسار یوسفی جمال اور آسمانی انوار سے خوب جگمگا چکے تھے۔ وادی ایمن حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عاشقانہ صداؤں سے گونج رہا تھا رَبِّ اَرِنِیۡ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ کے پُر ارمان غلغلہ نے پہاڑ اور جنگل تک کو مست بنا دیا تھا۔ خبر نہیں اس وقت عالمِ بالا والوں کے وجد کا کیا حال ہوگا۔ کوہِ طور کا مقدر اوج پر تھا۔ چرخ بریں کو بھی کبھی یہ دن میسر نہ ہوا۔ فلک بایں رفعت و بلندی اس سے پستی ہی میں رہا۔ طور پر حضرت کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج ہوئی۔ جلوۂ محبوب کی ایک جھلک دکھائی گئی۔ حضرتِ موسیٰ تو محوِ دیدار ہو گئے، عاشقِ شیدا حسنِ دلربا کو دیکھ کر ایسا بیخود اور وارفتہ ہوا کہ اپنی خبر نہ رہی اور پہاڑ تابش جمال کی تاب نہ لایا ریزہ ریزہ ہو گیا پہاڑ کے سخت پتھروں نے عاشقانِ صادق کی طرح یار کا جلوہ دیکھ کر جیب و گریبان تار تار کر

Scanned by CamScanner

ڈالنے کی بجائے اپنے دل وجگر کو پاش پاش کر ڈالا ؎

جسم خاک از عشق بر افلاک شد کوہ در رقص آمد و چالاک شد
عشق جاں طور آمد عاشقا طور مست و خر موسیٰ صاعقا

طور سینا کے ریزے ریزے کو وصالِ محبوب کی لذتیں آج تک یاد ہونگی۔ دریائے نیل بھی بھی موسوی سطوت وجبروت کو نہ بھولا ہوگا جو پیکرِ تکبّر خدائی کے جھوٹے مدّعی فرعون کو غرق کر کے ظاہر فرمائی گئی تھی اور اس کا سپاہ ولشکر خدم حشم کام نہ آسکا تھا وہی منہ جو اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی کی ڈینگیں مارا کرتا تھا ذلت وعجز کی حالت میں اٰمَنْتُ بِرَبِّ مُوْسٰی وَھَارُوْن کے نعروں سے فریاد کر رہا تھا۔ اعجاز موسوی نے چشم زدن میں فرعونی شوکت کو خاک میں ملادیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام دریائے نیل پر نافذ تھے بہتے دریا میں ان کے نیاز مندوں کے لئے خشک سڑکیں بن جاتی تھیں اور ان کا دشمن ڈوب جاتا تھا۔ دولت کے مغرور قارون کو اس کی دولت کے ساتھ زمین میں دھنسا دیا جاتا تھا۔ بنی اسرائیل کی درخواست پر آسمان سے غذائیں نازل کر کے ان کو تلاشِ معاش سے بے فکر کر دیا جاتا تھا۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بت پرستوں کے انبوہ میں صدائے حق بلند کی، نمرودی آتشکدہ آپ کی استقامت کی امتحان گاہ بنا آپ کے صبر وثبات نے دنیا کو متحیر کر دیا۔ کوسوں میں جلنے والی آگ فضلِ الٰہی سے گلزار ہوگئی۔ عشقِ الٰہی میں فرزند کی قربانی کے لئے آپ اور وہ فرزند دلبند بہ تمنا آمادہ ہوگئے۔ مکہ مکرمہ کا مقام ایک بیابان تھا جہاں نہ سبزہ تھا نہ پانی۔ اسباب زندگانی یکسر مفقود تھے آپ نے یہاں اپنی ذریت کو آباد کیا۔ اور خلق خدا کے قبلۂ عبادت (کعبہ معظمہ) کی از سر نو اپنے دستِ مبارک سے تعمیر فرمائی۔ مکہ مکرمہ کے پہاڑوں کو حضرت ہاجرہ کا دوڑنا اور وہاں کی زمین کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا شدتِ تشنگی میں زمین

Scanned by CamScanner

پر پاؤں مارنا فراموش نہ ہوا ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات نے اندھوں کو بینا، کوڑھیوں کو تندرست، مُردوں کو زندہ کرکے فلاسفہ کی عقلیں حیران کردیں۔

غرض دنیا میں لگاتار انبیاء علیہم السلام کا ورود ہوتا رہا اور ان کے فیضان صحبت و برکات تعلیم و اعلانِ حق کا فیض عام جاری رہا۔ ان مقدس ہادیوں کی صدائے دشت و جبل گونج اٹھے۔ اور کائنات میں خدا پرستی کے علم بلند ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ یہ مبارک زمانے ختم ہوئے ارشاد ہدایت کی تمام مشعلیں دنیا کے مجلس خانے سے یکے بعد دیگرے اٹھتی چلی گئیں آسمانِ نبوت کے عالم افروز انجم روپوش ہوئے، ظلمت نے غلبہ کیا بھیانک تاریکی عالم پر مسلط ہوئی۔ ایک کالی ڈراؤنی رات میں خلقِ خدا ٹکریں مارتی پھرتی تھی اس جہانگیر اندھیرے میں معبود کے طلبگار شیطان کے دامِ تزویر میں پھنس کر بتوں کے پرستار ہوگئے۔ کعبہ معظمہ جیسے مقدس عبادت خانہ میں صدہا بت رکھے گئے اور دھڑلے سے بت پرستی ہونے لگی۔ حرام و حلال کا فرق و امتیاز اٹھ گیا، جور و ستم کی گرم بازاری ہوئی۔ قتل و غارت بے شرمی و بے حیائی کا دور دورہ ہوا، انسان درندہ صفت بلکہ درندوں سے بھی بدتر ہوگئے۔ دلوں پر وہ اندھیرا چھایا کہ سفیدی کا ایک نقطہ بھی باقی نہ رہا۔ زمین کفر و شرک کی نجاست سے گندی ہوگئی۔ اہلِ عرب نے بتوں کو معبود بنایا۔ اپنی لختِ جگر بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا دین ٹھہرایا۔ زمین میں فساد انگیزی ان کی عادت اور خونریزی طبیعت بن گئی۔ تجارت کے بجائے لوٹ مار رائج ہوئی۔ اہلِ فارس آتش پرستی میں گرفتار ہوئے ماؤں تک کے ساتھ انھوں نے بدکاری روا رکھی۔ ترک شہر ویران کرتے، خلقِ خدا کو سخت ترین ایذائیں پہنچاتے اور بت پرستی کرتے تھے۔ اہلِ ہند مخلوق پرستی کے شیدا تھے بیوہ کو شوہر کے ساتھ جلا دیتے تھے۔ یہود کتبِ الٰہی کی تحریف اور حضرت مسیح علیہ السلام کی تکذیب میں مشغول تھے۔ نصاریٰ حلول و تثلیث کے باطل عقیدوں کے پابند، غرض دنیا کا ہر طبقہ اور روئے زمین کا ہر خطہ تاریک ہو رہا تھا ہر طرف کفر و ضلالت کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ کعبہ معظمہ اور بیت المقدس کے در و دیوار

Scanned by CamScanner

اس غم میں خون در دل تھے، حرم شریف فریاد کر رہا تھا، بیت اللہ ہمہ تن آنکھ بن کر اس مقدس آنے والے کی راہ تک رہا تھا جس کے قدوم پاک کے ساتھ اس کی عزت و عظمت، حق کا ظہور، خلق کی صلاح و درستی وابستہ تھی۔ صفا و مروہ گردنیں اٹھائے ہوئے اس ہادیٔ اعظم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رستہ دیکھ رہے تھے۔ جس کی تشریف آوری کا مژدہ حضرت مسیح و خلیل ہی نہیں بلکہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم دیتے چلے آئے تھے۔ سرزمین حجاز کا ذرّہ ذرّہ محبوب حق کے قدموں سے پامال ہونے کی تمنا میں دلِ پُر ارمان بنا ہوا تھا۔ زمزم کا دل ایک بحرِ جود و کرم کی یاد میں پانی پانی ہو رہا تھا۔ بیت المقدس کی آنکھیں اس مقتدائے عالم کا انتظار کر رہی تھیں جس کے ورود سے اس کی دوبارہ آبادی متوقع تھی اور جو اس میں گروہ پاک انبیاء کی امامت فرمانے والا تھا، بطحا کا ہر سنگریزہ اس عالم نواز ربانی نور کی قدمبوسی کا تمنائی تھا۔ جس کی جلوہ افروزی کا غلغلہ ابتدائے عالم سے تمام دنیا میں مچا ہوا تھا اور جس کے انتظار نے لاکھوں امیدواران جمال کو مضطر و بیتاب بنا دیا تھا۔ ہاں موجودہ زمانہ کی شبِ تاریک کی سیاہ کملی جس آفتاب صدق و صفا کی نور افشانی سے پارہ پارہ ہونے والی تھی۔ آسمان و زمین اس کے منتظر تھے۔

وہ **نورِ الٰہی** جس کے صدقہ میں کونین کو ہستی عطا ہوئی اور جس کا نام پاک عرش و جنت میں ہر جگہ مکتوب ہے ہر غرفہ ہر قصر پر حوروں کے سینوں پر طوبیٰ و سدرہ کے پتے پتے پر۔ ملائکہ کی آنکھوں پر،،[1]

---

[1] حدیث: حاکم اپنی صحیح میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضور انور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی عرش پر مکتوب دیکھا اور حضرت حق تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم سے فرمایا لَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ حبیب! نور محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آفرینش منظور نہ ہوتی تو اے آدم میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔ مواہب میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ساق عرش پر جنت کے ہر مقام پہ ہر قصر ہر غرفہ پر حوروں کے سینوں پہ طوبیٰ و سدرہ کے پتوں پر حجابوں کے اطراف پر ملائکہ کی آنکھوں پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک اللہ تعالیٰ کے اسم پاک کے ساتھ لکھا ہوا دیکھا۔ عرض کیا یارب یہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کون ہیں؟ ارشاد ہوا کہ یہ تمہارے فرزند ہیں وہ فرزند کہ اگر وہ نہ ہوتے تو میں تمہیں نہ پیدا کرتا، حضرت آدم نے عرض کی یا رب اس فرزند ارجمند کی حرمت سے اس والد پر فرما نداء دی گئی اے آدم اگر تم تمام آسمان والوں اور تمام زمین والوں کے لئے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شفیع لاتے تو ہم وہ شفاعت قبول فرماتے۔

Scanned by CamScanner

وہ محبوبِ حق جس کے صدقہ میں تمام عالم کرمِ الٰہی سے بہرہ اندوز ہوا اور اس کی شفاعت اہلِ سموٰت وارض کی کامیابی کا ذریعہ ہو وہ **خلیفۂ مطلق**[1] جس پر ایمان لانا انبیاء سابقین اور ان کی امتوں پر لازم کیا گیا ہو۔

وہ راحت القلوب جس کا نام نامی عرشِ الٰہی کے اضطراب کے لیے تسکین کا تعویذ ہو۔ وہ عزت و جاہ[2] کا سلطان جس کے اظہارِ شان کے لیے دنیا بنائی گئی ہو۔ وہ حق کا نورِ تاباں جو آدم علیہ السلام کی پیشانی میں آفتاب کی طرح چمکا ہو اور اسی کی وجہ سے ملائکہ سے حضرت آدم کو سجدہ کرایا گیا ہو، وہ نورِ پاک جو حضرت شیث کی پیشانی میں نمایاں ہوا وہ سید الطاہرین جس کے لئے حضرت آدم علیہ السلام نے وصیت فرمائی کہ یہ نور نسلاً بعد نسل مطہرات کو تفویض کیا جائے (رواہ ابن عباس) وہ آفتابِ جہاں تاب جس نے طوفان کے وقت حضرت نوح علیہ السلام کی پیشانی میں جگمگا کر کشتی والوں کی تسکین فرمائی اور جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے ان کی جبین سے ظہور فرما کر آتشِ نمرود کو ٹھنڈا کیا۔ وہ خدا پرستی کے آئین جاری فرمانے والا جس کے لبیک پکارنے کی آواز اس کے جد الیاس کی پشت سے سنی جاتی تھی۔

وہ آسمانِ نبوت کا نیرِ اعظم جس کے نور کی روشنی اس کے آباؤ اجداد خزیمہ مدرکہ، نزار، معد، عدنان، عبد مناف، ہاشم، عبد المطلب وغیرہم کے ناصیوں اور جبینوں میں

---

[1] ابو الشیخ وحاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ وحی فرمائی کو تم حضور پُر نور سید انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اپنی امت کو ان پر ایمان لانے کا حکم دو اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا نہ جنت و نار کو۔ میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا وہ مضطرب ہوا میں نے اس پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ مکتوب فرمایا تو اس کو سکون ہوا۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح بتایا۔ ۱۲۔ [2] دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت کی حضور فرماتے ہیں میرے پاس جبریل امین آئے انھوں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر آپ نہ ہوتے میں جنت کو نہ پیدا کرتا اگر آپ نہ ہوتے میں نار کو مخلوق نہ فرماتا۔ ابن عساکر نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضرت جبریل نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ کا رب کریم آپ سے فرماتا ہے کہ میں نے ابراہیم کو خلیل بنایا تو آپ کو حبیب بنایا اور میں نے کوئی مخلوق اپنی بارگاہ میں آپ سے گرامی تو پیدا نہیں کی اور میں نے دنیا اور دنیا والوں کو اسلئے پیدا کیا کہ انھیں آپکی کرامت و منزلت سے واقف کردوں جو آپکو میرے دربار میں حاصل ہے آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔ ۱۲۔

جگمگاتی تھی اور امم سابقہ کے علماء و احبار اس کو دیکھ کر آدابِ تعظیم بجا لاتے دست بوسی کرتے اور اس تاجدار کی تشریف آوری کے مژدے سناتے ۔ حوائج و ضروریات میں اس نور پاک کی وساطت سے دعائیں کرتے اور کامیاب ہوتے تھے شجر و حجر اس کو پہچانتے اور اس پر سلام عرض کرتے تھے ۔

عالم میں اس کی تشریف آوری جلوہ افروزی کی دھوم مچ رہی تھی ۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بشارتوں نے دنیا کو محوِ انتظار بنا دیا تھا ۔ آثار و خوارق کے ظہور نے شوق کے ولولے تیز کر دیئے تھے احبار و رہبان پیہم خبریں دے رہے تھے ۔ جہان میں ایک غلغلہ بلند تھا ۔ ہر زبان پر یہی ذکر یہی تذکرہ تھا اور جس طرح آفتاب کے طلوع سے پہلے صبح صادق نمودار ہو کر خورشید کی عالم آرائی کی خبر دیتی ہے اسی طرح غیبی انوار نمودار ہو ہو کر آفتاب جمال کے طلوع کا مژدہ دے رہے تھے ، در و دیوار چمک اٹھے تھے ، ہوائیں بدل گئیں تھیں ۔ زمین میں نئی زندگی کے آثار پیدا ہو چلے تھے ، خشک سالی کی جگہ مرفہ الحالی نے لے لی تھی ، خشک صحرا سرسبز و شاداب ہو گئے تھے ۔ بھوکے سیر اور دُبلے فربہ نظر آ رہے تھے ۔ دنیا کی کایا پلٹ رہی تھی ، جہاں کا نقشہ بدل رہا تھا ۔ جب وہ ماہِ چرخِ نبوت اپنے منازل طے فرما کر منزلِ آخر میں پہنچا اور آبا و اجداد کی پیشانیوں کو مطلع الانوار بنا کر والدہ ماجدہ کو تفویض ہوا یہ شب تھی کہ آسمانی انوار نے زمین کو عالم نور بنا دیا تھا ۔ اُمنگوں کے سمندروں میں سرور کی موجیں اٹھ رہی تھیں ملائکہ رحمت کا نزول تھا ۔ روحانیات ایک دوسرے کو مژدے دے رہے تھے ، وحوش و طیور شادمانی کر رہے تھے بے زبان جانوروں کی زبانیں فصاحت کے ساتھ کھل گئی تھیں اور وہ سلطان کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد آمد میں عجیب سرور انگیز ترانہ سنجی کر رہے تھے اس شب میں کشور کشائے نبوت و رسالت کی شاہنشاہانہ سطوت کا یہ ظہور ہوا کہ تمام روئے زمین کے سلاطین کے تخت اوندھے ہو گئے ۔ تمام جہان میں کوئی ایسا بتکدہ نہ تھا جس کے بت آج کی شب منہ کے بل اُلٹے نہ گر گئے ہوں ۔ حضرت آمنہ خاتون نے اس نور پاک کی روشنی میں بصرہ و شام تک عمارتیں ملاحظہ فرمائیں اس سے معلوم ہوتا تھا کہ مبارک آنیوالا اس عظمت و شان کا آنے والا ہے کہ اس کی تشریف آوری سے باطل کا تختہ اُلٹ جائے گا اور علوم کے سمندر دنیا میں موجزن ہو جائینگے جبکہ

نور کی جھلک سے ممالکِ بعیدہ صاف نظر آنے لگے جب وہ بے حجاب ظہور فرمائے گا یقیناً تمام عالم کو علوم و حکم سے معمور فرمادے گا اس کی تجلی جس دل کو نصیب ہو گی وہ آئینۂ سکندر و جام و جم کے قصّوں کو شرما دیگا۔ سلاطین کے تختوں کا الٹ جانا اور تمام بتخانوں میں بتوں کا اوندھے منہ گر پڑنا ایسی بات نہ تھی جس سے دنیا کی آنکھیں نہ کھلتیں، عالم میں تہلکہ مچ گیا ایک طرف تو تاج و تخت کے والی حیرت میں مبتلا ہوئے اور انھیں فکر ہوئی کہ یہ کیا معاملہ ہے، دوسری طرف بت پرستی کے معلّموں اور سرداروں کی آنکھیں کھلیں اور ان کے سامنے ایک عجیب انداز کا درس عبرت آیا کہ عمر بھر جن کو پوجتے اور معبود اعتقاد کرتے رہے ان کی اس ذلت و بیچارگی کا کیا سبب ہوا۔ اربابِ حکومت و سلطنت نجومیوں اور کاہنوں کی طرف دوڑے اور علماء اہلِ کتاب کو تلاش کر کر کے ان کے دروازے کھٹکھٹائے پجاریوں نے بتوں کے واقعات کو قوم میں بصیرت پیدا ہونے کے اندیشہ سے جہاں تک ممکن ہو سکا چھپانے کی کوشش کی مگر خود اس راز کی جستجو میں بیقرار ہو کر جابجا ٹکریں مارتے پھرتے۔ نجومیوں اور کاہنوں نے کہا کہ یہ آخری پیغمبر کے ظہور کی نشانیاں ہیں جن کی تشریف آوری کا وقت بہت نزدیک آگیا ہے، اس کا دین بتخانوں کو ویران اور بت پرستی کو باطل کرے گا۔ حکومتیں اور سلطنتیں اس کے سامنے پست ہو جائیں گی، کوئی قوت کوئی طاقت اس کے دین کو روک نہ سکے گی۔ علماء اہلِ کتاب یہ خبر سنتے ہی اچھل پڑے انھوں نے کہا کہ یہ اسی نورِ الٰہی کے ظہور کے آثار ہیں جس کا کتبِ سابقہ میں ذکر ہے اور جس کے انتظار میں آرزومندانِ جمال نے گھڑیاں گن گن کر کاٹی ہیں جس کے عالم افروز جلوے جہان سے کفر و ضلالت کی تاریکی کو دور کریں گے وہ عدل و داد کے قوانین جاری کرے گا ظلم و ستم اور ہر قسم کی بدکاری کو دور کرے گا۔ زمین کو طاعتِ الٰہی سے بھر دیگا۔ ہر بلندی پر اس کا نام پکارا جائے گا، روئے زمین کے چپہ چپہ پر اس کا دین پہنچکر رہے گا۔ کوئی قوت اس کو روکنے میں کامیاب نہ ہوگی، بڑی بڑی سلطنتیں اس کی سطوت سے مٹ جائیں گی۔ جاہل قومیں عالم بنیں گی، وحشی اقوام تہذیب و اخلاق اور معرفت و پرہیزگاری کے درس دیں گی۔

Scanned by CamScanner

تری و خشکی میں، میدان و کہسار میں، شہر و قریہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی آمد کی خبر مشہور ہوئی۔ ہر مجلس میں یہی تذکرہ تھا ہر محفل میں یہی چرچا تھا۔ انتظار کی ساعتیں کاٹنا دشوار ہوگیا۔ حمل کے ایام خیر و خوبی سے گزرے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کو کسی قسم کی تکلیف کسی طرح کا بار محسوس نہ ہوا۔ ابھی آپ اپنی والدہ ماجدہؓ کے پاس ودیعت و امانتؐ تھے کہ والد ماجدؓ نے وفات پائی۔ ملائکہ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی یارب تیرا نبی یتیم ہوگیا۔ اس کے پدرِ مہربان کا سایہ اُٹھ گیا۔ ارشادِ الٰہی ہوا ہم خود اس کے حافظ و ناصر ولی و نگہبان حامی و کافی، معین و رزّاق ہیں۔ تم اس پر درود پڑھو اور اس کے نامِ مبارک سے برکت حاصل کرو۔ اس ارشادِ الٰہی میں ملائکہ کو بتایا گیا کہ تمہارا خیال ہے کہ یتیم بیکس ہوتا ہے۔ مگر یہ حبیب یتیم ہوکر بیکس نہیں بیکسوں کا فریاد رس ہے عالم کی حاجت روائی کا سہرا اس کے سر ہے۔ ملائکہ مقربین تک کو اس کے نامِ پاک سے برکت حاصل کرنا چاہیے۔

ولادتِ مبارکہ

اب ولادتِ باسعادت کا زمانہ قریب آیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے اعزہ واقارب کو جو اس بادشاہ عرش پانگاہ کی خدمت کا شرف پانے والے تھے اور دوسرے اور اعیان و اشراف علماء و احبار، امراء و سلاطین کو خواب ہونا شروع ہوئے جن میں اس مہر انور کے طلوع کی خبریں دی گئیں۔ رہبان و احبار نے شبِ ولادت کی اطلاعیں دیں اور بتایا کہ آج ہی کی شب، شبِ ولادت ہوگی۔ علماء یہود نے وہ ستارہ پہچانا جو امم سابقہ کو اس سلطانِ ذی شان کے ظہور کی علامت بتایا گیا تھا۔ مکہ مکرمہ میں اہلِ کتاب کی جماعتیں کی جماعتیں رات بھر ان کی جستجو میں ہر گلی کوچہ کا چکر لگاتی رہیں تاکہ معلوم کریں کہ محبوبِ حق کس سعادتمند کے گھر کو اپنے عالم افروز جلوہ سے منوّر اور کس خطۂ خاک و حصۂ زمین کو اپنے قدمِ ناز سے بہرہ ور فرماتا ہے۔ آسمانی اور غیبی انوار نے آفاق

Scanned by CamScanner

کو بھر دیا فرشِ زمین عرشِ بریں کی روشنیوں سے جگمگانے لگا۔ آسمانی دلربا شیدائے زمین ہوئے فلک کے نور پیکر انجم و اختر اس قدر قریب ہوئے جس سے دیکھنے والوں کو خیال ہوا کہ گرا ہی پڑیں گے کارکنانِ عالمِ غیب نے تین علم نصب کئے ایک کعبہ معظمہ پر ایک مشرق میں ایک مغرب میں تا کہ معلوم ہو کہ ختمِ رسالت کے تاجدار کی حکومت کعبہ شریف سے ظاہر ہو کر تمام عالم میں پہنچے گی اور مشرق و مغرب میں انھیں کا سکہ رائج انھیں کا علم بلند رہے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کی خدمت کے لئے جنتی بی بیاں آئیں جن کے چہرے چاند سے زیادہ چمکتے تھے وہ مصروفِ خدمت ہوئیں اور انھوں نے بہشتی شربت پیش کیا اور عرض کرنے لگیں بسم اللہ، تشریف لائیے اے سرورِ انبیاء صلی اللہ علیک وسلم۔ حضرت عبدالمطلب کو آثار و قرائن سے بھی معلوم تھا کاہنوں نے بھی خبریں دی تھیں۔ خوابوں سے بھی پتہ چلا تھا آج کی رات بخت کی بیداری اور طالع کی ارجمندی کی رات ہے۔ وہ امیدوں کا ہجوم لیکر بیت اللہ شریف میں حاضر ہوئے اور کعبہ معظمہ کے طواف میں مشغول ہو گئے۔ نور بھری رات کی خیر و برکت والی ساعتیں محبوب کی آمد پر قربان ہوتی چلی گئیں۔ صبح صادق کا سہانا اور دل لبھانے والا وقت آیا خوش الحان طیور نے غایتِ سرور سے نغمہ سنجی شروع کی، عطر بیز خوشبوؤں نے دماغ معطر کیئے کعبہ معظمہ کے در و دیوار جنبش میں آئے، بت اوندھے منہ گر پڑے، شیاطین کے تخت الٹ گئے، ضلالت کی شبِ دیجور کا پردہ چاک ہوا، صدق و صفا کی صبحِ صادق نے جلوہ کیا، حق و ہدایت کے آفتاب عالمتاب نے بے نظیر جاہ و جلال بے مثل حسن و جمال کے ساتھ اپنی طلعتِ مبارکہ سے حجاب اٹھایا طیب و طاہر زکی و نظیف عالم کے سلطان خدا کے محبوب ہمارے آقا سرورِ انبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحنِ عالم میں قدم رکھا۔

وَلِلّٰہِ الحَبِیبُ وَمِثْلَہُ لَا یُوْلَدُ   وَلِلّٰہِ الحَبِیبُ وَخَدُّہُ یَتَوَرَّدُ

وَلِلّٰہِ الحَبِیبُ مُطَیَّبًا وَمُکَحَّلًا   فَالنُّورُ مِنْ وَجَنَاتِہٖ یَتَوَقَّدُ

نخل قدش کہ چمن جان بر آمدہ !   شاخ گلے بصورتِ انسان بر آمدہ

Scanned by CamScanner

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ وذریاتہٖ وبارک وسلم۔ مکہ مکرمہ کا ذرہ ذرہ معدنِ انوار بن گیا۔ کعبہ شریف کے در و بام ایوانِ تجلّی نظر آنے لگے۔ حضرت عبدالمطلب کو خبر دی گئی، سنتے ہی سجدے میں گر گئے۔ پھر آکر روئے منور کی زیارت کی تمناؤں کے ساتھ گود میں لیا اور کعبہ مقدسہ میں لیجا کر دعا کی۔ سید انبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا میں آتے ہی سجدہ کیا اور انگشت شہادت آسمان کی طرف بلند کی نظر انور جانب سما اٹھائی زبانِ معجز بیان سے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا فرمایا۔ دولتسرائے اقدس کا گوشہ گوشہ نور سے بھر گیا اس وقت بھی ایسا نور ساطع ہوا کہ والدہ ماجدہ نے مشرق و مغرب کا معائنہ فرمایا اور بصرہ وشام کے محل و بازار ان کے سامنے ظاہر ہوئے۔ آپ کے چچا حضرت عباس اپنے قصیدے میں فرماتے ہیں:

وَاَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ الْ ... اَرْضُ وَضَاءَتْ بِنُوْرِکَ الْاُفُقُ
فَنَحْنُ فِیْ ذٰلِکَ الضِّیَاءِ وَفِی النُّوْرِ ... وَسُبُلَ الرَّشَادِ نَسْتَبِقُ

حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں نے کعبہ مقدسہ میں دیکھا کہ حضور کی ولادت کے وقت بت سجدہ میں گر گئے اور کعبہ کی دیواروں سے یہ آوازیں آنے لگیں۔

وُلِدَ الْمُصْطَفٰی الْمُخْتَارُ ... اَلَّذِیْ تَهْلِکُ بِیَدِہِ الْکُفَّارُ
وَیُطَهِّرُ مِنْ عِبَادَۃِ الْاَصْنَامِ ... وَیَاْمُرُ بِعِبَادَۃِ الْمَلِکِ الْعَلَّامِ

کعبہ معظمہ آپ کی ولادت شریف سے تین روز تک جنبش میں رہا۔ نوشیرواں کے مکان میں زلزلہ آیا اور ایک آواز وحشتناک پیدا ہوئی اور چودہ کنگرے گر گئے۔ آتشخانہ فارس کی ہزار سالہ آگ ایکدم بجھ گئی، دریائے ساوی کا پانی خشک ہو گیا اور بہت عجائب و غرائب ظہور میں آئے ؎

لِمَوْلِدِہٖ اِیْوَانُ کِسْرٰی تَشَقَّقَتْ ... مُبَانِیَۃً وَالْخَطَتْ عَلَیْہِ شُئُوْنُہٗ
لِمَوْلِدِہٖ خَرَّتْ عَلَا شُرْفَاتُہٗ ... فَلَا شَرَفَ لِلْفُرْسِ یَبْقٰی حَصِیْنُہٗ
لِمَوْلِدِہٖ نِیْرَانُ فَارِسَ اَخْمَدَتْ ... فَنُوْرُهُمْ اَخْمَادُہٗ کَانَ حَصِیْنُہٗ

Scanned by CamScanner

لِمولدہٖ غاضت بحیرۃ "ساوۃ" واُعقب ذالک المدجور ہیئنہ

کان لم یکن بالامس یالناھل وورد العین المسھام المعینہ

محفل میلاد مبارک

سپاس گزاری انسان کی بہترین صفت ہے اور شکر الٰہی بجالانا عین سعادت اور اس پر حضرت کریم کارسازکی طرف سے مزید نعمت کا وعدہ لئن شکرتم لازیدنکم اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری یقیناً عظیم ترین نعم الٰہیہ

قَالَ اللہُ تَعَالیٰ وَاِذْ قَالَ مُوسیٰ لِقَوْمِہٖ یٰقَوْمِ اذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللہِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَاءَ — اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا اے میری قوم اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو کہ تم میں پیغمبر کئے۔

اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ ان سب سے بالاتر نعمت کہ پروردگارِ عالم نے اپنے بندوں پر اس کی منت رکھی

لَقَدْ مَنَّ اللہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ الآیہ — بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔

اور نعمت کی تحدیث اور اس کا ذکر مامور بہ اَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ — اس کا حکم ہے اور اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو

تو محفلِ مبارک میلاد شریف تحدیثِ نعمتِ الٰہیہ اور موجب برکت و رحمت ثابت ہوئی اور اس کے استحباب پر قرآن پاک کی آیاتِ مذکورہ دال ہیں۔ وقتِ ذکرِ ولادت قیام کرنا بیشک مستحب ہے، کیونکہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور آپ کی تعظیم شرع میں مطلوب و تعزروہ و توقروہ۔ ائمہ دین اس مجلس کو منعقد کرتے چلے آئے ہیں۔ سیرۃ حلبی میں ہے کہ حضرت امام سبکی یہاں مجمع کثیر علماء عصر کا تھا ایک نعت خوان نے یہ اشعار پڑھے:

قَلِیْلٌ لِّمَدْحِ الْمُصْطَفٰی الْخَطُّ بِالذَّهَبِ　　عَلٰی وَرَقٍ مِّنْ خَطِّ اَحْسَنَ مَنْ کَتَبْ

وَاَنْ تَنْهَضَ الْاَشْرَافُ عِنْدَ سِمَاعِهٖ　　قِیَامًا صُفُوْفًا اَوْ جِثِیًّا عَلَی الرُّکَبِ

یہ سن کر امام سبکی نے قیام کیا اور تمام مجلس ان کے ساتھ کھڑی ہوگئی۔ امام ابو شامہ استاذ امام نووی نے فرمایا کہ ہمارے زمانہ میں کیا خوب بدعتِ حسنہ ہے جو سالانہ حضور کے میلادِ مبارک کے دن محفلِ میلاد قائم کرکے، صدقاتِ دیگر، نیکیاں کرکے زینت و سرور کے اظہار کے ساتھ کی جاتی ہے اس میں فقراء پر احسان کرنے کے ساتھ ساتھ مجلس کرنے والے کے دل میں حضور کی محبت و توقیر کا ہونا بھی ظاہر ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو پیدا کرکے جو بندوں پر احسان فرمایا اس کا یہ شخص شکر گزار ہے۔ امام سماوی نے فرمایا کہ مولود شریف کی محفلیں قرونِ ثلثہ کے بعد پیدا ہوئیں اور اس وقت سے ہر شہر و دیار اور تمام اقطار میں مسلمانوں کا معمول رہیں کہ اس روز مسلمان مجلسیں منعقد کرکے طرح طرح کے تصدق کرتے ہیں، مولود شریف پڑھواتے ہیں اور اس کی برکت سے فضلِ عظیم پاتے ہیں۔ ابن جوزی نے کہا کہ مولود شریف کی خاصیت یہ ہے کہ اس کی برکت سے سال بھر امن رہتی ہے اور مرادیں حاصل ہوتی ہیں۔ بادشاہوں میں سب سے پہلے یہ مجلس ملک مظفر ابو سعید صاحبِ اربل نے منعقد کی اور اسی کے لئے حافظ ابن وحیہ نے ایک کتاب التنویر فی مولد البشیر النذیر تالیف فرمائی جس پر بادشاہ نے ہزار دینار انعام دیئے یہ بادشاہ ربیع الاوّل میں میلاد شریف کی ایک عظیم الشان محفل منعقد کرتا تھا خود عالم تھا عادل تھا۔ صاحبِ اخلاق حسن اور نہایت بزرگ شخص تھا۔ مدت دراز تک بادشاہ رہا۔ سبط ابن جوزی نے مراۃ الزمان میں کہا ہے کہ مجھے شاہِ اربل کی محفل میں شریک ہونے والوں سے معلوم ہوا ہے کہ انھوں نے اربل محفل کی مہمانی کے لئے جو سامان کیا تھا اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ پانچ ہزار راس بکریاں، دس ہزار مرغ ایک لاکھ زبدیہ، تیس ہزار طباق حلوہ ہوتا تھا اور مولود شریف میں اکابر علماء و صوفیہ

حاضر ہوتے تھے۔ انھیں خلعتیں دی جاتی تھیں اور اس مجلس پر تین لاکھ دینار خرچ کئے جاتے تھے۔

حافظ ابن حجر محدث نے محفل مولودِ مبارک کے لئے حدیثِ صحیحین سے اصل ثابت کا استخراج کیا وہ حدیث یہ ہے جو بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ جب حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہود دسویں محرم کو روزہ رکھتے ہیں۔ وجہ دریافت کی تو یہودیوں نے کہا کہ اس دن میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی ہم اس کے شکر میں روزہ رکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء پر جو نعمتیں ہوئیں ان کی یادگار قائم کرنا اور ان پر شکرِ الٰہی بجالانے کا خوگر ہونا اور ان ایام میں حسنات و خیرات کرنا اس حدیث سے ثابت ہے۔

چنانچہ یہودیوں کے جواب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس نعمت پر شکر ادا کرنے کے تم سے زیادہ ہم مستحق ہیں۔ دوشنبہ کے روز ولادت مبارکہ کی خبر سن کر ابولہب کافر نے اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کر دیا کیونکہ اس نے حضور کی ولادت کی بشارت سنائی تھی۔ اتنی خوشی کرنے پر ابولہب کو باوجود اس کے کفر کے یہ جزا دی گئی کہ دوشنبہ کے روز اس کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے اور جن انگلیوں کے اشارے سے اس نے خبر لانے والی لونڈی کو آزاد کیا تھا ان انگلیوں کے ذریعے اس کو پانی پینے کے لئے مل جاتا ہے۔ اگرچہ وہ جہنمی ہے۔ تو جو مسلمان حسنِ عقیدت کے ساتھ حضور کی ولادت کی خوشی منائیں ان کو بارگاہِ الٰہی سے کیا کچھ نہ ملے گا۔ اسی وجہ سے تمام عالم میں میلاد شریف کی محفلیں منعقد ہوتی ہیں اور مسلمان خوشیاں مناتے ہیں اور برکتیں حاصل کرتے ہیں لیکن وہابیوں کو اس سے بہت صدمہ ہوتا ہے اور وہ ناٹکوں اور تھیٹروں کو بھی اتنا برا نہیں جانتے جتنا میلاد مبارک کی محافلِ متبرکہ کو برا سمجھتے ہیں۔

ولادت شریف کے وقت بھی شیاطین کے تخت الٹ گئے تھے اور حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رونق افروزی کا وقت ان کی تباہی و بربادی کا وقت تھا، آج بھی اگر بد دینوں کے دل اس ذکرِ پاک سے رنجیدہ ہوں تو کچھ تعجب نہیں۔

خلق

از
حضرت صدر الافاضل
مولوی سید محمد نعیم الدین صاحب علیہ الرحمۃ
مفسرِ اعظم مرادآبادی

دائمی زندگانی

خداوندِ عالم نے انسان کو پیدا کر کے خلعت اشرف المخلوقات عطا فرمایا اور اس کو دو حیاتیں عطا فرمائیں ایک جسدی دوسری ابدی ،، حیاتِ جسدی کے بقا اور قیام اور انتظام درست رکھنے کے لئے اس کی مناسب حال ضرورتیں پیدا فرمائیں اور ان کو مناسب طور پر استعمال کرنے کا طریقہ الہام فرمایا ۔ کچھ لوگ انھیں میں سے ایسے پیدا کر دیئے اور ان کو ایسی بصیرت عطا فرمائی جس سے وہ ہر چیز کا استعمال بطریق احسن معلوم کریں اور دوسروں کو بتلا دیں ۔ اس طرح پر حیاتِ جسدی کے ایک وقت تک بقا و قیام کا بندوبست کر دیا ۔ اب اگر وہ تمام اشیاء جن کی اس حیات میں ضرورت ہوتی ہے ۔ انسان شمار کرنا چاہے تو محال ہے سیکڑوں ہزاروں قسم کی غذائیں ۔ لاکھوں قسم کے حیوانات ، کروڑوں قسم کے نباتات جن میں کسی ایک جنس کا شمار آج تک نہیں ہو سکا ۔ اسی حیاتِ جسدی کی ضروریات میں سے ہیں ۔ اس تقریر سے یہ نتیجہ نکلا کہ جب حیاتِ جسدی کے لئے جو صرف ایک خاص وقت تک کے لئے ہے ۔ اس رحمت والے نے اس قدر سامان مرحمت فرمایا ہے تو حیاتِ ابدی جو حقیقت میں مقصود بالذات ہے کس قدر سامان عطا فرمایا ہوگا ۔ چنانچہ لاکھوں پیغمبروں کا مبعوث فرمانا ۔ ہزاروں صحفِ آسمانی کا نازل کرنا اسی حیاتِ ابدی کے قیام و بقا کے لئے ہے ۔ لیکن افسوس ہماری غفلت و نادانی پر کہ تمام عمر اسی حیاتِ جسدی کے انتظام میں صرف کر دی اور کبھی ایک دن بھی حیاتِ ابدی و سعادتِ سرمدی کا خیال نہ کیا اور اس عمرِ عزیز کے تمام ساعات جس کا حقیقت میں ایک ایک لمحہ سعادتِ ابدی کا بڑا سرمایہ جمع کر سکتا تھا ضائع

Scanned by CamScanner

کردیا۔ ان امراض کے علاج میں جن کا اثر صرف حیاتِ فانی تک ہے، ہم نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اطبار کی خوشامدیں کیں، ڈاکٹروں کی فیسیں دیں۔ دوا کی تلخی برداشت کی، بہتیری اچھی غذاؤں سے پرہیز بھی کیا غرضکہ کوئی ممکن بات ہم نے چھوڑی نہیں لیکن ان امراض کی مطلق فکر نہیں کی جن سے حیاتِ ابدی کا رشتہ ہمارے ہاتھ سے جاتا ہے اگر کبھی معمول سے کم بھوک معلوم ہوئی یا غذا کم کھائی گئی فوراً حکیموں کے پاس دوڑے۔ بمقابلہ اس کے کہ امراضِ قلوب کی دوا کی طرف کبھی دھیان ہی نہیں کیا۔ اب یہ بات کہ یہ کیسے معلوم ہو کہ ہمارا قلب بیمار ہے اور جبتک بیماری نہ معلوم ہو سکے علاج نہیں کیا جا سکتا ہے جاننا چاہیئے کہ ہمیشہ بیماری علامات سے معلوم ہوا کرتی ہے جب بھوک کا نہ معلوم ہونا علامتِ بیماری سمجھا جاتا ہے آپ سبب بیماری کو سمجھ کر اطبار کی خدمت میں چورن کے نسخہ کے لئے جاتے ہیں تو کیا قلب کو بالکل بھوک نہ معلوم ہونا غذا سے بالکل نفرت ہونا سبب بیماری قلب کا نہیں ہو سکتا اور یہ تو ظاہر ہے کہ جتنی اشیار خداوند عالم نے پیدا کی ہیں ان کی کوئی نہ کوئی خاص غذا بھی پیدا کی ہے۔ پھر آپ قلب کو کونسی غذا دیتے ہیں اور اس کے مشتہی نہ ہونے کا کیا علاج کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ تر غذا نہ ملنے سے قلب کا معدہ نہایت ضعیف اور مضمحل ہو گیا ہے اچھی سے اچھی غذا کی طرف بھی خواہش نہیں رہی۔ اگر کبھی اتفاق سے مل بھی گئی تو اچھی نہیں معلوم ہوتی لہٰذا نہایت ضروری ہے کہ اس کے علاج کی طرف توجہ کی جائے اور جس طرح اطبا ظاہری جسم کے علاج میں سب سے پہلے معدہ کی اصلاح ضروری سمجھتے ہیں تاکہ اخلاط فاسدہ سے صاف ہو کر اچھی غذا کی طرف رغبت کرے اسی اصول سے بیماری قلب کا بھی علاج کرنا چاہیئے یعنی عمدہ غذا یا دوا سے پہلے اس کو اخلاقِ رذیلہ سے پاک کرنا چاہیئے۔ جب یہ پاک ہو جائے گا خواہ مخواہ عمدہ غذا کی طرف رغبت پیدا ہوگی اور یہی ذریعہ حیاتِ ابدی و سعادتِ سرمدی کے حاصل کرنے کا ہوگا۔ چنانچہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ قلب کی بیماریاں مع علاج کے بیان کریں گے۔ خدا مجھ کو اور سب مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے کہ حیاتِ ابدی حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔

Scanned by CamScanner

شریعتِ اسلامیہ کی حفاظت

شریعتِ اسلامیہ کی حفاظت مسلمانوں کیلئے سب سے اہم اور ضروری فرض ہے جس کے لئے وہ اپنی جان و مال اور ہر نعمت و دولت کو بیدریغ صرف کرتے رہے ہیں اور دمِ آخر تک صرف کرتے رہیں گے اور کبھی ملتِ طاہرہ میں تغیر آنے پر راضی نہ ہوں گے۔ کبھی طرح کسی حال میں گوارہ نہ کریں گے کہ دینِ اسلام میں کسی طرح کا فرق آئے یا اس کے حسن وجمال وخدوخال بلکہ کسی ادا میں بھی کوئی تبدیلی ہو۔

زمانۂ موجودہ میں بلادِ مشرقیہ پر یورپ کی تہذیب و معاشرت حکمرانی کر رہی ہے اور سرعت وتیزی کے ساتھ یورپی خصائل وعادات ہمارے ہم وطنوں کے دل ودماغ واعضا وجوارح پر اپنا قبضہ وتسلط کرتے چلے جاتے ہیں اور ہمارے ملک کے قدیم رسم ورواج اور پرانا طریق زندگی نامرغوب وغیر مانوس ہو رہا ہے اور وہ وقت قریب نظر آرہا ہے کہ ہندوستان کی نئی نسل بالکل یورپ شکل وصورت میں نظر آئیں اور یہاں کے باشندے کسی جبر سے بھی اپنے باپ دادا کے طریق زندگی اور وضع وانداز کو تھوڑی دیر کے لئے بھی گوارہ نہ کر سکیں۔ اسی کے ساتھ یورپ کی لامذہبی بھی مشرق پر اپنا سکہ جمانے میں پوری طاقت صرف کر رہی ہے۔ اور یورپی طریق زندگی کے شیدائی مذہب کو ایک ناقابل برداشت بار کی طرح ناگوار سمجھ رہے ہیں اور بارہا جنون اور دیوانگی کے توہین آمیز کلمات سے اس کی توہین وتنقیص کرتے ہیں اور مذہبی قیود اور دینی پابندیوں کو توڑ ڈالنے کے لئے نہایت بیقرار ہیں۔

انگریزی تعلیم: انگریزی تعلیم کا یہ ثمرہ ہے کہ ہمارے نوجوان شب وروز اسی فکر میں غلطاں ہیں کہ کسی طرح مذہب کو ناپید کر ڈالیں اور ایک ایک کر کے تمام احکام کو بدل کر یورپ کی جیسی لامذہبی میں گرفتار ہوں۔

سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد

حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے ہی خبر دیدی تھی ہے کہ میری امت بدفہم لڑکوں کے ہاتھوں برباد ہو گی آج یہ ہی دیکھا جا رہا ہے کہ ہمارے نو عمر بچے جن سے ہمیں بڑی امیدیں تھیں کہ وہ کسی قابل ہوں گے تو ہمارے کام آئیں گے اپنی قابلیت سے دین اور اہلِ دین کو قابلِ قدر مدد پہنچائیں گے۔ افسوس وہ دشمنوں سے زیادہ خطرناک ثابت ہو رہے ہیں۔ روزمرہ اسلام پر انہیں کے ہاتھوں حملے ہوتے ہیں۔ پردہ کی مخالفت میں وہ سرگرم ہیں۔ آباء واجداد سے ترکہ میں پائی ہوئی غیرت و حمیت کو انھوں نے بے قدری سے ٹھکرا دیا۔ آج ان کی بیبیاں بیٹیاں بے پردہ بے حجاب سڑکوں اور سیر گاہوں میں پھرتی نظر آتی ہیں، جن کی کنیز تک کا چہرہ کل تک کسی کو دیکھنا نصیب نہ تھا۔ نامور خاندانوں کی لڑکیاں غیر مردوں سے ہاتھ ملانے اور اختلاط کرنے میں جری اور دلیر پائی جاتی ہیں اور یہ بات ان کی نظر میں عیب ہی نہیں معلوم ہوتی۔ لڑکیوں کا مدرسہ میں جانا اور بے قیدی کی تعلیم حاصل کرنا تو معمولی بات ہو گئی ہے بلکہ اب تو ایک خاص جماعت ایسی ہو گئی ہے جو عورتوں کے لئے مدارس کی تعلیم کو صرف معمول ہی نہیں سمجھتی بلکہ ضروری قرار دیتی ہے۔ اس طرح زمانہ بدل رہا ہے اور دین میں رخنے پیدا ہو رہے ہیں۔

خورد سالی کے نکاح

آجکل ایک اور فتنہ برپا ہے یہ کوشش کی جارہی ہے کہ شریعتِ اسلامیہ نے جو ولایت کا قانون نافذ فرمایا ہے اور اولیاء کو صغیر و صغیرہ کے نکاح کا اذن و اختیار دیا ہے اس کو باطل کیا جائے اور ایسی کوشش کی جائے کہ حکومت کے قانون رائج الوقت میں اولیاء کا یہ شرعی حق جرم قرار دیا جائے اور اسی طرح دینِ محمدی کے قانون کو مٹایا جائے۔ کوئی شخص اپنی صغیر سن اولاد کی شادی

نہ کر سکے اور اگر حسب اجازت شرع کرے تو جرم قرار دیا جائے۔ سراپا ہومصیبت میں گرفتار ہو۔ لڑکے اور لڑکیاں بالغ ہو کر خود اپنی مرضی سے شادی کیا کریں اور ایک غیرت سوز شرمناک زندگی کی ذلت و رسوائی میں مسلمانوں کو گرفتار کیا جائے۔

ایک معزز شخص بستر مرگ پر بیمار پڑا ہے اس کے سامنے اس کی نور نظر لڑکیاں ہیں جن کا کوئی نگراں اس کو اپنے بعد نظر نہیں آتا۔ بیماری سے زیادہ اس کو یہ رنج و قلق بے چین کر رہا ہے کہ اس کے بعد اس کی عزت و ناموس کی حفاظت کس طرح ہوگی۔ اس حال میں وہ اپنی تسکین خاطر کے لئے یہ تدبیر کرتا ہے کہ ایک معزز خاندان کے ہونہار لڑکوں کے ساتھ وہ اپنے جگر بندوں کا رشتہ کردے ایسا کر کے وہ مطمئن ہو جاتا ہے کہ جس خاندان میں لڑکیوں کا عقد کر دیا ہے وہ اپنی عزت کی حفاظت کے لحاظ سے ان کی کافی نگرانی کریں گے اور لڑکیاں اس کے بعد بیکسی کی ذلیل زندگی اور خطرات سے محفوظ رہیں گی۔

صغیر سنی کے نکاح کو جرم قرار دینے کی تجویز مجبور کرے گی کہ آدمی مرتے دم اپنے ساتھ اپنی بے آبروئی اور ناموس کے خطرات کا ایک روح تڑپا دینے والا داغ بھی اپنے دل پر لے جائے۔

یہ ایک مثال بھی آپ غور کیجئے تو صغیر سنی کے نکاح میں بکثرت مصالح ہیں۔ اور اس کو جرم قرار دینے والے مسلمانوں کی زندگی مال و آبرو سب خطرے میں پڑتے ہیں۔ اور ان سب سے بڑھ کر یہ کیسی مصیبت ہے کہ شریعت طاہرہ کا قانون مٹایا جاتا ہے۔ مسلمان سچے مسلمان موت گوارہ کر سکتے ہیں مگر ایسا قانون گوارہ نہیں کر سکتے۔

علمائے اسلام

علمائے اسلام اے حامیانِ ملت دین کی حفاظت آپ کا سب سے مقدم فرض ہے آپ کے لئے اسی قدر کافی نہیں ہے کہ مدارس میں درس دیکر طلبہ کو کتب متداولہ پر عبور کرا دیجئے یا

Scanned by CamScanner

کسی مجلس میں تقریر کر کے خاموش ہو جائیے یا گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر نماز و وظیفہ میں اپنے تمام اوقات صَرف کر ڈالیے بیشک آپ کے یہ تمام کام دینی اعلیٰ خدمتیں ہیں اور اللہ رب العزت عزّ و جلالہ آپ کو اس کے بہترین صلے عطا فرمائے گا۔ لیکن ان سب کے ساتھ ساتھ آپ پر یہ بھی فرض ہے کہ آپ دیکھیے کہ آج دنیا اسلام کو مٹا ڈالنے کے لیے کیا کر رہی ہے اور دین کی حفاظت کے لئے آپ کو کیا کرنا چاہیئے۔ اے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے نائبو اپنے خلوت خانوں سے قدم نکالو اور اسلام کی کشتی سنبھالو! اس قانون کے مخالفِ شرع ہونے کا اعلان کر دو۔ اور گورنمنٹ کو بتا دو کہ یہ قانون اسلام کو مٹانے کے ایک تجویز ہے جس نے تمام عالمِ اسلام کو بے چین کر دیا ہے۔ ہم ایک لمحہ کے لئے اس کو گوارہ نہیں کر سکتے گورنمنٹ ایسا قانون منظور کرنے اور ہمارے دین و ملت میں رخنے ڈالنے سے پرہیز کرے۔

علماء دین جلد سے جلد بے تاخیر آپ اپنی مجالس میں اس مضمون کی تجویزیں منظور کر کے گورنمنٹ کے پاس بھیجیے اور اخبارات میں شائع فرمایئے۔

ساتھ میں یہ بھی واضح کر دیجئے کہ کونسل کے ممبر اور ہمارے نمائندے کوئی ایسا مسئلہ جس کا تعلق شریعتِ طاہرہ سے ہو علماء دین سے استصواب کیئے بغیر ہرگز نہ پیش کریں! اگر ایسا کریں گے تو وہ ہمارے نمائندے نہیں اُن سے ہمارے دین کو ضرر ہے۔

ضرورت ہے کہ جا بجا اس مقصد کے لئے جلسے کر کے گورنمنٹ کو مسلمانوں کے تحفظِ دین کی ضرورت سے آگاہ کیا جائے اور اس میں تاخیر روا نہ رکھی جائے۔

السواد الاعظم ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

Scanned by CamScanner

جشن وطرب فرح وسرور کے ایام واوقات دنیا کی ہر ایک قوم کے لئے متعین ہیں۔ مگر کہیں تو کسی بادشاہ کی دنیوی کامیابی اس کی فتح یا ایک مدتِ دراز تک فرمانروائی کرنے کی خوشی میں جشن منایا گیا تھا۔ مستعد اخلاص کیش جاں نثاروں کو فتح وظفر کے بعد خلعتیں دینے اور انعام تقسیم کرنے کے لئے ایک شاندار جلسہ کیا گیا تھا۔ ان کے بعد آنے والوں نے اب تک وہ یادگار قائم رکھی اگرچہ وہ بادشاہ وہ سلطنت نیست ونابود ہو گئی اور وہ حاکمانہ اقتدار غلامی کی رسوائی سے مبدل ہو گیا لیکن فتح ونصرت کے گیت گانے اور ہزار برس کے پیش آئے ہوئے ایک معمولی واقعہ کا سانگ بنانے کے لئے آج تک کروڑوں انسان سال بھر اس دن کا انتظار کرتے ہیں اور اس کو اپنا مقدس مذہبی تہوار کہتے ہیں۔ ان تہواروں میں لیلا رچائی جاتی ہے، سانگ کھیلے جاتے ہیں لہو ولعب اور عیش وعشرت کی گرم بازاری ہوتی ہے۔ مجھے ان تہواروں کے نام لینے کی ضرورت نہیں۔ ہندوستان کے رہنے والے ایسے تہواروں سے خوب واقف ہیں۔ دوسری قسم کے وہ تہوار ہیں جن کی بنیاد وقت کی پوجا اور موسم کی پرستش پر رکھی گئی ہے ایک موسم کے استقبال کے لئے کروڑوں انسان اپنی وضع، لباس، ہیئت افعال آداب میں عظیم الشان تبدیلیاں کر ڈالتے ہیں۔ کہیں چراغ روشن کر کے کروڑوں من تیل پھونک دیا جاتا ہے۔ جوے اور شراب اور اسی قسم کے افعال کا دور دورہ رہتا ہے۔ کہیں آنے والے موسم کا استقبال لاکھوں من آگ جلا کر اور دھول اڑا کر کیا جاتا ہے۔ رنگ پھینک پھینک کر انسانوں کے لباس اور صورتیں وحشتناک بنادی جاتی ہیں۔ مردوں اور عورتوں کے ہجوم نکلتے ہیں اور عیش وعشرت کو مخصوص حصہ ہائے ملک میں بڑی خوشی سے بے حجاب کر دیا جاتا ہے۔ غرض اسی طرح

کے جشن و جلوس، عیش و عشرت کے کھیل و نہار سرمستی اور وارفتگی کے اوقات تہوار کہے جاتے ہیں ان اوقات میں لذات و شہوات کے عمیق سمندر میں غرق ہوتے ہیں اور وہ ہزار ہا برس کے پرانے کسی ایک واقعہ سے جو اس بعید زمانے میں کسی ایک شخص کو پیش آیا ہو اور اس کا کوئی اثر و نشان باقی نہ رہا ہو اور اس قوم کا اوج و عروج ایک کہانی رہ گیا ہو۔ اپنے فرح و سرور میں جان ڈالتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ سرور ذاتی سرور نہیں ہے جو اپنی ذاتی امنگوں اور اپنے قلبی ولولوں سے پیدا ہوا ہو بلکہ وہ پرائے جذبات پر سرور سرائی ہے۔ جس طرح بے قید لوگوں کی شادی میں باجے بجانے والے باجے بجاتے ہیں اور گویے گاتے ہیں یہ گانا اور بجانا دوسروں کے جذبات کی ہواداری ہوتا ہے اور ان کا اپنا دل ایک مزدوری سے زیادہ کوئی سرور و کیفیت اس سے حاصل نہیں کر سکتا یہی کیفیت ان تہواروں کی بھی ہے بلکہ اتنا فرق ہے کہ وہ زندہ اور موجود شخص کے واقعی جذبات اور سچی امنگوں کو اپنے نقلی سرور و طرب سے ظاہر کرتا ہے اور یہ مردہ اور زمانے کے پامال کئے ہوئے اشخاص کے پرانے دقیانوسی ولولوں کی نغمہ سرائی کرتے ہیں نہ خود صاحب جذبہ ہیں نہ صاحب جذبہ کے ساتھی۔ فنا شدہ قوم کے مردہ جذبات کے گیت گاتے ہیں دوسری بات یہ ہے کہ ان کی تمام امنگیں، تہوار کے جملہ افعال و حرکات دائرہ عیش و عشرت اور حدود لذت و شہوت کے اندر محدود ہیں اور ان کی بنا جن جذبات پر رکھی گئی ہے وہ بھی سب جسمانی لذات و خواہشات کے احاطہ کے مقید ہیں ابتدا سے انتہا تک روحانیت کی تجلی کہیں نہیں اور انسان کے خود اپنے ذاتی جذبات کی تربیت و اصلاح سے یہ تمام تہوار عاری ہیں۔

ہندوستان میں قربانی کا قدیم رواج

کہیں کہیں اب بھی اور زمانۂ قدیم میں بالعموم ان تہواروں کے ساتھ مختلف جانوروں کی قربانی بھی شامل تھی تاریخوں سے اور ہندوستانی اقوام کی مذہبی کتابوں سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے اور اتنی زبردست قوت کے ساتھ کہ معقول طریقہ پر اس کا انکار ناممکن ہے حتیٰ کہ

Scanned by CamScanner

ویدوں میں ہندوستان کے قدیم باشندوں کو قربانی نہ کرنے پر ملامت کی ہے۔ مؤرخین کا خیال یہاں تک ہے کہ ہندوستان میں علم ہیئت اور علم تشریح وغیرہ کی ضرورت ہی قربانی کی وجہ سے ہوئی۔ (دیکھو مختصر تاریخ اہلِ ہند) لیکن یہ قربانی بھی اسی حیثیت کی ہے جو حیثیت تہواروں کی ہے یعنی پرانے اقبال مند لوگ جن کو اس ملک کے دیوتا کہتے ہیں۔ ان کے اقبال کی تہنیت قربانی سے ادا کی جاتی ہے اور وہ قربانیاں اپنے ان پیشرو لوگوں کی عزت و معبودیت کی عملی تصدیق کے طور پر پیش کی جاتی ہیں

اس بیان سے اتنا صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ اس ملک کے تہوار اوقات کو عیش و عشرت اور لذات و شہوات میں مصروف کرتے ہیں ان کی بنا گزرے ہوئے لوگوں کے مُردہ جذبات کی کہانی دہرانے یا موسم کی پوجا کرنے پر ہوتی ہے۔

ان تہواروں کی بنیاد ذاتی جذبوں پر نہیں ہوتی۔ یہ تمام تہوار روحانیت کے فیوض و برکات سے خالی ہیں۔

اسلامی تہوار

اب میں آپ کو اسلامی تہواروں پر ایک اجمالی نظر ڈالنے کی دعوت دوں گا آپ کو غور کرنا ہوگا کہ دنیا کے تہواروں کو اسلامی تہواروں سے کچھ بھی مناسبت ہے۔ عید ہو یا بقرعید یا شبِ برات۔ اسلامی شریعت نے اس کو ہر مسلمان کے لئے سرور بنایا ہے ان تہواروں میں مسلمانوں کی حیثیت شادی کے نقال کی سی نہیں ہوتی جو پرائے جذبہ پر اُچھلتا کودتا ہو بلکہ وہ ایک مہینہ کامل روزہ دار رہ کر نفس کی اصلاح کر کے طاعتوں اور عبادتوں میں مشغول رہ کر روحانیت کو جسمانیت پر قوی اور غالب کر لیتا ہے اور قوتِ روحانی سے جذباتِ نفسانی اور شہوانی کو مقہور و پامال کر ڈالتا ہے تب اس روحانی کامیابی پر اس کے لئے ایک روحانی سرور کا وقت آتا ہے اس کو عید کہتے ہیں۔ اس عید میں وہ شہوت پرستانہ عیش و عشرت کے لئے اپنی ہستی کو پیش نہیں کرتا بلکہ روحانی کامیابی پر اپنے پروردگارِ حقیقی محبوب مالک الملک قادرِ مطلق کی شکرگزاری کے لئے سرِ نیاز جھکاتا ہے۔ ناصیہ ارادت سے بارگاہِ صمدیت میں جبین سائی کرتا ہے اتنی مدت کی ریاضت سے اگر نفس کو اپنی پاکبازی اور ریاضت پر کچھ عجب و ناز پیدا ہو تو

اس کو دو گانۂ شکر سے دور کر دیتا ہے جس کے یہ معنیٰ ہیں کہ میں نے مہینہ بھر کے روزے، راتوں کا قیام لذائذ کا ترک، قرآن کریم کی تلاوت، نفس کو اس کے خواہشات سے روکنا ایسا عظیم الشان مجاہدہ میری ہمت و قوت کا ثمرہ نہیں ہے۔ اے کریم کارساز یہ سب تیرے توفیق و کرم سے میسّر آیا اور طاعت و بندگی کی منزل میں یہ کامیابی حاصل ہونے کا شکر تیری درگاہ میں رکھے ہوئے پیشانی ادا کر رہی ہے یہ دن روحانیت کی ترقی قلب کی صفا نفس کی جلا اور انسان کی حقیقی سعادت کا دن ہوتا ہے نہ یہاں پرائے دلوں پر سرور بے ہنگام ہے۔ نہ اپنے نفس کو شہوات کے دریا میں غرق کیا جا رہا ہے نہ کسی وقت کی پرستش ہے نہ کسی گذرے ہوئے شخص کی دنیوی کامیابی کی غیر مہذب مبارکباد ہے۔ اسلام کے تمام تہوار خداشناسوں کی روحانی کامیابیوں کے روحانی سرور کا نام ہے جس کو وہ اپنے مالک و خالق کی طاعت و عبادت سے ادا کرتے ہیں اور ان کی سب سے بڑی خوشی وہی خاک میں رکھا ہوا سر ہوتا ہے جو اپنی زبان حال و قال سے حضرت قادر صمد جل جلالہ کی وحدت و کبریائی کا خطبہ پڑھتا ہے۔

دوسری عید: طالبانِ خدا و عاشقانِ کبریا کی ایک بڑی ریاضت حج ہے جس میں وہ اپنے محبوب وطن اور عزیز رفقا ر پیارے احباب اور سارے اہل و عیال اور مالوف مسکن سب کو چھوڑ کر ایک طویل اور دشوار گذار سفر راہِ خدا میں اختیار کرتے ہیں وہ تمام چیزیں جو نفس کو محبوب ہیں اور جن سے انسانی خواہشات کا قوی رابطہ ہے، طالبِ حق بڑی مردانگی سے ان سب کو ٹھکرا کر محبوب حقیقی کی رضاجوئی کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے پھر اگر بادشاہ بھی ہو تو شاہانہ سطوت و جلال کے ساتھ نہیں بلکہ فقیر خستہ حال کی شان میں اپنے پیکرِ جسمانی کو بندگی و عبدیت کا نقشہ بنا کر لیجاتا ہے کفن کی طرح ایک چادر لپیٹی ہوئی ہے اور بس! امیر ہو یا غریب بادشاہ ہو یا فقیر سب احرام پوش ہیں اور یادِ الٰہی کی محویت کا یہ عالم کہ بدن کی زیب و زینت سے قطع تعلق ہے۔ قدم قدم نفسانی خواہشات ذبح ہوتی چلی جاتی ہیں اس طرح خانۂ کعبہ پہنچتا ہے۔ سعی و طواف کے مجاہدوں سے خوگر آسائش نفس کو تازہ دیکر اس کی ظلمانیت دور کرتا ہے اور لمحہ لمحہ طاعت و عبادتِ الٰہی میں گذارتا ہے۔ جان مال آسائش راہ الٰہی میں خرچ کر ڈالتا ہے۔ ایک اجماع عام میں جہاں دنیا میں ہر ملک و وضع کے لوگ مختلف صورتوں میں

مختلف عادتیں، مختلف وضع، مختلف لباس، مختلف زبان، مختلف بول چال رکھنے والے ایک ہی وضع ایک ہی شان ایک ہی لباس میں حاضر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا خطبہ سنتا ہے اگرچہ اس بیت اللہ کا طواف صفا و مروہ کی سعی حج بیت اللہ اس سے پہلے بھی بزرگوں نے ادا کی ہوں لیکن یہ فقط انہیں کے جذبات اخلاص کا ترجمان نہیں ہے خود اپنے گھر سے اپنا جذبہ لیکر چلا ہے اپنے نفس کو راہِ خدا میں ترک مرغوبات کی اصلاح سے شائستہ بنا چکا ہے اس لئے وہ پرائی امنگوں کا بے ذوق معنی یا نقال نہیں ہے۔ اگرچہ اہل اللہ کی ریاضت اور ان کے اخلاص وطاعت کی نقل محض بھی روحانی ترقی کے لئے بہترین ذریعہ ہوسکتی تھی لیکن یہاں مجاہدات کی دشوار گذار منزلیں خود اس نے اپنے نفس سے طے کرائی ہیں اور جذباتِ خدا طلبی میں اس کا نفس محض ناقل وحاکی نہیں ہے۔ ان مراتب کو ادا کرنے کے بعد اور جانی مالی اور خواہشاتِ نفس کی قربانیوں سے جو صفا قلب کو حاصل ہوتی ہے اور جو قربِ حق روح کو ملتا ہے یہ انسانی سعادت کی ایک اعلیٰ منزل ہے جس کی کامیابی پر روحانی فرحت و سرور بالکل بجا ہے اس لئے مناسک کو ادا کرکے پھر اس کے لئے ایک فرح و سرور کا دن ہوتا ہے جسے عید اضحیٰ کہتے ہیں اس دن بھی وہ نفسانی اور شہوانی لذائذ کی طرف ملتفت نہیں ہوتا بلکہ روحانی نعمت کی شکر گزاری میں سرنیاز خاک پر رکھ کر طاعتِ الٰہی بجالاتا ہے۔ اس عید کو بھی دوگانہ ادا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی کا خطبہ پڑھتا ہے اور چونکہ روحانی وجسمانی عبادت ادا کرنے کی توفیق ملی ہے اور اپنے مال ومتاع کو قربان کرنے میں کامیاب ہوچکا ہے اس لئے خاص اللہ کے لئے اپنے اپنے مال کی قربانی کرتا ہے جو جان نثاری کا ترجمان اور بذل نفس کا حاکی ہوسکے،

قربانی اور مسلمانوں کا طریق عمل

مذکورہ بالا بیان سے خوب واضح ہوچکا ہے کہ عید اور تمام اسلامی تہوار عبادت ریاضت اور ادائے شکر الٰہی کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان اوقات میں مسلمانوں کے قلوب اغیار کے خیال سے فارغ وخالی ہوکر اپنے رب عزوجل کی یاد میں مشغول ہوتے ہیں۔ عشقِ الٰہی کے جذبات انھیں فرصت

نہیں دیتے کہ وہ کسی دوسری طرف نظر ڈالیں۔

دوسری قوموں کی طرح مسلمانوں کے تہوار عیش و عشرت کا مظاہرہ نہیں ہیں جس میں انھیں دوسروں کی طرف نظر ڈالنے اور جنگ جوئی کرنے کی ضرورت پیش آئے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان بالعموم ہر مقام پر ہمیشہ اپنے تہواروں کے زمانہ میں صرف اپنی عبادات میں مصروف رہتے ہیں اور کوئی چھیڑ چھاڑ یا جنگ و جدل وہ اپنے لطف عبادت کے لئے مخل جانتے ہیں اور کبھی اپنی طرف سے برسرِ پیکار نہیں ہوتے۔

قُربانی، ایک مسلمان نعمت الٰہی کے شکر میں بجالاتا ہے اس میں اخلاص اور محض رضائے حق اس کا مقصد ہوتا ہے۔ کسی کو چڑانے کا خیال بھی وہ اپنے اخلاص کے لئے مضر اعتقاد کرتا ہے۔ اور فتنہ و فساد جو بدترین چیز ہے اور جس کو مسلمان ہر وقت بُرا جانتا ہے اس کو اس وقت اور زیادہ بُرا سمجھتا ہے۔ افسوس غیر مسلم اکثریت جو مسلمانوں کو نیست و نابود کر ڈالنے کا عزم بالجزم کر چکی ہے وہ مسلمانوں کو اس وقت اپنے مشاغل طاعت و بندگی میں نہایت مصروف دیکھ کر موقع سمجھتی ہے کہ ان پر حملے کرے اور انھیں جانی مالی ہر طرح کے نقصان پہنچائے مسلمان کتنا بھی امن و عافیت کا لحاظ رکھیں مگر سنگدل جفا کار ان کی امن پسندی سے غلط فائدے اٹھاتے ہیں۔ اور ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ ڈالتے ہیں ان کی منظم جماعتیں پہلے سے آمادۂ جنگ موقع کی منتظر ہوتی ہیں وہ ایک دم مسلمانوں پر بلائے بیدرمان کی طرح ٹوٹ پڑتی ہے، ایک جماعت حکام کے پاس دوڑ جاتی ہے وہ مظلوم مسلمانوں کو ظالم و فتنہ انگیز بتا کر انھیں قانونی شکنجہ میں کسنے کی تدبیریں کرتی ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مسلمان ہی پٹتے ہیں مسلمان ہی مارے جاتے ہیں، مسلمان ہی لٹتے ہیں۔ مسلمانوں ہی کے گھر اور مسجدیں جلائی جاتی ہیں اور مسلمان ہی ماخوذ ہوتے ہیں وہی گرفتار کیے جاتے ہیں انھیں کو لمبی لمبی سزائیں ہوتی ہیں۔

کیا مسلمان قربانی چھوڑ دینگے؟

غیر مسلموں کو اس سے تو مطمئن ہو جانا چاہئیے کہ اگر ان کے ظلم و ستم سے (خدانخواستہ) ہندوستان کے تمام مسلمان ذبح کر ڈالے جائیں تو بھی وہ اپنے آخری لمحۂ زندگی تک اپنے دین، مذہب اور اپنے فرائض کو چھوڑنے والے نہیں۔ جان کا خوف، مال کا خطرہ انھیں ان کے فرائض کی ادا سے نہیں روک سکتا۔ ان کا اعتقاد ہے کہ راستبازی اور نیکوکاری حق کی حمایت اور دین کی پابندی میں موت آنا بے دینی کی ذلیل زندگی سے کروڑوں درجہ بہتر ہے جس کو وہ اپنے لئے عالم تصور میں بھی گوارہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے غیر مسلموں کے قتل و غارت سے قربانی تو بند نہیں ہو سکتی۔ وہ مسلمانوں کا جائز حق ہے اور اس کو وہ اپنے حدود میں باحتیاط انجام دیتے ہیں غیر مسلموں کا اس کے درپے ہونا شدید ظلم اور انتہا درجہ کی ناانصافی ہے۔

یہ کس قدر حیرت انگیز بات ہے کہ مسلمان تو جیو ہتیا کے جرم سے گردن زدنی قرار پائیں اور کروڑوں غیر مسلم اس فعل کے مرتکب ہو تو ان کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکے

غیر مسلموں میں یہ جذبہ کس نے پیدا کیا

ایک سوال ہوتا ہے کہ مسلم کشی کا یہ جذبہ غیر مسلموں میں کس نے پیدا کیا اور یہ سوال نہایت برمحل و باموقع ہے اس کا جواب ظاہر ہے کہ یہ جذبہ گزرے ہوئے زمانہ کے غیر مسلم و مسلم اتحاد نے پیدا کیا ہے۔ خلافت کمیٹی کے عہد بقیدی میں جس کے علم بلند کئے گئے تھے اور مسلم نما لیڈر مسلمانوں سے پکار پکار کر یہ کہہ رہے تھے کہ غیر مسلموں سے ہمارا اتحاد ہے گاؤ کشی بند کرو۔ نقلی اور جعلی مولانا جو اس زمانہ چندہ کی بدولت بہت سے پیدا ہو گئے تھے اس مضمون پر بڑی گرم اور خونخوار تقریریں کرتے تھے ع اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

لیڈروں اور مقرروں کی تقریروں نے غیر مسلموں میں ایک جوش پیدا کر دیا وہ نمائشی اتحاد تو چند دن بھی نہ ٹھہرا اس کے یہ زہریلے اثرات تک باقی ہیں۔

مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے؟

حالاتِ موجودہ مسلمانوں کو اپنے حق کی حفاظت میں اپنی قدیم امن پسندانہ روش کے ساتھ مضبوطی سے قائم رہنا چاہیئے۔ اور جو لوگ مسلمانوں کی سربراہی کے لئے آگے بڑھا کرتے ہیں لیڈری کے مدعی ہیں، پیشوائی کے دعویدار ہیں اور وہ حضرات جو مسلمانوں سے ووٹ حاصل کر کے ایوانِ حکومت میں عزت کی کرسی حاصل کرتے ہیں انھیں مسلمانوں کی حفاظت جان و مال وامن وعافیت کے لئے ایک باقاعدہ مستقل سعی کرنا چاہیئے۔ مگر ان اصحاب کی بیدردی دشمن کے جفاکارانہ حملوں سے کم نہیں ہے مسلمان لٹتے ہیں، مارے جاتے ہیں مگر ان سرمستانِ بادۂ عشرت کو خبر نہیں ہوتی یہ مسلمانوں کی حمایت میں لب کشائی کی جرأت نہیں رکھتے۔ اگر غیر مسلموں کی قوت سے اس قدر مرعوب ہو گئے ہیں تو انھیں مسلمانوں کی طرف سے پیشوائی اور نمائندگی کے لئے آگے بڑھنا نہیں چاہیئے اور آئندہ مسلمان بھی ایسے ناکارہ اور معطل لوگوں کو آگے نہ بڑھائیں جو وقتِ ضرورت بالکل ان کے کام نہیں آ سکتے۔

ہمیں گورنمنٹ سے یہ کہدینا ہے کہ جب اس نے مذہبی آزادی دینے کا اعلان کیا ہے تو وہ ذمہ دار ہے کہ ہم اس کے عہدِ حکومت میں اپنے دینی امور بآسانی وآزادی ادا کر سکیں۔ اور کوئی ہماری عبادات کے ادا میں مخل نہ ہو سکے، ہم امن رکھتے ہیں اور امن چاہتے ہیں۔ مگر فسادیوں کی فساد انگیزی سے محفوظ رہنے ہیں گورنمنٹ کو ہماری اعانت کرنا چاہیئے۔ یا ہم کو وہ رقبہ بتا دیا جائے جہاں ہم بود وباش کر کے ستمگاروں کی دراز دستیوں سے محفوظ رہ سکیں۔

شریعتِ مطہرہ کا احترام

ایک مسلمان سچا مسلمان شریعتِ طاہرہ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز اور پیارا سمجھتا ہے۔ اس پر مٹنا، فدا ہونا اپنی اعلیٰ ترین سعادت اعتقاد کرتا ہے۔ ایمانی جذبات کی امنگیں اس کو شریعت پر قربان ہونے کے لئے آرزومند بنائے رکھتی ہیں وہ اپنے عمل سے اپنے طریق زندگی سے اسلام کی جاں نثاری کا ایک منظم ثبوت ہوتا ہے۔ عہدِ گذشتہ کا ہر مسلمان ایسا ہی تھا اس کی نظر میں شریعتِ طاہرہ ہر چیز سے زیادہ محترم تھی اور وہ اس کی حفاظت و حمایت پر اپنے آرام و راحت مال و دولت، اولاد و عزت سب کو نثار کرتا تھا مگر شریعت کے جامہ پر ایک شکن آنا اس کو گوارہ نہ تھی۔ دینِ پاک میں ایک شمہ تغیر اس کی آنکھ نہ دیکھ سکتی تھی۔ اسلام کے کسی انداز میں ذرہ برابر فرق آنا اس کا قلب برداشت نہ کر سکتا تھا۔ میدانِ کربلا کے خاکی صفحات پر خاتونِ جنت کے نونہالوں نے اپنی گردنیں کٹا کر خونی حرفوں سے حمایتِ اسلام کے قیامت تک نہ مٹنے والے نقوش ثبت فرمائے ہیں جو عقل و دماغ والے، دل و جگر والے، ہمت و استقلال والے صبر و استقامت والے، صدق و دیانت والے، راستی پسند اور راستی شعار انسانوں کو ہمیشہ درسِ عبرت دیا کریں گے۔ سعادت مند اور خوش نصیب دنیا روزِ آخر تک ان سے حمایتِ ملت و نصرتِ دین کے سبق لیتی رہے گی۔ حضور سید انبیاء محبوب کبریا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک و مقدس تعلیم کو شہدائے کربلا کی جانبازیاں دلوں سے فراموش نہ ہونے دیں گی۔ جنہوں نے ایک فاسق بدطینت کی بیعت سے وقارِ اسلام کو صدمہ پہنچنا گوارہ نہ کیا اور اپنے کنبہ اور خاندان، عزیز و برادران دل کے ٹکڑوں اور گود کے پالوں کو راہِ خدا میں نذر کر دیا۔

عہدِ صدیقی

ادوارِ خلافت میں خلافتِ اولیٰ کا مبارک عہد اپنی بے مثال خوبیوں میں نمایاں نظر آتا ہے اگر خلفائے راشدین کی ہر ایک خلافت تاریخِ دنیا

ہیں عدل وانصاف، نظم ونسق، سیاست وملک داری کا نیّرِ عالم افروز ہے جس کے سامنے دنیا کی تاریخ کسی دوسری دنیوی سلطنت کا نام پیش کرتے شرماتی ہے لیکن عہدِ صدیقی اپنی شان میں سب سے نرالا عہد ہے جس میں امن وامان علم وتحمل سر پر آرائے سلطنت تھا۔ تدبّر کی زبردست فوجیں نبرد آزما لشکروں سے زیادہ فاتحانہ کامیابیوں کے مناظر دنیا کی نگاہ کے سامنے پیش کر رہی تھیں اس مبارک عہد میں بھی شریعتِ طاہرہ کی حفاظت کا مسئلہ اتنے مہتم بالشان طریقہ پر نظر آتا ہے کہ زکوٰۃ کے نہ دینے اور اس شرعی حکم کی مخالفت کرنے پر مجسمۂ حلم وتدبر خلیفۂ اوّل صدیق اکبر تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھکر آمادۂ جہاد ہوجاتا ہے اور اس رحم طینت کرم خصلت خاطر اقدس دینِ پاک کے ایک فرض میں فرق آنا برداشت نہیں کرسکتی۔ اگر ان کے عہد میں کوئی شخص دینِ پاک کے احکام کے حضور گردن جھکانے میں تامّل کرنا چاہے یا کوئی گردن فرمانِ شریعت کے حضور نہ جھکے تو صدیق جیسے کوہِ حلم کی تلوار اس سرکش کی گردن جدا کرنے اور اس کا خون چاٹنے کے لئے پیاسی نظر آتی ہے۔ ایسی بے شمار مثالوں سے عالم کی تاریخ لبریز ہے۔

بزرگانِ اسلام! اپنے نفس اور اپنے اہل وعیال کے متبع شرع بنانے اور مستحبات و مندوبات کے احترام پر دوسروں سے زیادہ اپنے حق میں سخت نظر آتے ہیں۔ اسلام کے ترقی کا دور ہر طرح سے شرعِ مطہر کے احترام کا محافظ پایا جاتا ہے اور دنیا میں کبھی وہ قوم اپنے عزّ ووقار بلکہ اپنی زندگی وحیات کو باقی اور محفوظ نہیں رکھ سکتی جو اپنے خصوصیات وامتیازات اپنے آئین وقوانین کی حفاظت پر اپنی پوری طاقت اور انتہائی جدّ وجہد صرف نہ کردے، جو قوم اپنے امتیازات کو محفوظ نہیں کرسکتی اس کی بقا حرفِ غلط سے زیادہ ناپائیدار ہے۔

روزِ سیاہ

آج وہ روزِ سیاہ ہے، بدنصیبی کی وہ گھنگھور گھٹا چھائی ہے کہ دشمنوں کے ظلم وستم کی بارشوں کے باوجود مسلمانوں کی بدمذاقی کا نشہ بڑھتا ہی جارہا ہے۔ بدنظمی ترقی پر ہے، طرح طرح کے مہلک امراض نے گھیر لیا ہے۔ ہر شخص لیڈر بن کر اسٹیج پر آجاتا ہے۔ بیش قدمی وآزادی کے ساتھ جو چاہتا ہے کہتا ہے، آزادی فخر سمجھ لی گئی ہے اور ایرانِ ہوا نے اپنے نام کے ساتھ آزاد کا لقب اپنا طرّۂ امتیاز بنالیا ہے۔ علم وکمال کا زہد ودری کا صدق د

دیانت کا کوئی امتحان لیڈر بننے کے لئے درکار نہیں ہے البتہ چندہ مانگنے میں مشق بہم پہنچانا اور طرح طرح کے حیلوں سے مسلمانوں کی جیبیں خالی کرنا تو لیڈر کے فرائض میں سے ناقابلِ ترک فرض ہے اور کسی قسم کا کوئی معیار نہیں۔ بدچلن سے بدچلن خائن سے خائن فاسق فاجر بے علم، شراب خور، مجموعۂ شرور شخص لیڈر بنکر دنیا کو گمراہ کرنے کے لئے اسٹیج پر آجاتا ہے اور اپنی جہالت اور بے دینی سے خلق کو گمراہ کرتا رہتا ہے کوئی پرسان نہیں ہے کہ مسلمانوں کی ہدایت وارشاد کی سند آپ کو کہاں سے تفویض ہوئی، اور پیشوائی ومقتدائی کی دستار کن ہاتھوں نے آپ کے سر پر باندھی، اسلام کی کونسی شایانِ خدمتیں انجام دینے اور شریعت کی کیا پابندی کرنے کی جزا میں یہ منصب جناب کو ملا ہے،، کوئی نہیں ہڑبونگٹ بھی ہوئی ہے۔ ہر خود غرض طماع حریص بندہ نفس لیڈر بن کر خلق کو گمراہ کرنے کے لئے میدان میں آجاتا ہے۔ علماء اسلام اور بزرگانِ دین پر تبرا سب وشتم اس کا معیار قابلیت ہوتا ہے اور بے قیدی کے ساتھ وہ اسلام اور شرع اسلام پر سفاکانہ وبے رحمانہ دراز دستی کرتا ہے۔

مسئلہ سود

ایسے خود ساختہ اسیرِ نفس لیڈروں نے جہاں بے دینی وگمراہی کے اور بہت سے جال پھیلائے ہیں وہاں سود کو حلال کرلینے اور شرع مطہر کے احکام کو مٹا ڈالنے اور قرآنِ پاک کی ربانی وحقانی تعلیم پر پردہ ڈالنے کے لئے بھی ان کی کوششیں لگاتار جاری ہیں۔ تحریر وتقریر سے مسلمانوں کو اسلام کے ایک زبردست اور مضبوط حکم کو توڑ ڈالنے کی ترغیبیں دے رہے ہیں۔ اخباروں میں ایسے فساد انگیز اور گمراہ کن مضامین نکل رہے ہیں۔ ۲۸ر جولائی ؁ء کے ہمدم میں سود کو رائج کرنے اور اس کو حلال کر ڈالنے اور شرع اسلام کو تبدیل کرنے پر کسی صاحب نے بہت زورِ قلم صرف کیا ہے۔ عاقبت کی تو پرواہ نہیں خداوند عالم جل وعلا اور اس کے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پُر از حکمت احکام کا تو لحاظ نہیں، غیر مسلموں کی تقلید سود خواری کا شوق پیدا کررہی ہے اور اس خیال سے کہ اگر ہم نے سود لیا تو دنیا سود خوار کہے گی اور مسلمان موردِ الزام سمجھیں گے اور ایسے شخص اور اس کے مال کو نفرت وحقارت کی نظر سے دیکھیں گے ایک حرام قطعی کو حلال کرنے کی کوشش میں اپنا اور دوسروں کا دین برباد کیا جاتا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ ؎

Scanned by CamScanner

شرعِ اسلام نے سود کو قطعی حرام کیا

شرعِ اسلام سود کو قطعی حرام فرماتا ہے

اور اس کا حلال جاننے والا شریعت کے حکم کا مخالف اور اس کے آئین کو توڑ کر حدودِ اسلام سے باہر ہو جاتا ہے اور شریعتِ طاہرہ ایسے شخص پر کفر کا حکم دیتی ہے۔ پناہ بخدا یہ سرکشی کہ خداوندِ عالم جس چیز کو حرام فرمائے اسلام کا دعویدار ہو کر کوئی شخص اس کو حلال کہے "تف ہزار تف"، اور پھر یہ کہنا کہ شریعت نے تجارتی سود کو حرام ہی نہیں کیا شریعتِ مطاہرہ اور قرآن پاک پر افترا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ط (سورہ بقر)

جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن کھڑے ہونگے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط بنا دیا ہو۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ سود خوار روزِ قیامت مخبوط بدحواس کی طرح اٹھیں گے اور ان کی یہ شان ہوگی کہ مصروع کی طرح اٹھتے ہیں اور گر پڑتے ہیں اٹھتے ہیں اور اٹھنا دشوار ہے جو سود کھایا ہے پیٹوں میں بار ہے۔ اہلِ موقف کے لئے سود خواروں کا یہ اٹھنا اور گر پڑنا سود خواری کی علامت ہے اور سود خواری کی ذلت ہے جو قبر سے اٹھتے ہی اس کو گھیرے گی۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اٰکِلَ الرِّبٰوا وَمُوْکِلَهٗ وَکَاتِبَهٗ وَشَاهِدَیْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود لینے والے دینے والے لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر سب پر لعنت کی اور فرمایا کہ وہ سب برابر ہیں۔

قرآن پاک میں سود خواروں کا یہ حال بدمآل بیان فرمانے کے بعد اس کے سبب کا ذکر فرمایا ہے جس سے اس شخص کا حکم بھی صاف و صریح معلوم ہوتا ہے جو تجارتی سود کو مباح کہتا ہے۔

ارشاد ہوا:

Scanned by CamScanner

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا

یہ عذاب، اس سبب سے ہے کہ انھوں نے کہا کہ بیع سود ہی کی طرح ہے اور (حقیقۃ الامر یہ) ہے کہ، اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام فرمایا۔

اس آیت مبارکہ میں سود کی حرمت کا کیسا صاف و صریح اور غیر مشتبہ بیان ہے اور جو لوگ سود کو بیع کی طرح حلال قرار دیتے تھے ان کے بطلان کا اظہار ہے ان آیات کو دیکھنا اور نابینا بن جانا ان کے معانی بدلنے کی کوشش کرنا، دین کی، اسلام کی خدا اور رسول کی مخالفت اور کمالِ جرأت و بے دینی ہے۔ اس کے بعد حضرت رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

جس کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آئی (اور ممانعت سود کا حکم اسے ملا) پس وہ باز رہا (اور سود سے مجتنب ہوا) تو اس کیلئے ہے جو گذر چکا۔ (یعنی حرمت سود کے نزول سے قبل جو لے چکا اس پر مواخذہ نہ ہوگا) اور اس کا کام خدا کے سپرد ہے اور ایسی حرکت پھر کریں (سود کو حلال سمجھیں) وہ دوزخی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

تفسیر مدارک میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

لِاَنَّهُمْ بِالْاِسْتِحْلَالِ صَارُوْا كَافِرِيْنَ لِاَنَّ مَنْ اَحَلَّ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فَهُوَ كَافِرٌ فَلِذَا اسْتَحَقَّ الْخُلُوْدَ۔

کیونکہ وہ لوگ سود کو حلال جانکر کافر ہوگئے اس لئے کہ جو شخص اللہ کی حرام کی ہوئی چیز کو حلال جانے وہ کافر ہے۔

یہ ہے حکم قرآنی اور اس پر ان لوگوں کی یہ جرأتیں ہیں العیاذ باللہ، اس کے بعد رب العزت ارشاد فرماتا ہے

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ

اللہ تعالیٰ سود کو ہلاک کرتا ہے اور خیرات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کو پسند نہیں کوئی ناشکرا بڑا گناہ گار

اللہ تعالیٰ تو سود کو ہلاک کرے مٹائے اور اسلام کے دعوے کرنے والے اس کو رائج کرنے

Scanned by CamScanner

کرنے رواج دینے میں سرگرم ہیں، اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔ اس کے ایک آیت بعد فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا	اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو
بَقِیَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ	باقی رہ گیا سود اگر تم مسلمان ہو۔

یعنی حرمتِ سود سے نزول کے قبل تمہارا جو سود دوسروں کے ذمہ باقی تھا اس کو نزولِ حرمت کے بعد چھوڑ دو اور نہ وصول کرو کہ اب سود حرام کر دیا گیا۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ	پھر اگر ایسا نہ کرو (یعنی اس سود کو وصول کرو) تو
مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ	یقین کرو اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کا

اب جو سود کے جواز پر زور دے رہے ہیں وہ خدا و رسول سے لڑائی پر آمادہ ہیں، کس منہ سے اسلام کا دعوےٰ کرتے ہیں۔

مسلمانو! ہوشیار ہو ان خدا و رسول سے جنگ کرنے والوں کی بات پر توجہ نہ کرو! یہ دشمنانِ خدا و رسول تمہیں ہلاکت میں ڈالیں گے۔

اخبار نویسوں کی بے قیدی

مسلم اخباروں میں ایسے مخالف اسلام مضامین کا شائع ہونا اور دین پاک کے مٹانے کا پروپگنڈہ کرنا اور اخبار نویسوں کا بجوش دلی اسے اپنے اخبار میں درج کرنا دین کی حمایت اور مذہب کی تائید میں ایک حرف تک زبانِ قلم پر نہ لانا نہایت افسوسناک اور قابلِ شرم جرم ہے پھر کس منہ سے وہ اپنے آپ کو مسلمان اور اپنے اخبار کو اسلام کا حامی کہہ سکتے ہیں۔ دنیا طلبی پر لعنت جو ایسی ایسی بیہودہ دشمنِ اسلام تحریک کی مخالفت میں زبان و قلم کو جنبش نہیں کرنے دیتی۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے آمین

سود میں سراسر ضرر ہے

شریعتِ طاہرہ کے تمام احکام حکمت سے مملو ہیں اگر کوئی قاصر اپنے قصورِ فہم سے اس حکمت تک نہ پہنچے تو یہ اس کی عقل کی کوتاہی ہے اور یقیناً حکمتِ ربانیہ کے اسرار تک رسائی میں

Scanned by CamScanner

عقل کا عاجز رہ جانا بہت ہی قرینِ قیاس ہے۔

جبکہ ایک معمولی عقل و دماغ کا انسان حکیموں اور فلسفیوں کے کلام کی تہ تک پہنچنے سے عاجز رہتا ہے تو اگر وہ حکمتِ الٰہیہ تک نہ پہنچے اور اس کی باریکیوں کو نہ سمجھے تو کیا تعجب ہے۔

بچہ استاذ کی تنبیہ و تنقید کی حکمت نہیں سمجھتا اور کھیل سے روکنے اور پابند کیے جانے کو اپنے حق میں مصیبت سمجھتا ہے اور اس کی عقل ان نتائج و فوائد تک نہیں پہنچتی جو اس تعلیم و تربیت پر مرتب ہونے والے ہیں۔ لیکن وہ جب یہ دیکھتا ہے کہ میرے مہربان باپ نے مجھ کو اس استاذ کی سپرد کیا ہے اور وہ ان تمام قیود و پابندیوں پر راضی ہے تو اس بچہ کو تسلی ہو جاتی ہے اور وہ اطمینان کر لیتا ہے کہ باپ کی مہربانی میں شک نہیں تو جو کچھ وہ میرے لئے کر رہا ہے وہ ضرور میرے حق میں بہتر ہے اگرچہ میری عقل اس کو نہ سمجھ سکی۔

ایک بچہ تو اپنے باپ کی محبت پر اتنا یقین رکھتا ہے مگر ان عقل و خرد کے دعویداروں پہ افسوس جنہیں پروردگارِ عالم کی حکمت و کرم پر یقین و اعتماد نہیں اور وہ اپنی عقل پُر از خطا کو غلط روی میں صرف کیے جاتے ہیں۔ مسلمان کو قرآن و حدیث کی ہر تعلیم پر تمام جہاں کی رائوں اور عقلوں سے زیادہ اعتماد ہوتا ہے اور وہ خدا اور رسول جل و علی و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے مقابل سارے جہان کو بے حقیقت جانتا ہے اس کے لئے شریعت کے ارشاد سے بڑھ کر اور کوئی چیز تسلی دینے والی نہیں سود میں بکثرت مفاسد ہیں اللہ تعالیٰ عقلِ سلیم عطا فرمائے تو انسان یہ سمجھ سکتا ہے کہ :

(۱) انصاف کی شریعت بلا عوض کسی کا مال لینے کو حلال نہیں کر سکتی سود بے عوض لیا جاتا ہے دیئے زید نے دس روپے تھے بارہ وصول کرتا ہے تو یہ دو محض بے عوض ہیں اس لئے ان کا لینا حرام ہونا ہی چاہیے اور اس حکم میں عقلِ سلیم ذرا بھی تردد نہیں کرتی۔

(۲) سود تجارت کو نقصان پہنچاتا ہے کیونکہ سرمایہ دار جب سود کے ذریعہ بے محنت مشقت دوسروں کی دولت پر قابض اور ان کی جائدادوں کا مالک ہو جاتا ہے تو وہ تجارت کی مشقتوں کو برداشت کرنا ناگوار سمجھتا ہے اور جس روپیہ کو تجارت میں لگا سکتا تھا اس کو جال بنا کر دوسروں کی دولتوں کی شکار

Scanned by CamScanner

کھیلنے کا لطف اُٹھاتا ہے اور تجارتوں کی ترقی کے ساتھ عامۃ الناس کے جو منافع وابستہ تھے ان میں بہت کمی آجاتی ہے۔

(۳) انسان کو روحانی طور سے بھی سود سے بہت نقصان پہنچتا ہے۔ احسان کرنے اور قرض حسن دینے کی عادتیں جاتی رہتی ہیں۔ اپنے کمزور غریب بھائی کو قرض دیکر اس کی دستگیری کرنا اور گری ہوئی حالت سے اٹھانا بگڑے ہوئے کو سنبھالنا یہ سب موقوف ہو جاتا ہے اور اس طرح دنیا برادرانہ رحم کی پاکیزہ خصلت سے محروم ہو جاتی ہے اور برادرانہ ہمدردی کا خون ہو جاتا ہے۔

(۴) حرص کا بدترین جذبہ جو انسان کی روحانیت کے لئے مہلک بیماری ہے نہایت قوی ہو جاتا ہے اور سود خور ہر شخص کے مال و جائداد، مکان کو حرص و طمع کی نظر سے دیکھتا ہے اپنے بھائیوں کے لئے مبتلائے مصیبت ہونے کی تمنا کرتا ہے کہ وہ کسی مصیبت و پریشانی میں مبتلا ہوں اور مجھ سے قرض لیں تاکہ میں ان کی جائدادوں اور املاک پر قابض ہوں۔

(۵) ظلم اور درندہ خصال سود خوار انسان کی طبیعت بن جاتی ہے اور وہ دوسروں کی تباہی اور بربادی سے خوش ہوا کرتا ہے، ایک آدمی اپنے تمول کی حرص میں ایک پورے خاندان اور اس کے متوسلین کو جو دنیا میں عزت و حرمت کے ساتھ عیش و راحت کی زندگی بسر کیا کرتے تھے نان شبینہ کا محتاج اور در بدر پھرنے اور بھیک مانگنے کے قابل بنا دیتا ہے اور اس طرح ان بیکسوں مجبوروں پر ظلم کرتا ہے کہ کبھی سے اُن کی تباہی و بربادی اور صدہا انسانوں کی مصیبت و نکبت پر ترس نہیں آتا۔ ہندوستان میں مسلمان اس کے خوب تجربے کر چکے ہیں اور سیاہ دل سود خواروں کے ظلم و جفا کے خوب مزے لے چکے ہیں صدہا ناز پروردے آج ان ظالموں کے بے رحمانہ سفاکیوں کی بدولت دھکے کھاتے پھر رہے ہیں۔ اسلام اس سیاہ دلی بدباطنی درندہ خصالی جفاشعاری ہلاہی حرص روح کو تاریک کرنے والے جذبات سے اپنے نیازمندوں کو بچاتا ہے اور رحم ہمدردی سلوک نیک جیسے پاک جذبات پیدا کرتا ہے۔ والحمد للہ رب العالمین، تعجب یہ ہے کہ اس صدی میں عملی طور پر سود کے مہلک اثر اور تباہ کن نتائج کا تجربہ ہو جانے کے بعد پھر کوئی شخص سود کو مفید ثابت کرنے کی کوشش کرے، اللہ تعالیٰ اس کو راہ راست دکھائے اور گمراہی سے بچائے آمین"

شبِ معراج کا ایک مختصر خاکہ

از
حضرت صدرُ الافاضل علیہ الرحمہ
بانی جامعہ نعیمیہ

لیلۃ الاسرا میں دیکھے کوئی معراجِ جمال
لن ترانی کہنے والا طالبِ دیدار ہے

نبوت کا گیارہواں سال رجب کی ستائیسویں تاریخ دوشنبہ کی شب شعب ابی طالب میں ام ہانی بنت ابی طالب کی دولت سرا فخرِ ارم بنی ہوئی ہے۔ کعبہ مقدسہ جو دنیا کا سب سے پہلا عبادت خانہ اور تمام عالم کا قبلہ ہے، روزانہ ملائکہ اس کی زیارت کو آیا کرتے ہیں اور دنیا کے حاجتمند ارمان بھرے دل لے کر اس کے پردوں میں لپٹ لپٹ کر بارگاہِ الٰہی میں اپنی التجائیں عرض کیا کرتے ہیں تمام جہان کے خدا پرست اپنی عبادتوں میں اسی بیت محترم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ یہ بیت محترم جس کی تعمیر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں سے ہوئی ہے۔ اور جس کے لئے گارا لانے کا کام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ذبیح اللہ انجام دیتے ہیں۔ وہ مقدس عمارت جس کا طواف مقربین بارگاہ کی دلی تمنا ہے۔ آج اس میں نرالی زیب و زینت ہے اس کی نورانیت کے جلوے اور انوار کی تابشیں آسمانوں تک پہنچ رہی ہیں۔ اس کے پہلو میں امہانی کا مکان ہے۔ اور آج کی شب اللہ کا حبیب عالم کا ہادی اس میں جلوہ افروز ہے اس کے حسن دلکش کی نورانی شعاعیں کعبہ مقدسہ کے در و بام پر جلوہ افروزی فرما رہی ہیں۔ نصف شب گزر چکی ہے، دنیا مصروفِ خواب ہے۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے بعدِ عشاء آرام فرمایا ہے۔ امہانی بھی سوچکی ہیں، عالم ملائکہ میں دھومیں مچ رہی ہیں۔ روحانیات کو خبر ہے کہ آج ہی کی شب لیلۃ الاسراء (شبِ معراج)، ہے۔ آسمان سے ملائکہ اتر رہے ہیں۔ جبریل و میکائیل علیہما السلام بہشتی براق لے کر آئے۔ براق دروازہ پر حاضر ہے۔ جبریل امین نے امہانی کی دولت سرا میں داخل ہو کر قبلہ گاہ ناز کو حسن ادب کے ساتھ بیدار کیا، چشم حق نما کھولی جبریل امین کو نئے ساز و سامان کے ساتھ نرالے انداز میں خدمت میں مستعد و کمربستہ ملاحظہ فرمایا، اور

پھر خوابِ شیریں سے ہم آغوش ہوگئے۔ راتوں بیدار رہ کر گنہگاروں کی مغفرت کے لئے دریا بہانے والی آنکھیں خدا جانے کس لطف میں خواب سے سرمگیں ہیں۔ آج کی خواب میں کیا لذت اور کس طرح کی ربودگی ہے کہ جبریل امین نے بیدار کیا اور پھر آنکھ لگ گئی، ملائکہ کی جماعتیں کی جماعتیں آستانہ معلٰی پر جلو میں چلنے اور شرف خدمت گزاری کی تمنائیں دلوں میں لیے منتظر ہیں۔ جبریل امین نے کچھ دیر انتظار کر کے پھر ادب و احترام کے ساتھ سلطان کو بیدار کیا پھر چشم دلنواز کھلی نظر جان پرور اٹھی، جبریل امین کے قدسی پیکر کو ایک نگاہ کرم سے نوازا اور پھر آنکھ لگ گئی۔ اس محبوبانہ ناز کے دلربا انداز پر کونین کی جانیں قربان، قدسی آستانہ پر حاضر ہیں۔ سردار ملائکہ خدمت پر کمر بستہ ہے۔ بار بار ادب کے عنوانوں سے شاہ عرش پایگاہ کو بیدار کرتا ہے اور نیند قدموں پر لوٹ جاتی نورانی نرگس پر قربان ہو جاتی ہے۔ مامور معذور ہے اور اپنے مالک و مولیٰ کے تعمیل حکم پر مجبور جنتیں نئی زیب و زینت کے ساتھ آراستہ ہو چکی ہیں، سمٰوٰت میں تشریف آوری کا غلغلہ بلند ہو چکا ہے آسمانی نور پیکر تمنائے دید میں سرشار ہیں ناچار ملکوتیوں کا سردار پھر اس محبوب ذی وقار کو شاہانہ آداب کے ساتھ انتہائی رعایت و لحاظ کے ساتھ بیدار کرتا ہے۔ پھر جمیل جہاں پرور نے آنکھ کھولی قدسی پیامبر کی قسمت کھلی، ایک نظر انور سے اس کی طرف ملاحظہ فرمایا۔ جبریل امین نے بے توقف و بے درنگ حضرت رب العزت عزّ و علا تبارک و تعالےٰ کی طرف سے پیغام طلب پہنچا کر کعبہ مقدسہ میں رونق افروز ہونے کی التجا کی۔ سرورِ انبیاء نے شرفِ قبول سے سرفراز فرمایا۔ قدم ناز اٹھا اور رحمت مجسم کعبہ مقدسہ میں جلوہ افروز ہوئے نورانی رخساروں کی تابشوں سے کعبہ مقدسہ جلوہ گاہِ محبوب بنا کعبہ مقدسہ میں پھر کعبہ جمال نے آرام کیا، جبریل، میکائیل اس سرورِ انور نور مصور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زمزم کے قریب لائے اور وہاں شقِ صدر کی خدمت انجام دی اور قلب مبارک کو سنہری طشت میں آبِ زمزم کے ساتھ غسل دے کر حکمت و ایمان سے لبریز کر کے سینہ مبارک میں رکھا اور سینہ شریف کو ہموار کر دیا۔ شق صدر مبارک عجیب شان کے ساتھ تھا۔ نہ کسی آلہ کا استعمال کیا گیا نہ خون کا ایک قطرہ نکلا نہ کسی طرح کا الم نہ تکلیف محسوس ہوئی۔ یہ شق صدر سیر عالم ملکوت و قرب الٰہی و دیدار

حضرتِ حق کے مقاماتِ رفیعہ کے لئے وضو کی طرح ایک تطہیر بھی خشک دماغانِ فلسفہ کو تو یہ سُنکر اختلاجِ قلب ہو جاتا ہے اور اُن کی عقل کوتاہ اندیش وفکر نارسا شقِ صدر و قلب کو علتِ موت سمجھتی ہے مگر مومن کامل الایمان جس کو حکمتِ الٰہیہ بہرہ ہے اور کارخانۂ قدرت میں اس کو کچھ نظر حاصل ہے وہ جانتا ہے کہ اسباب عادیہ مسبب کے تحت قدرت و اختیار میں خلق موت و حیات اس کے قبضہ میں ہے یہ اسباب اس کے موجب مستقل نہیں، قلب شریف کو سونے کے طشت میں غسل دینا معزز و محبوب مہمان کی توقیر و تکریم ہے۔ یہ خدشہ کہ حضور کی شریعت میں سونا حرام ہے کچھ قابلِ التفات نہیں کیونکہ یہ حرمت دار دنیا میں ہے نہ کہ دارِ آخرت میں۔ حضور انور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا: ھُولھُو فی الدُّنیا وَلنا فِی الآخِرَۃِ اور عالم معراج عالمِ آخرت سے ہے۔ علاوہ بریں حضور نے سونے کا استعمال نہ فرمایا استعمال کیا تو ملائکہ نے کیا اور تحریم ان کے حق میں نہیں اس سب سے قطع نظر کیجئے تو ابھی تک سونا حرام ہی نہ ہوا تھا۔ اس کی حرمت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی حکمت و ایمان سے دل کے لبریز کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ نورانی جواہر بھر دیئے گئے جن سے کمالِ حکمت و ایمان کی تحصیل ہو اور قادرِ مطلق کی قدرت کاملہ سے کچھ بعید نہیں کہ وہ معانی کو مجسم کرے اور ایمان و حکمت کو جواہر محسوسہ کا لباس عطا فرمائے۔

قلب مبارک کو آب زمزم سے غسل دیا گیا۔ زمزم دنیا میں عجیب پانی ہے اطبار کا اتفاق ہے کہ پانی غذا نہیں ہوتا مگر آب زمزم میں تغذیہ ہے۔ تقویتِ قلب کی ایک خاصیت خاصہ قدرت نے اس پانی کو عطا فرمائی ہے۔ اس غسل میں یہ حکمت تھی کہ قلب مبارک قوی ہو، اور مشاہدہ عالم ملکوت قلب نازک کے لئے موجب دہشت و وحشت نہ ہوسکے۔ علماء نے یہیں سے ثابت کیا ہے کہ آب زمزم آب کوثر سے افضل ہے کہ غسل قلب مبارک کے لئے وہی مقبول ہوا۔ اب جبرئیل براق لائے یہ ایک سواری ہے۔ بلندی میں متوسط گھوڑے کے قریب قریب سمجھئے اس کی تیز رفتاری کا یہ عالم کہ منتہائے نظر کا قدم رکھتا ہے۔ بلندی پر چڑھے تو اس کے اگلے پاؤں چھوٹے ہو جائیں۔ اور پچھلے حسب ضرورت بلند ہو کر سوار کے لئے اس کی نشستگاہ ہموار رہے۔ نشیب میں اترے

تو اس کے برعکس اگلے پاؤں بڑھ جائیں، پچھلے کوتاہ ہوجائیں۔ ابلق چمکدار رنگ حسین وجمیل اور ہوا میں برابر چلے۔ پہلے تو اسیرانِ عقلِ خام اس پر بہت چیختے رہے کہ کوئی چارپایا ہوا میں اڑ جائے یہ کس طرح ہوسکتا ہے۔ کوتاہ اندیش مقدوراتِ الٰہیہ کو اپنی فکرِ ناقص کے تنگ دائرہ میں احاطہ کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں مگر اب جو زپلن اور ایروپلین ہواؤں میں اڑنے لگے تو ان تیرہ دماغوں کو کچھ شرمندگی ہوئی۔ عجیب منظر ہے محب نے اپنے محبوب کو بلایا ہے، طالب نے مطلوب کو یاد کیا ہے۔ مالک و مولیٰ نے اپنے بندۂ مصطفےٰ کو طلب کیا ہے۔ کس تعظیم و تکریم کے ساتھ، کس انعام و اکرام کے ساتھ، آستانۂ معلّیٰ پر سواری بھیجی گئی ہے۔ بہشتی براق حاضر کیا گیا ہے۔ اخص خواص صاحبِ اختصاص محرم و انیسِ مجلسِ خاص کو شب کی تنہائی اور خلوت کے وقت میں چشمِ اغیار سے پنہاں بلانے کے لئے بھیجا ہے۔ سلطانِ کونین نے سواری کا ارادہ فرمایا۔ براق نے شوخی کی، سرکشی اور سرتابی سے نہیں، ناز و افتخار سے اُسے بھی پتہ تھا کہ اس کا بخت رسا بیدار ہوا، عزت و کرامت کی ساعت آئی، محبوبِ کبریا کی سواری میں رہنے کا شرف ملا۔ جوشِ طرب میں پھول گیا۔ شادی و خرمی میں مست ہوا۔ جبریلِ امین نے فرمایا کہ براق ہوش میں آ: دیکھ آج تو کس کی سواری کی عزت سے نوازا جاتا ہے۔ حضور کا نام پاک سنکر براق کو پسینہ آگیا، ادب و فروتنی سے زمین پر بیٹھ گیا۔ سیدِ انبیاء سوار ہوئے جبریلِ امین نے براق تھامی، میکائیل نے باگ ہاتھ میں لی۔ ملائکہ کا انبوہ ساتھ میں ہوا۔ مرحبا مرحبا کے غلغلہ سے گنبدِ نیل گوں گونج اٹھا، دورِ زمان اور چشمِ فلک نے جو دیکھا تھا وہ جلوہ آج مشاہدہ کیا۔ محبوب کی سواری چلی، زمینِ نخلستان پر گزر ہوا۔ دو رکعت نماز پڑھی، ایسی مقام پر پہنچے جہاں عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جائے ولادت ہے یہاں بھی تاجدارِ کونین نے سواری سے اتر کر نماز ادا فرمائی اس سے انبیاء کے مولد اور ان کی یادگاروں کے احترام کا پتہ چلتا ہے اور ایسے مقاماتِ متبرکہ میں پہنچکر طاعتِ الٰہی میں مشغول ہونے کی سنت معلوم ہوتی ہے، پھر شاہِ عالم سوار ہوئے پھر موکبِ قدس بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوا

Scanned by CamScanner

راہ میں ایک جماعت پر گذرے جنہوں نے اس طرح سلام عرض کیا "السلام علیک یا اول، السلام علیک یا آخر، السلام علیک یا حاشر" حضور نے جواب سلام عطا فرمایا۔ جبریل امین نے عرض کیا: یہ مقدس جماعت انبیاء تھی، حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ سلام عرض کر رہے تھے جلوس آگے بڑھا، جس وقت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر اطہر پر گزر ہوا ملاحظہ فرمایا کہ وہ اپنی قبر میں مصروفِ نماز ہیں وہیں سے فرمایا: اَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ، معلوم ہوا کہ انبیاء کرام زندہ ہیں اپنی قبروں میں عبادت کرتے ہیں، گذرنے والوں کو دیکھتے ہیں اور پہچانتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر انور کے لئے خاکی پردے حجاب نہیں ہوسکتے۔ سرراہ جاتے ہوئے قبر انور کے اندر کا حال ملاحظہ فرماتے ہیں، بیت المقدس میں سواری پہنچی باب المسجد کے حلقہ میں براق باندھا گیا جس کو اب "باب محمد" کہتے ہیں حضور مسجد میں تشریف لائے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ مدت سے بیت المقدس کے در و دیوار اور ہر ہر پتھر کا دل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دیدار کی حسرت و ارمان میں موم کی طرح پگھل رہا ہوگا۔ آج شب کیا آئی دولت دارین لائی، بیت المقدس بقعۂ نور بنا ملائکہ و انبیاء کا اجتماع ہوا تمام روحانی و نورانی بابرکت نفوس کا قافلہ سالار کونین کا شہریار، دارین کا تاجدار سید ابرار محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم رونق افروز ہوا۔ بیت المقدس کا نصیب کھلا انبیاء نے نماز کے لئے صف باندھی۔ امام رسل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے امامت کی استدعا کی، اللہ کا حبیب آگے بڑھا انبیاء و ملائکہ کی مقدس جماعت نے آپ کی اقتدا میں نماز پڑھی حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک انبیاء کرام تھے۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی، حضور پر صلوٰۃ پڑھی اور سب نے آپ کے فضل و شرف کا اعتراف و اقرار کیا۔ مدتوں کے بعد آج وہ دن آیا کہ بیت المقدس میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خطبے پڑھ رہے ہیں اور یہ تو پہلا ہی موقعہ ہے کہ انبیاء و ملائکہ کا اتنا عظیم الشان اجتماع ہے اور بلیغ خطبے پڑھے جا رہے ہیں۔ تمام انبیاء کے بعد حضور اقدس

Scanned by CamScanner

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا۔ پروردگارِ عالم کی حمد و ثنا کی۔ اپنے فضائل و خصائص اپنا فاتح و خاتم ہونا بیان فرمایا، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کیا۔ اس سے فراغ کے بعد سید کونین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ سے باہر تشریف لائے جبریل امین نے شیر و شراب کے ساغر پیش کئے ابھی تک شراب حرام نہ ہوئی تھی اور نہ وہ یہ شراب دنیا تھی، حضور نے دودھ قبول فرمایا، اور جبریل امین نے حضور کے اس انتخاب پر حضور کی ثنا کی، پھر پرچم اٹھے پھر پھریرے لہرائے۔ یمین و یسار ملائکہ کی صف بستہ مؤدب جماعتیں اور ان سب کے درمیان دونوں جہان کا سلطان خطۂ خاک سے جانب افلاک عازم ہوا۔ آن کی آن میں آسمان پر پہونچے۔ آسمانوں کے دروازے کھلوائے ہر مقام پر وہاں کے انبیاء و ملائکہ نے بکمال اعزاز و آداب مراسم تسلیم و تحیۃ ادا کئے۔ آج افلاک پر نرالی دھوم دھام ہے عجیب تزک و احتشام سے خطۂ خاک سے ایک نور پاک آتا ہے افلاک و ساکنانِ افلاک کو اپنی نورانیت سے نوازتا ہے۔ عالم بالا کی بلند مرتبہ مخلوق اس کی خدمت کے لئے کمربستہ اور دیدار کی تمنا میں از خود رفتہ ہے اس کے جمال افلاک افروز کو دیکھ کر ملائکہ سموٰت پیکر حیرت بن رہے ہیں مرحبا و خوش آمدید کے غلغلوں سے افلاک گونج رہے ہیں۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات عزت کے ساتھ سیر کرتے انبیا و ملائکہ کے سلام لیتے ہوئے آسمانوں سے گزرتے چلے جارہے ہیں تاآنکہ سدرۃ المنتہیٰ پہنچے یہیں تک خلق کے علوم و اعمال پہنچتے ہیں اور یہیں سے اوامر و احکام نازل ہوتے ہیں۔ اور یہاں پہنچکر ملائکہ ٹھہر جاتے ہیں۔ اس مقام سے تجاوز کرنے کی کسی کو مجال نہیں۔ سدرۃ المنتہیٰ ایک درخت ہے جس کو رنگارنگ انوار نے احاطہ کیا ہے۔ یہاں بھی حضور کی خدمت میں شیر و شراب پیش ہوئے اور حضور نے شیر قبول فرمایا اور یہاں بھی حضور نے نماز ادا کی اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی امامت فرمائی اب حضور کو بیت المعمور دکھایا گیا۔ بیت المعمور کعبہ مقدسہ کے بالکل مقابل ہے اور ملائکہ کا کعبہ ہے۔ جس کا وہ طواف کرتے ہیں۔ روزانہ نئے ستر ہزار فرشتے اس کی زیارت کے لئے آتے ہیں جنہیں دوبارہ پھر اس کی زیارت نصیب نہیں ہوتی۔ یہاں حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے ملاقات ہوئی، آمد کی خبر پاکر آرزوئے دید کی تمنا دل میں لئے بیت المعمور سے تکیہ لگائے تشریف فرما تھے۔ پھر حضور کو بہشتوں کی سیر کرائی گئی: بہشتی نور پیکر خورشید منظر جمال اقدس کی زیارت سے متمتع ہوئے پھر اس شہنشاہ عرش پائیگاہ نے دوزخ کا معائنہ فرمایا آیاتِ الٰہیہ کے ملاحظہ کے بعد حضور اس

مقامِ قرب میں پہنچے جہاں کسی انس و ملک کو رسائی نہ تھی۔ ساتھی رہ گئے۔ ہنوز ستر حجاب نوری ہیں۔ ہر حجاب پانچسو برس کی راہ انقطاع تام ہے محض تنہائی ہے، رحمتِ الٰہی کی اعانت و امداد سے محبوب و مطلوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بجرت دہشت وہ حجابات طے کئے۔ حضرت عزت سے ندا آئی: ادن یا خیر البریہ۔ ادن یا احمد۔ ادن یا محمد، اے بہترین کائنات قریب آئے۔ اے محمد قریب آئیے۔ اے احمد قریب آئیے۔ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ حضور فرماتے ہیں مجھے پروردگار عالم نے اپنے قرب سے نوازا اور وہ قرب اتم حاصل ہوا جس کو دَنٰی فتدلّٰی فکانَ قابَ قوسَینِ اَوْ اَدنٰی میں بیان فرمایا اور علم اولین و آخرین عطا فرمایا۔ محبوب و محب میں راز کی باتیں ہوئی فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی تمام علوم و معارف اور حقائق و دقائق کے دروازے کھول دیئے گئے اور وہ نعمتیں و دولتیں عطا ہوئیں جو احاطۂ بیان سے باہر ہیں حضور نے احوالِ امت عرض کیا اور ان کے حق میں زبان شفاعت کھولی، ارشاد ہوا ہم ان پر اپنی رحمتیں نازل فرماتے ہیں انکے گناہوں کو بخشتے ہیں، دعائیں قبول کرتے ہیں، سائلین کو مرادیں دیتے ہیں، متوکلین کی کفالت کرتے ہیں۔ اور آخرت میں آپ کو ان سب کا شفیع بنائیں گے۔ الفاظ اس مقام کے وصف بیان کی گنجائش نہیں رکھتے عزو کرامت کے خلعت ہائے فاخرہ سے فیضیاب ہو کر سرور اکبر حبیب دا ور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی دولت سرائے اقدس میں پہنچے، صبح کو واقعہ معراج بیان فرمایا۔ کفار نے تکذیب کی، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصدیق کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیت المقدس کے حالات دریافت کئے گئے، حضور نے تمام بتائے راہ میں جو قافلے ملاحظہ فرمائے تھے ان کی خبریں دیں ان کے اونٹوں کے نشان بتائے، قافلے کے آگے چلنے والے اونٹ کا رنگ اور اس کے سوار کا پتہ دیا۔ ان کے مکہ مکرمہ پہنچنے کا وقت بتایا۔ قوم نے اس دن انتظار کیا اور اسی دن قافلہ پہنچا، دشمنانِ خدا ذلیل ہوتے۔ واقعہ معراج میں ہزارہا دقائق و حکم اور بہت تفصیلات ہیں جن سے بنظر اختصار قلم روکا گیا۔ وصلی اللہ تعالیٰ علٰے خیر خلقہٖ محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔

اصلاحِ خلق اور اصولِ ہدایت

صدرالافاضل علیہ الرحمۃ کی ایک تقریر کا خلاصہ

خلق کی اصلاح کے لئے، خصائل رذیلہ وافعال قبیحہ سے باز رکھنے اور خراب عادات اور بُرے اطوار کو مٹا ڈالنے کی تدبیریں ضروری ہیں جبتک یہ نہ ہوں اس وقت تک انسان مکارم اخلاق ومحاسن صفات کے ساتھ متصف نہیں ہوسکتا۔ اور دنیا کی عملی حالت اوجِ خوبی پر نہیں پہنچ سکتی۔ اصلاحِ خلق کے لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے مقدس نفوسِ قدسیہ پیدا کئے ہیں جو خود ذمائم صفات وقبائح افعال سے بالکل پاک ہیں۔ اور ان کی لوحِ فطرت پر کوئی بھی دھبہ نہیں ہے۔ اس گروہ کو انبیاء اور ان کی اس طہارت کو عصمت کہتے ہیں۔ اور دفع مفاسد کے لئے جن ہستیوں کو مامور کیا جائے باقتضائے حکمت ضروری ہے کہ ان کی ذات ہر مفسدات کے لوث سے پاک ہو جس طرح سمیت کے دفع کے لئے فاد زہر (زہر امہرہ)، بہترین علاج ہے کیونکہ اس میں سمیت کا شائبہ بھی نہیں، اسی طرح ہر فساد کے دفع کرنے کے لئے وہی زیادہ بہتر ہے جو فساد سے بالکل پاک ہو۔ اس گروہ پاک انبیاء کی تعلیم بہت گہرے عمیق اور موثر اصولِ ہدایت پر مبنی ہوتی ہے بلکہ ان کی تعلیمات سے ہدایت وحکمت کے اصول دریافت کئے اور جانے جاتے ہیں۔ بدعملی کو روکنے کے لئے اس کے مقدمات پر گرفت کرنا اور ان کو ممنوع ٹھہرانا اس بدی کے انسداد کی بہترین تدبیر بلکہ ضروری امر ہے اور دنیا کی قومیں اس پر عامل بھی ہیں کہ جس چیز کو وہ روکنا چاہتی ہیں پہلے اس کے مقدمات کی بندش کر لیتے ہیں۔ اگر مقدمات کی بندش نہ کی جائے تو پھر کسی چیز کو روکنا سہل اور آسان نہیں ہے۔ ایک دیوار کو گرنے سے بچانے والا پشتہ بناتا ہے، پانی کے جمع ہونے کی بندش کرتا ہے۔ اس کے گزرنے کے راستے ٹھیک کر دیتا ہے تب دیوار قائم اور مضبوط رہتی ہے اگر وہ ایسا نہ کرے اور پانی بنیاد میں جاتا رہے تو پھر دیوار کسی امداد سے بھی قائم نہیں رہ سکتی، جلوموتو

کو غنیم باغیوں سے خطرہ ہوتا ہے تو اس کے لئے پہلے سے حفاظتی تدبیریں کی جاتی ہیں۔ خلاف قانون مجمع روکے جاتے ہیں۔ تقریروں اور تحریروں پر احتساب قائم ہوتا ہے، خفیہ ریشہ دوانیوں کا تجسس کیا جاتا ہے اگر ایسا نہ کیا جائے تو بغاوت کے مواد بڑھتے بڑھتے ایسی قوت کے ساتھ سامنے آئیں کہ پھر ان کو زیر کر لینا حکومتوں کے لئے دشوار ہو جائے اور جن حکومتوں نے اس کی طرف سے تغافل سے کام لیا ہے ان کا انجام یہی ہوا ہے کہ وہ تباہ ہو گئیں۔ امراض سے بچنے کے لئے پہلے سے صفائی کے انتظامات کئے جاتے ہیں۔ خطرناک امراض کے لئے پہلے سے ٹیکے لگا دیئے جاتے ہیں اور جسموں میں قبولِ امراض کی صلاحیت تا بمقدار نہیں چھوڑی جاتی اور جس چیز سے بھی مرض پھیلنے یا اس کی ترقی کرنے کا اندیشہ ہو اس کو دفع کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے طاعون کے بیماروں کو محفوظ رقبوں میں داخل نہیں ہونے دیا جاتا، چوہے مارے جاتے ہیں۔ بدامنی اور خونریزی روکنے کے لئے اسلحہ اور سمی اشیاء پر لائسنس لگائے جاتے ہیں۔ خزانوں اور مال کے مقاموں پر پہرے لگانا اور رات کے وقت ان مقامات کے قریب گزرنے والوں کی جانچ رکھنا یہ بھی اسی اصول کے ماتحت ہے۔ حفاظتِ ملک کے لئے فوجیں رکھنا، فوجی کیمپ قائم کرنا فوجوں کو جنگی کام سکھانا حربی سامان ذخائر بہم پہنچانا، غنیموں کے رستوں پر فوجی نگرانیاں رکھنا یہ سب پیشگی تدابیر ہیں۔ اگر کوئی بادشاہ خطرہ کو محسوس نہ کرے اور اس اہتمام کو لغو و بیکار سمجھے، فوجی نظام توڑ دے تو دشمن کے حملے کے وقت اس کو ملک سے دست بردار ہو جانا ناگزیر ہوگا ایسے صدہا واقعات دنیا میں ظہور پذیر ہو چکے ہیں طرابلس الغرب سے فوجی قوت کم کر کے ترکوں نے جو نقصان اٹھایا وہ ابھی دنیا کو فراموش نہیں ہوا ہے۔ غرض دنیا میں حفظ ماتقدم کی تدابیر نہایت عاقلانہ و حکیمانہ فعل مانا جاتا ہے۔ اور جس چیز کی حفاظت منظور ہوتی ہے اس کے اسباب و مقدمات کی بندش کی جاتی ہے اگر ایسا نہ کیا جائے تو پیش آنے والے امور کی کوئی سبیل باقی نہ رہے۔ اور جو شخص ایسے تدابیر سے غافل رہے وہ اربابِ خرد کے نزدیک ناداں سفیہ نافہم کہلانے کا مستحق ہے۔

ہادیوں کی نظر اعتقاد و اخلاق و اعمال پر ہوتی ہے اور ان کی توجہ ان سب کو فساد سے محفوظ رکھنے پر ہوتی ہے۔ اعمال کے لئے کچھ مقدمات ہوتے ہیں جو انسان کے لئے ان کے ارتکاب کا باعث ہوتے ہیں اور باوجود عمل کی برائی اور اس کے قبح سے واقف ہونے کے بھی وہ امور آدمی کو فعل بد کا شوق دلاتے ہیں۔ اور طبیعت کو دم بدم اس کی طرف کھینچتے ہیں۔ جو ہادی افعال قبیحہ کا انسداد کرنا چاہتا ہے اسی کے لئے باقتضائے حکمت لازم ہے کہ پہلے وہ مقدمات فجور کو روک دے اگر ایسا نہ کیا تو قبائح افعال کے روکنے میں کامیابی ہرگز نہ ہوسکے گی مثلاً زنا ایک فعل بد ہے، نہایت قبیح ہے اس کی قباحت پر تمام عالم کے، ہر ملت و مذہب کے لوگ متفق ہیں بلکہ لامذہب بھی جو کوئی ملت نہیں رکھتے مگر ذرا سی بھی عقل و شائستگی ان میں ہے وہ بھی اس کو نہایت قبیح جانتے ہیں حتی کہ جانوروں میں بھی جو طبیعت سلیمہ رکھتے ہیں وہ اپنے جوڑے کے سوا دوسرے کی طرف التفات نہیں رکھتے اور کسی وجہ سے ان کا جوڑا ٹوٹ جائے یا اس جوڑے میں سے ایک مرجائے یا کہیں قید ہوجائے تو دوسرا اپنی تمام زندگی زاہد عزلت گزیں کی طرح تنہائی میں گذار دیتا ہے اور کسی دوسرے کے جوڑی کی طرف نظر نہیں ڈالتے نسلوں کا استحفاظ، خاندانوں کی بقا، قوموں کی حفاظت اسی پر منحصر ہے کہ حرام کاری معدوم کردی جائے زنا انسان سے حیا و غیرت کی بہترین صفت کو دور کردیتا ہے اور اس کے نفس کو نہایت بے شرم اور ناپاک بنادیتا ہے۔ اس سے بہت سی خونریزیاں ہوتی ہیں اور یہ ایک جرم بے شمار جرائم کے ارتکاب کا باعث ہوجاتا ہے۔ زنا سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے اس کی زندگی کس قدر صعوبتوں کا شکار ہوتی ہے نہ اس کا کوئی باپ ہے نہ کسی کو باپ بتاسکتا ہے۔ اپنے نسب کو کسی کی طرف منسوب کرسکتا ہے، نہ شفقت پدری و تربیت آبائی و خاندانی کا فیض اسے حاصل ہوسکتا ہے۔ وہ تمام عمر دنیا کی نگاہوں میں ذلت و حقارت کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے زنا کی برائیاں اس سے بہت زیادہ ہیں کہ کسی مختصر تحریر میں ضبط کی جاسکیں اور زیادہ تفصیل کی حاجت بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اس قبیح فعل کے شرمناک عیب اور بدترین جرم ہونے میں کسی کو

کلام نہیں ہے۔ اور بالاعلان کوئی شخص بھی اس کو اچھا کہنے والا نہیں، تو جب دنیا نے تسلیم کرلیا کہ یہ بدترین عیب ہے، نہایت قبیح جرم ہے اور نسل انسانی کی حفاظت وبقا اور فسادوں کا دفع اور طبیعتوں کی طہارت اور انسان کی روحانیت اس کے انسداد پر موقوف ہے تو ہادی کے لئے ضروری ہوا کہ وہ ایسے فعل کے انسداد میں پوری توجہ صرف کرے اور اس کو روکنے کی تمام تدابیر بروئے کار لائے تو اب یہ دیکھنا ہے کہ اس کے محرکات کیا کیا ہیں اور کون سے اعمال و اشغال ایسے ہیں جو انسان کو ایسے فعل قبیح کے ارتکاب پر ابھارتے ہیں جو جو فعل بھی اس کا ممد و معین ہو سکتا ہے اس کا رد کردینا زنا کے روک دینے والے کیلئے بمقتضائے حکمت ضروری ہوگا اس لئے اطبار روحانی اور ان کے سردار یعنی انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام نے تمام مقدمات فجور کو ممنوع فرمادیا۔ گانا بجانا، ولولہ انگیز عاشقانہ نظمیں، نغمات پر موسیقی کے انداز میں ادا کرنا شہوات ہے۔ حرامکاری کی روکنے والی شریعت اس کو کب گوارہ کرسکتی ہے اس لئے اس قسم کا راگ اور باجا جو شہوت انگیز ہو ممنوع فرمایا گیا۔ تصویروں کے ذریعہ بے حیائی اور بے حجابی اور بدفعلی کے ذوق پیدا کئے جاتے ہیں اگرچہ تصویروں میں اور مفاسد بھی ہیں مگر تصویر کو ممنوع کردینے سے فجور کے ایک بہت بڑے مقدمہ کی بندش ہوگئی، عورتوں کی بے حجابی ان کا بے پردہ سامنے آنا، دل پسند وضع اور لباس میں مردوں کے سامنے رونما ہونا بالیقین قوائے شہوانیہ میں ہیجان پیدا کرتا ہے اور حرامکاری فتنے فساد کا باعث ہوتا ہے۔ عورت اور مرد دونوں کے جذبات اس سے خراب ہو جاتے ہیں اور نفس شہوت پرست کو مبتلائے معصیت ہونے کے بہت سے مواقع ہاتھ آتے ہیں اس لئے جس ہادی کو حرامکاری کا بند کرنا منظور ہے اس نے پردہ لازم کیا زمانوں کے بدلنے سے حالات بھی کچھ بدل جایا کرتے ہیں جس زمانے میں انسان سادہ زندگی کے عادی تھے۔ طبیعتوں میں شرم وحیا تھی۔ عورتیں موٹے اور تمام جسم کو ڈھانکنے والے لباس پہنتی تھیں۔ باوجود ایسے کہ جن موقعوں پر مرد ہوں وہاں نہ جاتی تھیں۔ بے پڑھی لکھی تھیں عشقی قصے کہانیاں، ناول سننے، دیکھنے کا انھیں کوئی موقع نہ تھا اس وقت پردہ اتنا ضروری

Scanned by CamScanner

ہے۔ گراموفون سننا چھوڑ دو اگر ایسا نہ کیا تو انسانی شرافت اور شرعی حرمت کی حفاظت نہ ہو سکے گی۔ تعلیم کی آڑ میں بھی عورتوں کو بے پردہ کرنے کے لئے سرستان شہوت بہت کوشش کر رہے ہیں مسلمان ان مغالطوں سے بچیں اور ان دشمنان ملت و حمیت کے ہتھکنڈوں کو پہچانیں اور عواقب امور انجام کار پر نظر ڈالیں اور اس بلائے عام کو دور کریں اور علماء دین کے ساتھ ارتباط و عقیدت بڑھائیں اور ان کے احکام کے سامنے سر جھکائیں کبھی غور کریں کہ سینما اور گراموفون وغیرہ محرکات شہوت سے مسلمانوں کو کتنا نقصان پہنچ رہا ہے ان کی کتنی دولتیں ضائع ہو چکیں۔ کتنا روپیہ روزمرہ لٹ رہا ہے کیسے فاسد افعال اور برے اخلاق پیدا ہو رہے ہیں۔ مزدور طبقہ اور چھوٹی حیثیت کے لوگ اپنی تمام مزدوری اِن لغویات میں برباد کر رہے ہیں اور ان کے گھر والے اور بچے فاقہ اور تنگی کی مصیبتیں اٹھایا کرتے ہیں۔ ان کی عقلوں پر پردہ اور افسوس ہے جو ان تباہ انگیز طوفان کو ترقی کہتے ہیں اور ایسے مفسدات کے رواج دینے میں سعی کرتے ہیں اللہ تعالےٰ انھیں ہدایت فرمائے کہ مسلمانوں کو بالکل تباہ کر ڈالنے سے پہلے وہ اپنی غلطی پر متنبہ ہو جائیں۔

آمین ثم آمین

ترقی

یہ ایک پیارا لفظ ہے جس کو سنتے ہی آدمی مفتوں ہو جاتا ہے، ہندوستان کے مسلمانوں کو ترقی کی سامعہ نواز صدا سنتے سنتے ایک صدی کے قریب زمانہ گزر گیا مگر جس طرح صیاد دانے بکھیر کر طائروں کو قید کر لیتا ہے یا ٹھگ طمع کے پھندوں میں پھانس کر حریص لوگوں کو لوٹ لیا کرتا ہے اسی طرح ترقی کی طمع میں اب تک خود غرض لوگ مسلمانوں کا شکار کرتے رہے ہیں مگر ترقی تو ترقی تنزل کی بڑھتی ہوئی رفتار بھی نہ رک سکی، مسلمانوں نے ترقی کی پکار مچانے والوں کے اشاروں پر نقل و حرکت کی اور جو کچھ وہ کہتے گئے یہ کرتے گئے۔ دین بھی چھوڑا، علماء سے بھی روٹھے، شکل و وضع بھی

نہ تھا جس قدر آج ضروری ہے۔ اگر دنیا کی قومیں اور دوسری ملتیں بھی زمانہ کا رخ ضروری سمجھتیں اور اس کے انسداد کا قصد رکھتیں تو یہ تمام چیزیں جو ذکر کی گئیں وہ انھیں بھی روکنی ہی پڑتیں مگر آج دیکھا جارہا ہے کہ عورتوں کو بے قید بیباک بے شرم بے حیا شوخ بنانے ہی پر اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ ان کی حرص وشہوت کو ابھارنے والے تمام آلات کام میں لائے جاتے ہیں اسی طرح لڑکوں کو ایسی فساد انگیز تربیت کی جاتی ہے برہنہ تصویریں بیحیائی کی تصویریں، بدکاریوں کی تصویریں پھیلائی جاتی ہیں۔ عورتوں کا لباس نیم برہنگی تک تو عام کیا جاچکا ہے اور زمانہ کی موجودہ رفتار بتارہی ہے کہ اس حیا سوز وحشت کا وقت بھی دور نہیں ہے جب عورتیں جانوروں سے زیادہ بد شعوری کے ساتھ ننگی پھرا کریں گی، تعلیم کے حیلوں سے انھیں پردہ دار مکانوں کی حفاظت سے نکالا جاتا ہے۔ قسم قسم کے گانے سننے کا موقع دیا جاتا ہے۔ گراموفون کے ریکارڈوں میں بہت حیاسوز اور شہوت انگیز نظموں کے گانے بھرے جاتے ہیں اور وہ عورت مرد سب سنتے ہیں سینما میں عشقی سانگ اور فاسد جذبات پیدا کرنے والے مناظر دکھائے جاتے ہیں۔ ناول جس زبوں حالت کو پہنچ گئے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ ان تمام کاموں کی حمایت وہی کرتے ہیں جو شہوت پرستی میں اندھے ہوگئے ہیں اور حرامکاری کے لئے موقع تلاش کرتے رہتے ہیں۔ شریعت کے حامی جو حرامکاری کو روکنا چاہتے ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ ان تمام مفاسد کا سد باب کریں لیکن ان کی یہ پاک کوششیں شہوت پرستوں کو اپنے مقصد میں خلل اندازی نظر آتی ہیں اور وہ ان کی جان و آبرو کے دشمن ہوجاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج یورپی ہواؤں میں پرورش پانے والا بے قید طبقہ کل کا کل علماء کا دشمنِ جان ہوگیا ہے اور رات دن علماء کے شکوے شکایت اور ان کی بدگوئی کو اس دشمن حیا وانسانیت گروہ نے اپنا وظیفہ بنالیا ہے اخبار ہیں تو ان میں علماء پر تبرا بھرا ہوا ہے مجلسیں ہیں تو ان میں علماء پر سب وشتم کیا جارہا ہے مگر فرض ہدایت ادا کرنے والے کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے اور وہ اپنے فرض کی ادائیگی میں سرگرم ومستعد ہیں جو مسلمان غیرت وناموس کو عزیز رکھتے ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کی آبرو بچانے کے لئے ان مفاسد کو مٹانے میں تمام طاقتیں صرف کریں، عورتوں کے پردہ کا اہتمام بہت بلیغ ہونا چاہیے، سینما دیکھنے سے ہر شخص کو احتراز لازم

تبدیل کی، عزت و ناموس کو بھی خاک میں ملایا، عورتوں کو بھی بے پردہ کیا۔ سارے ہی جتن کر ڈالے مگر ترقی بیگم کا گھونگھٹ دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا۔ ہوم رول کی بھی خوب رول مچائی۔ خلافت کمیٹی میں شامل ہو کر خوب ڈھول اڑائی، کانگریسی بھی بنے۔ ہندوؤں کی مدح سرائی بھی کرتے پھرے مگر بڑھتی ہوئی تباہی ایک لمحہ کے لئے نہ رکی۔ لیڈروں کی خاطر مال بھی قربان کیا، دل کھولکر چندے بھی دیئے، ہجرتیں بھی کر ڈالیں، بائیکاٹ بھی کئے، پکٹنگ بھی لگائے مگر بربادی دن دونی رات چوگنی رہی۔ کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور نسبتہً دیکھئے تو پچاس سال قبل جو مسلمانوں کی حالت تھی جتنی تمول اراضی جاگیریں ان کے قبضہ میں تھیں آج اس کا پچاسواں حصہ بھی باقی نہیں رہا۔ ملازمتوں میں جو تناسب انگریزی پڑھنے سے پہلے تھا اور جس سہولت سے جگہ مل جایا کرتی تھی آج وہ میسر نہیں ہے۔ لیکن نادان سے نادان طبیب بھی ہفتہ عشرہ کسی مریض پر ایک نسخہ استعمال کرنے کے بعد یہ سمجھ لیتا ہے کہ یہ نسخہ مخالف پڑا، تشخیص غلط تھی پھر دوبارہ تجویز کرنی چاہئے اور نسخہ بدل دیتا ہے مگر ترقی کی صدا بلند کرنے والے لیڈر پچاس سال سے زیادہ کی ناکارہ تدبیر کی غلطی کو نہ سمجھے اور انھیں ہوش نہ آیا کہ جو راستہ وہ چل رہے ہیں وہ منزل سے دم بدم دور کرتا چلا جاتا ہے ان کی خواب گراں میں فرق نہ آیا اور ان کے تدبر نے تجویز ثانی کی طرف التفات نہ کیا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ ترقی کے صحیح مفہوم سے ناآشنا ہیں ان کے نزدیک ترقی کے اتنے ہی معنیٰ ہیں کہ سر پر چھجے دار ٹوپ رکھ لیا جائے۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگیں، مستورات کو پردہ سے باہر لے آئیں، داڑھی منڈالیں، مذہب سے قطع تعلق کریں تھیٹر وغیرہ تماشے دیکھنے لگیں، سگریٹ پیا کریں اور بس انھیں شعور نہیں کہ اپنا تحفظ کس قدر ضروری ہے، دشمن کس گھات میں ہے۔ بدخواہوں کی چالیں کتنی پُر فریب ہیں۔ غیر مسلم اپنی قوم کو ہر حیثیت سے زبردست بناتے چلے جا رہے ہیں اور ہم اپنی طاقتیں کھو رہے ہیں ہمارے بچے آوارہ پھرتے ہیں ہمیں ان کی تعلیم و تربیت کی فکر نہیں، ہماری آنے والی نسلیں ابتدا ہی سے خراب ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ نوجوان بیکاری میں گرفتار ہیں۔ خراب صحبتوں میں اپنا وقت اور تندرستی برباد کرتے ہیں، نشے پیتے ہیں، کوکین کھاتے ہیں اور قبیح افعال میں مبتلا ہو کر اپنی تندرستی کو ضائع کر دیتے ہیں۔ اور اس قابل بھی نہیں رہتے کہ کوئی محنت مزدوری کر سکیں۔ ہم نے نہ اپنے بچوں کی

تربیت کے لئے کبھی اہتمام کیا ہے نہ اپنی قوم کے افراد کو اس طرف توجہ دلائی ہے اور نہ ان کا یہ فرض ادا نہ کرنے پر کبھی ملامت کی ہے نہ ہم نے اپنے نوجوانوں کی تندرستی کی طرف نظر ڈالی ہے۔ غیر مسلم دم بدم اپنی قوم کو مضبوط بناتے چلے جارہے ہیں۔ رات دن ورزشیں کرتے ہیں۔ قوتیں بڑھاتے ہیں طرح طرح کے ہنر سیکھتے ہیں جو ان میں بیکار ہوتے ہیں اسے کام سے لگاتے ہیں جو تھوڑا سا کام کرے اس کے کام کو بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر ہمارے لیڈر تلقین کرتے ہیں تو جلوس نکالنے کی جھنڈے اٹھانے کی، جے پکارنے کی، فضول وقت ضائع کرنے کی، بیکاری کے مسائل میں عمریں کھونے کی محض نمائشی اور بے فائدہ باتوں کی اور جو امراض تباہی کا باعث ہورہے ہیں ان کی طرف اصلا التفات نہیں ہے۔ بچوں کی تعلیم و تربیت مذہب قومیت دونوں کے لئے نہایت ضروری ہے مگر ہمارے بچے لینگے تو گالیاں بکتے، خاک اڑاتے، بداطواری کرتے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کوئی نگراں ہی نہیں ہے لیڈروں کو کبھی نصیب نہ ہوا کہ اس طرف توجہ دلاتے اور مسلمانوں کو ان کے بچوں کی بہترین تربیت پر آمادہ کرتے، ان نئی نسلوں کے آداب و اخلاق، عادات و اطوار کو شائستہ بنایا جاتا۔ ابھی سے ان میں بہتر جذبے پیدا کئے جاتے ابھی سے ان میں ذوق عمل پیدا کیا جاتا، میونسپلٹیوں نے جبری تعلیم کا جو سلسلہ قائم کیا ہے وہ تربیت و تعلیم کے لئے کافی نہیں ہے خود اہتمام کرنے کی ضرورت ہے۔ بچے کا کافی وقت پڑھنے میں لگایا جائے، لکھنے پڑھنے سے اس کو دلچسپی پیدا کردی جائے، پیشہ وروں کے بچوں کو ایک وقت علم سیکھنے کے لئے دیا جائے اور باقی اوقات اپنے پیشہ اور ہنر کی مہارت میں صرف کئے جائیں تاکہ وہ جوانی کے وقت لکھا پڑھا بھی ہو، اور ہنرمند صاحب حرفت بھی ہو اپنی معاش کے لئے فقط نوکری اور ملازمت کا محتاج نہ رہے۔ ملازمتیں اتنی نہیں ہیں کہ انھیں سے تمام ملک کی بسر اوقات ہوسکے تو کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنی معاش کو ملازمتوں ہی میں منحصر سمجھ لیا ہے اور عمریں کی عمریں وہ نوکری کی تلاش میں ضائع کرتے ہیں اور فاقوں کی مصیبتیں جھیلتے ہیں اور کسی دوسرے کام کی طرف ان کا خیال ہی نہیں جاتا۔ غیر مسلم اس کا محتاج نہیں ہے نوکری نہ ملے گی تو وہ دوکان کھول لے گا زیادہ سرمایہ نہ ہوگا تو چھوٹا سا خونچہ لے بیٹھے گا۔

Scanned by CamScanner

چھوٹی چھوٹی تجارتوں سے وہ اپنے پورے کنبے کی بسر کر لیتے ہیں مگر مسلمان پیشے اور تجارت دونوں کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ اس ذہنیت پر افسوس ہے کہ فاقہ کرنے اور تباہ کار آوارہ پھرنے کو ذلیل نہیں سمجھتے، بچوں کو ابتدائے عمر ہی سے خانہ داری کے اصول سکھاؤ اور کفایت شعاری اور اس کے فائدے عملی طور پر ان کے ذہن نشین کرو۔ ان کی صحبتوں کی جانچ کرو اور اس کو اپنی زندگی کے مقاصد قرار دو! یہ بچے شائستہ اٹھے اور نئی نسل کار آمد ہوئی تو قوم عروج پر آجائے گی، قوم کا عروج یہ نہیں ہے کہ دو چار ہزار آدمیوں کو یا دس بیس ہزار کو یا لاکھ دو لاکھ کو انگریزی پڑھا کر مصرف فضول خرچ بداطوار، دین و مذہب کا دشمن، یورپ کی تقلید کا شیدائی بنا دیا جائے اگر انھوں نے کچھ ملازمتیں بھی حاصل کرلیں تو مصارف اس قدر بڑھ جاتے ہیں کہ پورے نہیں کر سکتے اور فرض کرو انگریزی پڑھ کر اتنے آدمی کسی اچھے مناصب پر بھی پہنچ گئے اور مذکورہ بالا معائب سے خالی بھی ہوئے تو معدود افراد کا آرام کی زندگی حاصل کر لینا قوم کی ترقی نہیں قوم کی ترقی یہی ہے کہ ان میں شائستگی عام ہو اور ہر طبقہ کے لوگ اپنے فرائض کو پہچانتے ہوں اور ان کی ہوڑ میں مستعد اور سرگرم ہوں اور ان کے طرزِ عمل سے دنیا میں ان کا وقار قائم ہو ان کی نیک خصائل، نیک خصلتی پر دنیا اعتماد کرتی ہو ان میں باہمی مودت ہو ایک دوسرے کی محبت غمخواری ہو۔ کانگریسی مسلمانوں کی طرح یہ نہ ہو کہ غیر مسلم کی محبت میں مسلمانوں سے عداوت کرنے لگیں اور غیروں کے ساتھ ہو کر اپنوں کی ایذا کے درپے ہو جائیں بلکہ ہر ایک دوسرے کا بھی خواہ اور محب ہو۔ آپس میں رواداری اور بہتر برتاؤ کریں بھائی کے لئے دل میں وسعت و گنجائش رکھیں جب ایسی نسل پیدا ہوگی تب مسلمان پستی سے نکلیں گے ہمارے نوجوان ایسے حواس باختہ ہیں کہ انھیں نیک و بد نافع و مضر میں تمیز بھی نہیں ہے اور ان کی غفلت و نادانی اس حد تک ترقی کر گئی ہے کہ وہ نفع و ضرر میں امتیاز کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھے ہیں۔ ان کے جسم کمزور ہیں، ان کی صحتیں خراب ہیں ان کے قویٰ ضعیف ہیں اور انھیں اس کی پرواہ نہیں، کوئی یہ کہنے والا بھی نہیں کہ تم ورزشیں کرو، جسمانی قوتوں کو بحال رکھو، جوانی کی طاقتوں کی حفاظت کرو! اپنے دم کس بڑھاؤ تاکہ تمہاری طبیعت میں افسردگی نہ رہے تم میں چستی اور مستعدی آئے تم کسی محنت سے منہ نہ پھیرو، تم اپنے کام بے تکان انجام دے سکو، وہ عادتیں ترک

Scanned by CamScanner

کرو۔ جو کمزور بناتی ہیں۔ سگریٹ مت پیو، کوکین مت کھاؤ، نشے کی چیزوں کے پاس مت جاؤ ناول اور سینما نہ دیکھو اس سے بھی ہیجان پیدا ہو کر قویٰ ضعیف ہو جاتی ہے اور سرعت وغیرہ کے امراض پیدا ہو کر ضعیف کرتے ہیں۔ اپنے وقتوں کو کام میں لاؤ اور اپنا ایک دستور زندگی بناؤ تمہیں کیا کرنا ہے اور کامیاب زندگی حاصل کرنے کے لئے کونسی راہِ عمل اختیار کرنی چاہیئے نوجوانوں کے لئے جسمانی ورزش کا ایک وقت ضرور ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ دنیا کے تمام کام تندرستی ہی پر موقوف ہیں اس کے بعد اپنے اوقات کا محاسبہ کریں اور کسی نہ کسی کارآمد شغل میں اپنے آپ کو لگائیں اپنے دوستوں اور بہی خواہوں سے مشورہ لیں دوسرے مسلمان ان کی امداد کریں کوئی دانا چھوٹے ہی شجر عظیم نہیں بن جاتا۔ وہ تدریجاً ترقی کرتا ہے کسی بلندی پر پہلے ہی قدم میں آپ نہیں پہنچ سکتے۔ آپ کو زینہ کی منزلیں تدریجاً طے کرنا ہوں گی اسی طرح تربیت حاصل کرنے کے لئے اپنا مرکز خیال بہت بلند کرو جس تک رسائی کا کوئی ذریعہ ہاتھ نہ آئے اور تمام عمر جستجو میں گذر جائے اور تمام وسائل ناکام رہیں بلکہ بتدریج ترقی کرو جس منزل پر پہنچتے رہو اس سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اپنی مستعدی اور محنت اور دیانت داری سے دنیا کو اپنا قدردان بنالو، پابندئ اوقات کا بڑی سختی سے لحاظ رکھو، فقر و فاقہ و مصیبت کی حالت میں بھی امانت داری کو نہ چھوڑو، جھوٹ اور بری باتوں سے اپنی زبان کو کبھی آلودہ نہ کرو۔ اپنی صحبت میں رہنے والوں کو نیک مشورے دو ان سے بری عادتیں چھڑاؤ انھیں کام پر لگاؤ، دین کی پابندی اور احکام شریعت کا اتباع ہر چیز سے زیادہ ضروری سمجھو اور اپنے پیشوایانِ دین کی محبت اور عظمت سب سے زیادہ قیمتی اور محبوب متاع کی طرح دل میں رکھو تمہارے اتحاد کا یہی راز ہے۔ تمہاری کامیابی کی یہی اصل ہے اس گروہ کے ساتھ جتنا اتحاد ہوگا، جتنی محبت ہوگی، جتنا اتباع ہوگا تمہارا شیرازۂ اخوت مضبوط ہوتا چلا جائے گا۔ دنیا کی دوسری قوموں میں تمہیں اس کی نظریں ملیں گی۔ عیسائی اگرچہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ مذہب کو لغو اور بے کار چیز سمجھتے ہیں اور درحقیقت اس وقت جو ان کے مذہب کا نقشہ رہ گیا ہے وہ اس قابل نہیں ہے کہ اس کو مذہب کہا جائے مگر باوجود اس کے وہ مذہبی پیشواؤں کا کتنا احترام کرتے ہیں کتنی عزت و توقیر کرتے ہیں اور ان پر اوران کے مشن پر کتنی کثیر دولتیں قربان کرتے رہتے ہیں

آریہ اپنے پیشوا دیانند اور اس کے جانشینوں کے کیسے حلقہ بگوش ہیں۔ سناتنی ہندو برہمنوں کی کتنی عظمت کرتے ہیں اور اپنے پنڈتوں کو کیسا سر پر رکھتے ہیں۔ شیعہ مجتہدین کے احترام اور ان کے اتباع میں کس قدر سرگرم ہیں کہ ان کے خلاف کوئی کلمہ بھی زبان پر نہیں آسکتا بلکہ ان کی رائے کے خلاف منصوبہ سوچنا بھی گناہ جانتے ہیں کسی شیعہ کے سامنے اس کے مجتہد کا نام لے دیجئے اور اس کے حوالے سے کوئی بات کہہ دیجئے تو وہ اپنی رائے اور ضد چھوڑ کر گردن جھکا دے گا اور ان کے حکم میں ذرا چون وچراں نہ کرے گا۔ بوہرے اپنے ملا کے کیسے گرویدہ ہیں کہ اپنے جان و مال، عزت و آبرو کاروبار سب کا اس کو مالک جانتے ہیں۔ ان کی قوم میں کسی کی مجال نہیں کہ سر مو بھی ملا کے حکم کی مخالفت کر سکے اس طرح دنیا کی اور قومیں بھی جو اپنے مذہبی پیشواؤں کے ساتھ شدید تعلق رکھتی ہیں کم از کم اتنا فائدہ تو ان سب کو پہنچا ہی ہے کہ ان کی جماعت متحد رہتی ہے ان میں تشتت وتفرق مختلف الخیالی نہیں آنے پاتی ہم میں یہ مصیبت ہے کہ ہر شخص پڑھا بے پڑھا، جاہل و اجہل اپنی رائے کا شیدا ہے، اپنی بات بالا رکھنا چاہتا ہے۔ اپنی غلطی کو دوسروں کی صحت پر ترجیح دیتا ہے۔ جس چیز کو جانتا نہیں اس میں بحث کرتا ہے۔ اس لئے جتنے آدمی ہیں اتنے خیال، اتنی رائیں۔ اتحاد ہو تو کیونکر ہو، دو آدمیوں میں گفتگو ہو تو اگر کسی پیشوا کو وہ مانتے ہیں تو اس کے فیصلے پر ان کا نزاع ختم ہو سکتا ہے لیکن اگر پیشوا سے وہ بے تعلق ہو گئے ہیں اور ہر شخص کے ساتھ انہیں دعوائے ہمسری ہے تو ان کا نزاع کس طرح ختم ہو ان کا فیصلہ کون کرے ان کے مابین مودت ومحبت قائم ہونے کی کیا سبیل ہو۔ غرض علمائے کرام کے اتباع میں دینی عظیم منفعتوں کے علاوہ دنیاوی منافع بھی ایسے ہیں جن سے قوم ایک مجموعی طاقت پیدا کر سکے۔ آخر میں اتنی بات پھر مکرر گذارش کرتا ہوں کہ اصل ترقی، اصل دولت اصل سرمایہ جس سے کوئی قوم اوج وبلندی پر پہنچ سکتی ہے وہ اخلاق فاضلہ ہیں اگر یہ نہیں تو سب دولتیں ہیچ اور جس قوم میں اخلاقِ فاضلہ ہوں، اعمالِ حسنہ ہو نہ وہ مال و دولت کی محتاج ہے۔ نہ فوج وہتھیار کی سب سے بڑی دولت اور سب سے بڑے ہتھیار اعلیٰ خصائل اور نیک عادات ہیں اگر قوم کے تمام افراد چھوٹے سے بڑے تک اعمال و اخلاق فاضلہ پیدا کرلیں تو دنیا کی کوئی طاقت ان کو پست نہیں کر سکتی اور جہان کا کوئی زور انہیں زیر کرنے پر قدرت

نہیں پاسکتا اِس سلسلہ میں اور بہت سی باتیں عرض کی ہیں۔ حرفت و تجارت کی طرف قدم بڑھانا، قرض اور سود کی بلا سے اپنے آپ کو اور اپنے دینی بھائیوں کو بچانا۔ ان کے لئے اِس سے نجات کی راہیں پیدا کرنا اور جو مبتلا ہیں ان کے خلاص کی تدبیریں سوچنا اور اس کے علاوہ بہت چیزیں ہیں جن کا لحاظ ضروری ہے۔ مگر اصولی طور پر جو کچھ عرض کیا گیا ہے اگر اس کو دل میں جگہ دی جائے اور اس خیال کو دل میں رکھا جائے اور اس کی اشاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا جائے تو یہ ملک و ملت کی بہترین خدمت ہوگی اور آپ ڈوبے ہوتے اور گرتے ہوئے برادران ملت کو قعر ہلاکت سے نکال لینے میں توفیق الٰہی کامیاب ہوں گے۔ سعی کا قدم ابتداء میں آہستہ اٹھتا ہے منزل دیر میں طے ہوتی ہے، دشوار گذار راہیں حوصلہ شکنی کیا کرتی ہیں۔ لیکن عزم راسخ اور ہمتِ مردانہ ہو تو تمام مشکلات کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور طالب صادق منزل مقصود پر فائز ہوتا ہے۔

❁

صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کی جملہ تصنیفات یکے بعد دیگرے مکتبہ نعیمیہ کے زیر اہتمام شائع ہو کر منظر عام پر آرہی ہیں۔ لہٰذا علم دوست، باذوق حضرات اس اشاعتی ادارہ سے برابر رابطہ قائم رکھیں!

Scanned by CamScanner

حضرت صدر الافاضل کی گہربار تقریر کا ایک جز

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا بیان

نوٹ : معذرت خواہانہ تحریر ہے کہ عظیم المرتبت شخصیت کا یہ مضمون سابقہ مضامین کی طرح کتاب کے شروع میں نہ آسکا اس لئے کہ اس کی دستیابی تاخیر سے ہوئی اور باقی کتاب پرنٹنگ ہو چکی تھی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جس طرح ایک آراستہ مکان اور اس کی آرائش و زیبائش کا سامان اور راحت و آسائش کی چیزیں خبر دیتی ہیں کہ وہ کسی ذی مرتبہ مکین کے لئے مہیا کی گئیں ہیں۔ جو انھیں استعمال میں لائے، ان میں تصرف کرے اور جس طرح کسی دلہن کا بناؤ سنگھار بنایا جاتا ہے اس کے تمام زیب و تزئین کا مقصود دولہا کی آمد ہے۔ اسی طرح کارخانہ عالم کی رنگا رنگ ہستیاں یہاں کے تمام سر و سامان، دلکش ہوائیں، پُر لطف فضائیں، روح پرور مناظر، نفائس ماکل و مشارب یہ تمام ذخیرہ اپنی ہیئت و شان سے دلالت کرتا تھا کہ کوئی متصرف آنے والا ہے جو ان میں تصرف کرے ان کو کام میں لائے برتے لطف اٹھائے۔ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کا ورود اور نوع انسانی کا وجود اس معمہ کا حل کرنے والا ثابت ہوا اور اس نوع کے وجود نے ثابت کردیا کہ کائنات دنیا کی ہر چیز کارکنان قدرت نے جس کے لئے مہیا فرمائی تھی اور یہاں کا تمام ساز و سامان جس کے دستِ تصرف و استعمال کے لئے بنایا گیا تھا وہ انسان ہے جو بیابانوں کو آباد کرتا ہے۔ ویرانوں کو معمور کرتا ہے پہاڑوں کی بلندیوں پر عمارتیں اور راستے بناتا ہے۔ ہوا اور سمندر میں سیر کرتا ہے۔ نباتات و حیوانات، جمادات معادن سب کو اپنے کام میں لاتا ہے،

الاہیں جیسے چاہتاہے تغیر کرتا ہے۔ یہ مضمون خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا سے مستفاد ہے اور یہ آیہ کریمہ
کے اس جملہ جمیلہ میں یہ اشارات وبشارت ہے کہ کائنات ارضی کی خلقت حضرت انسان کے لئے
ہوئی اور قدرت نے اس سروسامان کی عزت اسی میں رکھی ہے کہ انسان ان تمام چیزوں کو استعمال
کرے اور کام میں لائے۔ چنانچہ آج انسان ہوا پر سواری کرتا ہے، بجلی سے کام لیتا ہے زمین اور
پانی میں اپنی سواریاں لئے پھرتا ہے۔ جاندار اور بے جان چیزوں کو اپنے کام میں لاتا ہے اب یہ بات
کہ انسان کے وجود کی ابتدا کس طرح ہوئی اس کے لئے کوئی ایسی تاریخ تو موجود نہیں ہے
جو اس وقت کے حالات نقل کر سکے جب انسان کی پیدائش کا ابتدائی وقت تھا نہ ایسے اشخاص
شہادت یا خبر دینے کے لئے ہم پہنچ سکتے ہیں جو اپنے معائنہ سے اس وقت کے حالات کی
اطلاع دیں اگر ان حالات کا معلوم کرنا ہمارا مقصود ہو تو وہ بغیر اس کے حاصل نہیں ہو سکتا کہ
ہم کتاب الٰہی اور خبر سماوی کی طرف رجوع کریں اور عالم کے خالق اور جہاں کے پیدا کرنے والے سے
یہ علم حاصل کریں کہ پیدائش انسان کی ابتدا کس طرح ہوئی۔ قرآن کریم جو تمام علوم کا جامع ہے
وہ اس میں بھی ہماری دستگیری فرماتا ہے اور اس وقت کا حال ہمیں بتاتا ہے جس وقت نہ ہم خود
تھے نہ ہمارے زمانے میں اس وقت کا کوئی آدمی موجود ہے نہ اس عہد کی کوئی تاریخ پائی جاتی ہے
یہ علم بجز کتاب الٰہی اور تعلیم ربانی کے اطمینانی و یقینی طور پر اور کسی وسیلہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

الحمدللہ کتاب الٰہی نے یہ عقدہ بھی حل کیا اور ارشاد فرمایا: خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ
وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً کہ اللہ تعالیٰ نے تم سب کو ایک نفس
واحد سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی زوجہ کو خلق فرمایا اور ان دونوں سے بکثرت مرد و عورت
پیدا کر کے جہان بھر دیا۔ احادیث میں اور تفصیلات و تصریحات بھی ہیں۔ جن میں بتایا گیا ہے کہ
زمین کے تمام سخت و نرم، سیاہ و سفید خطوں سے حضرت جبرئیل بحکم الٰہی ایک مشت خاک لائے:
اس سے حضرت آدم علیہ السلام کا مجسمہ تیار کیا گیا، روح اس میں داخل کی گئی پھر بحالت خواب
حضرت آدم علیہ السلام کے جسم سے ایک پسلی نکال کر اس سے ان کی بیوی حضرت حوا کو پیدا کیا

Scanned by CamScanner

اور ان دونوں سے نسل انسانی چلی اگرچہ احادیث کا بیان اور قرآن کریم کی خبر وثوق واعتبار کے اعلیٰ پایہ پر ہے اور اس سے زیادہ اطمینان بخش اور تسلی دینے والا اور کوئی ذریعہ علم نہیں ہوسکتا، مگر جس طرح ذوق فاسد لذیذ اغذیہ ونفیس اطعمہ سے استلذاذ نہیں کرسکتا اسی طرح بیمار دل اور مریض قلوب آیات واحادیث سے یقین واطمینان کی اعلیٰ دولت حاصل کرنے میں قاصر رہتے ہیں اور ان کے شکوک واوہام ان کی پریشانی خاطری کا باعث ہوتے ہیں اور وہ عقلی قرائن اور قیاسی شواہد کے مفتون ہوجاتے ہیں۔ یہ ایک بیماری ہے اور ادراک قلبی کا کمال ضعف ہے کہ قوی ترین ادلہ سے تسکین نہ ہو اور عقل خطاکار کے ضعیف قرینے تلاش کیے جائیں صادق واجب الصدق کے کلام میں تو شبہ ہے اور خرد پیشہ کے افکار منتشرہ پر اعتماد رکھا جائے وسائل ادراک کے ضعف کی حالت میں ایسی صورت کا پیش آنا عجیب نہیں۔ نظر جب ضعیف ہوتی ہے تو قوی ترین انوار اور زبردست روشنیاں ناگوار معلوم ہوتی ہیں اور ان سے نفرت ہوجاتی ہے، دھندلی روشنی سے انس ہوجاتا ہے اسی طرح قوائے عقلیہ کے ضعف کی حالت میں اخبار صادقہ سے مطمئن ہونے کی بجائے افکار دماغیہ سے آدمی تسلی حاصل کرنا چاہتا ہے اس حالت کا معالجہ اور اس مرض کا دفع ضروری ہے کہ ادراک قلبی صحیح حالت پر آئے اور ذوق صحیح بالکل جاتا نہ رہے۔

قرائن

گو واقعات کے لیے قرائن بھی ہوتے ہیں اور وہ کچھ نہ کچھ وقائع کا پتہ بھی دیتے ہیں لیکن اس قابل نہیں کہ اعتماد انھیں پر مقصود کردیا جائے اور علم کے قوی ترین ذرائع سے تعلق باقی نہ رہے ایسے قرائن کو مؤیدات کے طور پر کام میں لاتے ہیں یا جہاں خبر نہیں ملتی وہاں ان کا کچھ اعتبار کرتے ہیں وہ اعتبار بھی حد جزم ویقین تک نہیں پہنچتا۔

روایات سے پیدائش انسان کی جو صورت معلوم ہوئی قرائن عقلیہ وشواہد قیاسیہ اس کی پوری پوری تائید کرتے ہیں۔

آج انسانوں کی جو کثرت دیکھنے میں آتی ہے اور قبائل واقوام کی شمار جس بڑے عدد سے ہوتی ہے گزرے ہوئے زمانوں میں یہ کثرت موجود نہیں جتنا زمانہ ماضی میں بڑھتے چلے

Scanned by CamScanner

جائے نفوسِ بشریہ کی تعداد گھٹتی چلی جائے گی اور تمام فروع کا اصول کی نسبتوں سے یہی حال ہوتا ہے۔ درخت کے پتے تعداد میں بہت ہوں گے لیکن جن شاخوں سے وہ پتے پیدا ہوتے ہیں وہ شاخیں تعداد میں بہت کم رہ جائیں گی پھر وہ شاخیں جن تنوں سے نکلی ہیں وہ تنے تعداد میں شاخوں سے کم ہوں گے۔ اسی طرح آگے بڑھتے جایئے تو ایک قامت رہ جائے گا جس سے فروع کی یہ تمام کثرتیں استناد رکھتی ہیں۔ ایک انسان جو کسی قبیلہ کا جدِ اعلیٰ ہے آج اگرچہ اُس قبیلہ کی تعداد کروروں پر ہو مگر جدِ اعلیٰ پر پہنچتے پہنچتے اور ہر پشت میں کم ہوتے ہوتے ایک ہی جد رہ جاتا ہے اور اُس سے پیدا ہونے والا قبیلہ اُس سے اوپر نا پید ہوتا ہے۔ اس طرح جانب ماضی میں نظر کیجئے تو آپ باسانی اس نتیجہ پر پہونچیں گے کہ اس تمام کثرت کا مرجع ایک ذات ہے اور یہ تمام شاخیں ایک اصل سے علاقہ رکھنے والی ہیں۔ شریعت اسلامیہ اس ایک شخص کا لقب آدم بتاتی ہے اور ہم سب کا لقب آدمی ہونا اُس کی قوی دلیل ہے کہ ہم جس کی طرف منسوب ہیں اُس کا لقب آدم ہے اس نتیجہ تک تو ہم بے تردد پہونچ گئے کہ تمام نوع بشر ایک شخص خاص اور ذاتِ مبارک کی نسل و اولاد میں اور ہمارے اُس سب سے اعلیٰ درجہ بزرگ کا نام نامی اسم گرامی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے لیکن جب یہ تسلیم کر لیا جائے کہ تمام دنیا کے انسان حضرت آدم سے پیدا ہوئے اور حضرت آدم کی ذات نسلِ انسانی کی نہایت ہے۔ تو ضرور ماننا پڑے گا۔ کہ اُس تمام سلسلہ بشری کی کثرت کا توالد و تناسل اور ان کی پیدائش جس طریقہ جاریہ پر ہو رہی ہے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اس طریقہ پر نہیں ہوئی کیونکہ اُس طریقہ کی پیدائش کے لئے ضروری ہے کہ ماں اور باپ دونوں ہوں اور جب انسانی سلسلہ ایک پر ختم ہوا اور اس سے پہلے کوئی انسان ہی نہیں ہے تو ضروری ہے کہ اُس کی پیدائش اس طریقہ جاریہ کے سوا کسی اور طریقہ سے ہو اور وہ طریقہ یہی ہے کہ اُس کے جسم کی ترکیب جن بسائط سے ہے قدرت ان بسائط سے بغیر والدین کے اُس کو پیدا کرے اور یقیناً پہلے انسان کی پیدائش اسی طرح ہوئی۔ جو عناصر جسمِ انسانی میں شامل ہیں ان میں سب سے غالب عنصر خاک ہے اور اُس غلبہ ہی کی وجہ سے انسان کی معاشِ زندگانی اور اس کا قیام و قرار خطۂ خاک پر ہے ہر عنصر اپنے حیز کی طرف مائل ہوتا ہے اگر عنصر خاکی ہمارے وجود میں تمام عناصر پر غالب نہ ہوتا تو خطۂ خاک ہمارا مسکن بھی نہ

ہو سکتا۔ مرکب کی نسبت جزو غالب کی طرف کی جاتی ہے۔ اس لئے خلقت انسانی کی نسبت مٹی کی طرف
بالکل صحیح ہے اور اسی لئے آیات و روایات میں انسان کی پیدائش مٹی سے بتائی گئی ہے۔ قالب آدم
کا اقسام خاک سے مرکب کیا جانا بھی بالکل عقل کے مطابق ہے۔ انسان کی رنگتیں، اجسام کے قوام
کا تفاوت، مزاجوں کے فرق اسی کی شہادت دیتے ہیں۔ عقل کی رہنمائی سے آپ یہاں تک تو پہنچ
گئے کہ سب سے پہلا انسان بے ماں باپ کے مختلف قسم کی خاک سے پیدا کیا گیا۔ لیکن ایک انسان سے
طریقہ توالد عادی جاری نہیں ہو سکتا اس کے لئے ضروری ہے کہ طبقہ اناث کا بھی فرد اعلیٰ ان کے ساتھ
موجود کیا جائے مگر جب ایک فرد موجود ہو چکا تو اقتضاء حکمت یہی ہے کہ نوع کا ایک فرد
موجود ہوتے ہوئے دوسرے فرد کو اسی فرد سے پیدا کیا جائے۔ جب ایک بھی فرد نہ تھا تو
بے واسطہ عناصر سے پیدا کرنا ہی حکمت تھا۔ لیکن جب ایک موجود ہو چکا تو نوع کا نوع سے پیدا
کرنا حکمت کے مناسب ہے۔ لیکن طریقہ توالد عادی اب بھی جاری نہیں ہو سکتا کیونکہ ایک شخص
سے جو پیدا کیا جائے گا اس کا طریقہ پیدائش ازدواج اور اختلاط مادر و پدر ہو ہی نہیں سکتا لہٰذا
اسی کے جسم کے کسی حصہ سے قدرت دوسرے کو معرض وجود میں لائے جسم انسانی کی ساخت کو دیکھ کر
معلوم ہوتا ہے کہ تمام چیزیں اپنی مناسبت پر ہیں اگر کوئی چیز کم معلوم ہوتی ہے تو وہ بائیں جانب کی
ایک پسلی ہے تو اب وہ روایت کہ بائیں پسلی سے حضرت حوا کو پیدا کیا دلالت عقل سے بھی خاطر گزیں
ہو جاتی ہے۔ جسم انسانی سے بطریق تناسل عادی جو پیدا ہوتے ہیں ان میں ابنیت و ابوت کے
رشتے قائم ہوتے ہیں اور جو اس طریقہ پر نہ پیدا ہوا ہو اس کا یہ رشتہ نہیں ہو سکتا تو اگرچہ حضرت
حوا، حضرت آدم علیہ السلام کے جسم پاک کے ایک حصہ سے پیدا کی گئیں مگر نسل سے علاقہ رکھنے
والا کوئی رشتہ ان کے اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان نہیں ہے اب قدرت
نے ان کی تزویج فرمائی جو انسانوں کی پیدائش اور ان کی اس کثرت کا سبب ہوئی۔ یہ بات بھی قرین
قیاس نہیں ہے کہ قویٰ کے منبع میں جو زور آور جیسی زبردست قوت ہوتی ہے وہ فروع میں آکر تقسیم
ہو جاتی ہے تو کبھی فرع کی قوت اصل کی قوت کے برابر نہیں ہو سکتی یہ اس قوت کا ذکر ہے جس کا

Scanned by CamScanner

منبع سے تعلق ہو۔ اور تاثیرات خارجیہ اس کا مدار نہ ہوں اس اصول پر قوت توالد و تناسل پہلی انسان میں فروع مابعد سے بہت زیادہ قوی ہونی قرین قیاس ہے۔ اسی لئے صبح و شام ایک ایک لڑکا و لڑکی کا جوڑا پیدا ہونے لگا اور اسی کثرت ولادت ہی سے عہد آدم میں (علیہ الصلوٰۃ والسلام) دنیا آباد ہو سکتی تھی بہ تقاضائے حکمت وقت جو لڑکے اور لڑکی ایک ساتھ پیدا ہوتے تھے وہ بہن بھائی قرار دیئے جاتے تھے اور دوسرے بطن سے یعنی دوسرے وقت پیدا ہونے والے ان سے وہی نسبت رکھتے تھے جو آج بنی آدم کو حاصل ہے جو ایک جد میں شریک ہیں۔ مگر جدا جدا صلب سے پیدا ہوئے اس وقت کی کثرت کو دیکھ کر اس ابتدائی حالت کے لئے اسی قانون کا تجویز کرنا بعید از عقل ہے جو لوگ ایسا کہتے ہیں وہ اپنی خفت عقل کا ثبوت دیتے ہیں۔

الحمد للہ مضمون روایات مطابق قرائن عقلیہ ہے اس کا انکار محض مکابرہ و عناد اور نافہمی ہے۔ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِ اَنْبِيَآئِهٖ وَرُسُلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

Scanned by CamScanner

ہوا اور وہ عام طور پر لوگوں کے جاگنے کا وقت تھا اس لئے وہ جا بجا دیکھ لیا گیا۔ ممکن ہے کہ ایسا اکثر ہوتا ہو لیکن شب کے پچھلے حصّہ میں خلق مصروفِ خواب ہو اور اس کو خبر نہ ہو یہ خیال کر کے مجھے یاد آیا کہ اعلیحضرت عظیم البرکت امام اہلسنّت حضرت مولانا مولوی مفتی قاری شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرّہٗ العزیز کے خلفِ اصغر حضرت مولانا مولوی مفتی قاری شاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب بریلوی دام مجدہٗ نے ایک بار اس سے پہلے آسمان پر نامِ اقدس کی زیارت کی ہے جو ستاروں کے اجتماع سے پیدا ہوا تھا اور دیر تک رہا اور وہ لطفِ زیارت میں ایسے محو ہوئے کہ کسی کو اطلاع نہ دے سکے بہت سے حضرات ایسے وقائع پر مطلع ہو کر اس کو سرِّ قدرت سمجھتے ہیں اور اس لئے اظہار نہیں کرتے۔ اس کے ساتھ میرے دل میں یہ بھی آیا کہ اہلِ ہند نے جو اسلام کے خلاف شورشیں پیدا کر رکھی ہیں اور کفر کے علم بلند کر کے دنیا کو کفر کی دعوت دے رہے ہیں اور اسلام کی مخالفت میں تحریر تقریر اغوا افترا ، زر، زور تمام قوتوں سے کام لے رہے ہیں اور شدھی کا غلغلہ ہند کی فضا میں گونج رہا ہے۔ ایسے وقت اہلِ ہند کو پیشوائے اسلام صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا اسمِ مبارک آسمان پر بخطِ نور مکتوب دکھانا ان سب کی پردہ دری اور دعاوی باطلہ کا اظہارِ بطلان اور دینِ حق کی ایسی زبردست برہان ہے جس سے ابو جہل جیسے دل و دماغ کا شخص تو دیدہ و دانستہ منکر ہو سکتا ہے ورنہ اور کسی کو مجالِ انکار نہیں۔ آریہ کہتے ہیں کہ کتابِ الٰہی آغازِ دنیا میں ہونا چاہیئے۔ یعنی دنیا کی ابتدا اسی سے ہو اور کسی چیز سے متاخر و مابعد نہ ہو اگرچہ ان کا یہ دعویٰ ان کی کتاب سے بھی ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کی کتاب (وید) اپنے اندر اس کے خلاف قوی اور ناقابلِ انکار شہادتیں رکھتی ہے ایسی قوم کے لئے اس سے بڑھ کر کیا برہان ہو سکتی ہے۔ سرورِ انبیاء صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے اسمِ گرامی کی تحریر اس صفحہ پر نمودار فرمائی ہو انسانی دسترس سے بالاتر ہے اور کارپردازِ قدرت کے سوا کوئی ہاتھ وہاں تک نہیں پہنچ سکتا اور آریوں کے اعتقاد میں وہ قدیم ہے جس کو وہ آکاش کہتے ہیں۔ مختلف بلاد و اضلاع میں رہنے والے ایک ہی وقت میں اس آسمانی تحریر کو پڑھ رہے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ شدھی کے علمبردار اگر حق و انصاف کے مدعی ہیں تو اپنے جھنڈے سرنگوں کر کے سچائی اور راستبازی کے ساتھ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ

کے نعرے بلند نہ کریں۔ ہندوستان کی رہنے والی قومیں کس خواب خرگوش میں ہیں، ان قدرتی نشانوں کے بعد وہ پھر کیوں بھٹکتے پھر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک یہ بات بھی میرے دماغ میں آئی کہ شیخ نجدی نے سرزمین حجاز مقدس میں جو گستاخانہ اور بے ادبانہ روش اختیار کی ہے اور اسلافِ کرام کے آثارِ متبرکہ اور حضور سرورِ انبیاء محبوبِ کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ واصحابہ وبارک وسلم کے مولد مبارک کی بابرکت عمارت کو نیست و نابود کیا ہے۔ جس کی بنیادیں انسانی ہاتھوں نے رکھیں تھیں مگر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم نازکی برکت سے وہ مقدس عمارت شاہ وگدا، اہل اللہ واولیاء، علماء و ائمہ کی زیارت گاہ تھی اس کے مٹائے جانے اور منہدم کئے جانے سے مسلمانانِ عالم بہت مضطرب و پریشان ہیں اور انھیں مسلمانوں کے مستقبل کے لئے بہت اندوہناک اندیشے پیدا ہوگئے ہیں۔ بالخصوص ہندوستان کے بے دست وپا مسلمان ان جانکاہ وہوشربا حادثوں کی خبروں سے ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے ہیں اور ان کے دل عقیدت منزل بے چین ومضطرب ہیں۔ آسمان پر اس نقش پاک کے اظہار میں ان کی تسکین خاطر ہے اور ان کے زخم خوردہ اور رنجیدہ دلوں کی تشفی وتسلی ہے کہ نجدی بدکردار کا ناپاک ہاتھ اگر صفحۂ خاک اور سطح زمین کے نقوش اور انسانوں کی قائم کی ہوئی یادگاروں کو جو حضور پُرنور حبیب کبریا محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد تازہ کیا کرتی تھی، مٹا سکتا ہے۔ اس سے اس سرورِ ذیجاہ اور سلطانِ عرش بارگاہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے عزّ ووقار اور شہرت واقتدار کو شمہ بھر نقصان نہیں پہنچتا۔ ان کا رب عزّ وعلا جو کفار کے طعنوں کے جواب میں قرآن پاک کی آیاتِ کریمہ سے انکا اعزاز واکرام فرماتا ہے۔ وہ نجدی بیباک کی کمینہ حرکتوں کے بعد اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک کو آسمان پر نوری حرفوں میں جلوہ گر کر کے عقیدت مندان اخلاص کیش کی تسکین فرماتا ہے، مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم پاک کو اس نے وہ رفعت عطا فرمائی ہے جہاں کسی دشمن بد باطن کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔ اگر زمین سے ان کی یادگار کے ارضی نقوش مٹائے جاتے ہیں تو آسمان پر نوری نقش ونگار میں ان کی رفعت ومنزلت کا اظہار فرمایا جاتا ہے اِس میں نجدی اور اس کے ہم عقیدوں کی تذلیل وتوہین اور ان کا رغم انف ہے کہ محبوبان خدا

کی مخالفت سے تم انھیں خلق کے دلوں سے نہیں نکال سکتے۔ ان کا رب ان کی ایسی حمایت فرماتا ہے کہ ان کے نام کے نقوش آسمان پر جلوہ گر ہیں جہاں تمہارے شیخ نجدی اور اس کی ذریات کی رسائی نہیں میرے مکرم جناب مولوی محمد برہان الحق صاحب سلمہٗ نے اپنے فتوے میں نام پاک کی تحریر بنانے والے ستارے کو شہاب ثاقب کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے اس میں یہ اشارہ نکلتا ہے کہ اس نام پاک کی تحریر شیاطین کے لئے قہر و عذاب ہے۔

میرے دل میں یہ بات بھی آئی کہ اس زمانہ میں اس نام پاک کا اس شوکت و شان کے ساتھ اظہار اور ہندوستان میں اس کو نمودار فرمانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضور کا دین قویم و بلند و بالا ہوگا۔ اور اس کی چمک دمک سے ہندوستان منور و معمور ہوگا۔

اضلاع متوسط میں بیشتر زیارت ہونا یہ مژدہ لاتا ہے کہ ہندوستان کے قلب میں اسلام کی تجلیاں نور افشانی فرمائیں گی۔ دین پاک کی صداقت وحقانیت کے لئے اسلام قرآن وغیرہ کے الفاظ کریمہ کے نقوش یا کلمہ شریف کا نقش بھی دلیل و برہان ہوسکتا تھا مگر نام پاک کا اظہار اپنے ساتھ یہ بھی اشارہ فرماتا ہے کہ دین سید انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت و عقیدت میں منحصر ہے۔ روایات میں جہاں قوائم عرش پر اسم گرامی مکتوب ہونے کا تذکرہ ہے اور اس سے ضعیف العقیدہ یا خشک فلسفی متحیر ہوا کرتے ہیں ان کی بھی تشفی ہے کہ آسمان پر نام پاک دیکھ کر مطمئن ہو جاؤ جو رب کریم آج آسمان پر مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا اسم سامی جلوہ گر فرماتا ہے اس نے قوائم عرش پر جلوہ گر فرمایا تو کیا مقام استعجاب ومحلِ انکار۔

معراج شریف میں عرش معلّیٰ کو قدم پاک سے عزت دیا جانا اور نعل اقدس سے سرفراز کرنا اور برکت دینا جن فرسودہ دماغوں اور خشک دلوں کی خاطر نشین نہیں ہوتا انھیں آنکھوں سے دکھایا جاتا ہے کہ آسمان کو آپ کے نام انور سے عزت وزینت دی گئی کہ وہ نام اقدس ستاروں سے مکتوب ہوا جن کی نسبت قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاۤءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ — اور بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ

Scanned by CamScanner

وَجَعَلْنَاهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيَاطِيْنِ — کیا اور انھیں شیطانوں کے لئے مار کیا۔

دوسری آیت میں ارشاد ہے:

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ نِ الْكَوَاكِبِ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ — بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو تاروں کے سنگار سے آراستہ کیا اور محفوظ رکھنے کو ہر شیطان سرکش سے

اور میرا ذوق دل کہتا ہے کہ ان آیتوں کی تفسیر پورے طور پر اس واقعہ نے دلنشیں فرمائی والحمد للہ۔ شق القمر کا معجزہ دیکھ کر کفار متحیر تھے اس طرح آج بھی آسمان پر نام پاک دیکھکر لاجواب ہیں مگر انھیں ایک راہ ملتی ہے کہ جس کا نام پاک آج پردہ فرمانے کے بعد بھی آسمان پر خط نور میں جلوہ نما ہے اس کی انگشتِ مبارک کے اشارے سے چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا بیشک قابلِ قبول ہے۔

دنیا میں کبھی اور بھی ایسا ہوا ہے، زمانہ کی تاریخ کچھ اس کا پتہ نشان دیتی ہے۔ عالم کی آنکھوں نے کسی اور کا نام بھی یوں آسمان پر نوری حرفوں میں لکھا دیکھا ہے۔ حق کے طالبو! چلو اس نوری نام والے کی غلامی اختیار کرو۔ اس کے سایۂ حمایت میں پناہ لو! اس کے دامن رحمت کو ہاتھوں میں تھامو گمراہی سے بچو، آنکھیں کھولو، اندھے نہ بنو۔ اس واقعاتی شہادت اور آسمانی ثبوت کے بعد قبولِ حق میں تاخیر نہ کرو، غضب الٰہی سے ڈرو، اپنی جان پر رحم کرو، اپنے آپ کو عذابِ نار و غضب جبار سے بچاؤ۔ اُدْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

Scanned by CamScanner

مسلمانوں کا مستقبل

وہ قوم نہایت بدقسمت ہے جو اپنے گذشتہ عہد سے سبق لیکر اپنے مستقبل کے لئے امن وعافیت کی تدابیر اختیار نہ کرے۔ مسلمانوں نے گزرے ہوئے زمانہ میں اپنی دولت، وجاہت مال وآبرو سب کچھ کھو دیا اور ننگِ اسلاف بن گئے۔ دنیا میں اگر بدنام کنندہ نکونام چند کا مصداق تلاش کیا جائے تو وہ ہم ہیں، ہمارے پاس نہ اپنے بزرگوں کا سا تقویٰ و دیانت وصدق وراستبازی ہے نہ ان کی سی دولت وثروت، نہ ان کی سی عزت ووجاہت۔ یہ تمام سرو سامان ہمیں ان سے ورثہ میں تو ملا تھا مگر ہم نہ اہل تھے اپنی قابلیت سے اسے محفوظ نہ رکھ سکے۔ جہاں ان کی چھوڑی ہوئی جاگیریں اور جائدادیں ہم نے اپنی بدعقلی وبے تدبیری سے ضائع کر دیں وہاں ان کے خصائل واخلاق ان کا علم وعمل بھی ہمارے پاس نہ رہ سکا وہ دنیا میں عزت وآبرو کے ساتھ مشہور ومعروف تھے تو ہم ذلت وخواری میں ضرب المثل اور شہرۂ آفاق ہیں۔ بری عادتیں، بدترین خصائل اگر تلاش کئے جائیں تو ان کا بڑا ذخیرہ ہمارے پاس نکلے گا۔ لیکن ہم نے کبھی غور نہیں کیا ہے کہ یہ نعمتیں ہم سے کیوں روٹھ گئیں ہیں اور اس خواری وخستہ حالی کے اسباب کیا ہوئے۔ اب ہمیں کیا راہِ عمل اختیار کرنی چاہیئے۔ اگر اب بھی ہم نے گذشتہ دور کی سختیوں پر گہری نظر ڈالکر سبق نہ لیا اور آئندہ کے لئے ہم اپنی اصلاح ودرستی کی طرف کلی طور پر مصروف نہ ہوگئے تو مستقبل ہمارے لئے ہلاکت کا وقت ہوگا۔

اے قوم مسلم! اے خوابِ غفلت کے گرفتار بیدار ہو! اے نشۂ بیخودی کے سرشار ہوش میں آ، اور اپنی درستی حال کی طرف ہمہ تن مشغول ہو اگر یہ وقت بھی غفلت میں نکال دیا تو پھر مرض ناقابل علاج ہو جائے گا اور چارہ گروں کو تدبیر کا موقعہ بھی نہ ملیگا۔

Scanned by CamScanner

تباہی کے اسباب

جس طرح مسلمانوں کی ترقی کے اسباب دو طرح کے تے روحانی اور مادی۔ اسی طرح ان کی تباہی کے اسباب بھی انھیں دو قسموں میں منحصر ہیں۔

روحانی اسباب

ترقی کے روحانی اسباب میں سب سے بڑی چیز جس پر دنیا و آخرت کی کامیابی متفرع ہوتی تھی اور جو ہر ضرر و نقصان سے بچانے کا سبب تھا علمِ دین ہے اسی کی روشنی میں مسلمان دنیا کی ہر قوم سے آگے بڑھے اسی کی بدولت عالم کی آنکھوں نے انھیں عزت و احترام کی نظروں سے دیکھا اسی کی برکت سے وہ بدخواہوں کے مکر و فریب سے محفوظ رہے۔ اسی کا فقدان، اسی کی کمی ہمارے لئے باعثِ ہلاکت ہوئی۔ علم کی روشنی میں سیاہ و سفید نیک و بد، نافع و ضار سب کچھ صاف صاف نظر آتا تھا۔ جب ہم علم سے محروم ہوئے جہل کی تاریکی میں گرفتار ہو گئے۔ اب نفع و ضرر معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہ رہا۔ عزت و اقبال کی بلندیوں پر چڑھنے کی جگہ ہم گھپ اندھیری میں ذلت و رسوائی کے عمیق گڑھوں میں گر گئے۔ اب جو مصیبت بھی ہم پر ٹوٹی نہ اس سے ہم باخبر نہ اس کے دفع کی تدبیر ہم کو میسر، عملی حالت تو علم ہی سے درست ہوتی ہے، جب علم ہی نہ رہا تو عمل کا فاسد ہو جانا کیا تعجب۔ علم ہوتا تو ہم ذات و صفاتِ الٰہی کی عظمت جانتے، اس کی ربوبیت کے حقوق پہچانتے، طاعت و عبادت میں سرگرم رہتے۔ وہ طاعت و عبادت پاکبازی کا سبب ہوتی اس کی بدولت روحانی برکات ہم کو ملتے اور ہم ان سے مستفیض ہوتے۔ اخلاق توکلِ صادق، صبر و قناعت، ایثار و رضا و تسلیم کی بہترین صفات ہمارے پاس ہوتیں جن کے ذریعہ ہم بہت سے دنیوی نقصانوں اور مضرتوں سے بچ جاتے اور دینوی کاموں میں کامیابی کی منزل پر سب سے آگے پہنچتے۔ ہماری عورتیں اور بچے اور ان کی تندرستی اور اخلاق حریم اسلام کی حفاظت میں بہت سی بلاؤں سے محفوظ رہتے۔ پچھلے ادوار میں مسلمانوں نے یہ نفعے حاصل کئے ان کے دروازوں پر دربانوں کی ضرورت نہ تھی۔ ان کی عورتیں عفت و پارسائی میں فرد مانی گئی تھیں جس کا ثمرہ اور نتیجہ ترکہ کے طور پر بحمداللہ آج بھی اسلامی

خواتین میں پایا جاتا ہے۔ علمِ دین سے تعلق کم کر کے مسلمان بہت سی نعمتوں سے اور دینی و دنیوی ، برکتوں سے محروم ہو گئے اور بہت سی مصیبتیں ان پر ٹوٹ پڑیں ۔ کہاں تک تفصیل کی جائے گی ،، مثال کے طور پر یوں سمجھیے کہ ذی علم گودوں میں پرورش پانے والا ایک بچہ جن کے لئے طہارت کے اصول طبیعتِ ثانیہ ہو گئے تھے اور نجاست و گندگی سے اس کو طبعی نفرت تھی ۔ ابتدائے عمر سے نماز کا پابند بنایا گیا ۔ دینی صحبتوں میں نشو نما پائی ۔ دین کے تذکرے اس کے کان میں پڑے عبادت کا شوق پیدا ہوا ۔ وہ اپنے بلوغ و نوجوانی میں تمام ان آفات سے محفوظ رہتا ہے جس میں آجکل کے ناتعلیم یافتہ یا نو تعلیم یافتہ نوجوان مبتلا ہو کر اپنے اخلاق و عادات کے ساتھ ساتھ اپنی تندرستی کو بھی خراب کر دیتے ہیں اور ایسے شدید نقصان پہنچا لیتے ہیں جن کی تلافی پھر مدۃ العمر میں نہیں ہو سکتی ۔ یہی سبب ہے کہ موجودہ نسلیں گذشتہ زمانہ کے لوگوں سے بدرجہا زیادہ کمزور ہیں باوجودیکہ آج سامانِ آسائش اس عہد سے زیادہ فراواں اور وافر ہیں ۔ دوسرے پچھلی صحبتوں کے لوگ دینی تعلیم سے متاثر ہو کر سادہ زندگی بسر کرنے اور تکلفات سے دور رہنے کے عادی تھے اسی وجہ سے ان کی آمدنی ان کے ضروریات پورا کرنے کے بعد دوسروں کے بھی کام آتی تھی ۔ اور اپنے پسماندوں کے بسر اوقات کے لئے بھی وہ کچھ نہ کچھ چھوڑ جاتے تھے ۔ تیسرے ، دینی علوم اور دینداروں کی صحبت ان برے اطوار و افعال سے طبیعت کو متنفر کر دیتی تھی جن کی بدولت مسلمان بہت برباد ہوئے اور ہو رہے ہیں ۔

چوتھے ، کسبِ حلال کی فضیلتیں اور اہل و عیال کے حقوق ان کی خاطر گزین ہوتے تھے ، جن کا ادا کرنا وہ اپنے ذمہ فرض جانتے تھے اس لئے بیکاری کی عادت سے وہ محفوظ تھے اور اس کو اپنے حق میں گناہ سمجھتے تھے ۔ دین سے بے تعلق ہو کر مسلمان ان تمام نعمتوں کو کھو بیٹھے ۔

اب انھیں اپنی حالت درست کرنے کے لئے جلد از جلد دینی زندگی اختیار کرنا چاہیئے ۔ اور علوم دینی کو اس قدر عام کر ڈالنا چاہیئے کہ شہر ، قصبہ ، اور گاؤں کے بچے تک اپنی ضروریات سے واقف ہو جائیں ۔ تو پھر ان شاء اللہ تعالیٰ وہی دن لوٹ آئیں گے ۔ اس کے علاوہ علم کے عام کر دینے سے

دو اور بڑے عظیم الشان فائدے ہوں گے۔

(۱) اغیار کے دھوکے اور مغالطے ان کو شبہ میں نہ ڈال سکیں گے بلکہ وہ اپنی واقفیت سے انھیں بھی فائدہ پہنچائیں گے۔ (۲) فرقہ بندی کی مصیبت سے نجات ہو جائے گی اور روزانہ نئے نئے فرقے پیدا ہونے کی مصیبت میں ایک حد تک کمی ہو جائے گی۔ کیونکہ خود غرض گمراہ جب دیکھتا ہے کہ یہ قوم اپنے دین سے باخبر نہیں ہے تو اس کو ہمت ہوتی ہے اور وہ گمان کرتا ہے کہ ان کی بے علمی سے فائدہ اٹھائے انھیں بہکانے میں کامیاب ہو جائے گا اور ایسا ہوتا بھی ہے کہ وہ ہر گمراہ کی بات سنکر متحیر ہو جاتے ہیں اور یہ کہنے لگتے ہیں کہ ہم کیا کریں ایک یہ کہتا ہے ایک یہ۔ اگر انھیں واقفیت ہوتی وہ آنکھ رکھتے، دین کو خود جانتے تو انھیں ایسا تردد نہ ہوتا۔ وہ باطل کار گمراہ کنندہ کی مکاری کا خود پردہ فاش کر دیتے اور اس کا فریب نہ چلتا تو وہ مایوس ہو کر بیٹھ جاتا۔

اس سے پہلے اپنی روحانی حالت درست کرنے کے لئے دینی علوم کا رواج عام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اور اس کے لئے ہر امکانی کوشش عمل میں لانا چاہیئے۔

ہر شخص علمِ دین کی ترویج کو اپنے فرائض میں سے سمجھے اور ایک معین رقم ماہانہ اس کے لئے صرف کرنا داخل ضروریات قرار دے۔ اس کے ساتھ مسلمان بچوں اور ان کے اولیاء کو سب سے پہلے دینی تعلیم دلانے کی رغبت دلائے اور جہاں تک ممکن ہو اپنے اثر سے کام لیکر انھیں اس پر راضی کرے۔ تاکہ مسلمان روحانی زندگی کے برکات سے فیضیاب ہوں۔ چھوٹے بڑوں کے حقوق پہچانیں، بڑے چھوٹوں پر شفقت کریں۔ محبتِ دینی و اخوتِ مذہبی کا رشتہ قوی و مضبوط ہو۔ خانہ جنگیوں کی مصیبتیں اور باہمی کشمکش کے عذاب سے نجات ہو۔

مسلمانوں کی ترقی کے مادی اسباب

حقیقۃً اسلام روحانیت ہے اور اس لئے مسلمانوں کی ہر ترقی روحانیت ہی کے ساتھ ہے لیکن جب اس دنیا میں ہیکل بشری و نشار عنصری میں جلوہ گر ہیں تو مادیات کے ساتھ تعلق ہونا بھی ناگزیر ہے۔ گو مسلمان کا تعلق مادہ کے ساتھ بھی روحانیت

کے ماتحت ہوتا ہے اور اس وجہ سے مادہ کی تاریکیاں اور کدورتیں ان کے آئینۂ قلب کو مکدر نہیں کر سکتیں بلکہ وہ ہر قدم میں روحانی ترقی کے بلند و بالا منازل طے کرتے رہتے ہیں۔

ایک راہب رہبانیت کو جلا دینے کے لئے ترک و تجرد پر مجبور ہے اس کو گوشۂ عزلت و زاویۂ تنہائی درکار ہے جہاں اس کے کسی ہم جنس کا اثر نہ ہو اور جسمانی لذتوں کے اسباب مفقود ہوں۔ اس لئے وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور صحراؤں، بیابانوں میں جا کر رہتا ہے تب کہیں مادیات کے ساتھ اس کے تعلقات میں کمی آتی ہے اور دنیا کی چیزیں سامنے نہ آنے سے ان کا انس کچھ کم ہوتا ہے مگر پھر بھی فراغ قلب نصیب نہیں ہوتا۔ طبیعت آسائش و اسباب آسائش کو یاد کر کر کے بیتاب کر دیتی ہے۔ نرم بستر محفوظ مکان، مرغوب جلیس لذیذ اطعمہ، نفیس ملبوس سب یاد آتے ہیں اور کبھی کبھی ان کی یاد ایسا غلبہ کر جاتی ہے کہ تجرد کی زندگی ترک کرنا پڑتی ہے۔ اور نہ بھی کی۔ آنکھیں بند کیے بیٹھے بھی رہے تو دل دنیا کی ہر ہر چیز کا گرفتار محبت رہا اور روحانیت کو مادہ کے عشق کی قیدوں سے رہائی نہ مل سکی۔

لیکن مسلمان شہر میں آبادی میں متاہل و عیالدار ہو کر کار بار تجارت وغیرہ میں مصروف ہو کر بھی فارغ القلب ہوتا ہے اور اس کا دل کسی دنیوی چیز کے ساتھ نہیں الجھتا اور اس کو مادیات کے سمندر میں غرق ہو کر بھی مادیات کے ساتھ شیفتگی پیدا نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ سرسبز و شاداب اقطاع اور وسیع و زرخیز ممالک و بلدان کا مالک و تاجور ہو کر بھی اس کا دل ان تمام مادی چیزوں کی محبت سے آزاد رہتا ہے جو ہر وقت اس کے گرد مملوکانہ طور پر طواف کرتے رہتے ہیں۔ وہ تخت سلطنت پر بھی فقیر تارک الدنیا ہی رہتا ہے۔ دنیا کا حسن و جمال ناز و ادا اس کے خدا شناس دل پر قبضہ کرنے سے عاجز رہتا ہے۔ اورنگ زیب، سلطان محمود وغیرہ شاہانِ اسلام کی زندگیوں پر گہری نظر ڈالنے سے یہ حقیقت صاف طور پر منکشف ہو جاتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زہد و تقویٰ نے تو دشمنوں کے قلوب پر بھی یہ اثر کیا ہے کہ متعصب سے متعصب دشمنِ اسلام بھی ان کے ترکِ دنیا کا معترف ہے۔

Scanned by CamScanner

مسلمان کے ہاتھ پاؤں مادیات کے ساتھ مصروفِ عمل ہوتے ہیں تو اللہ کے لئے اس کا پاک نفس مادیات کی محبت میں آلودہ نہیں ہوتا۔ وہ تجارت، ملازمت، زراعت، حرفت جس ذریعہ سے بھی تحصیل معاش کرتا ہے اس سے مقصد مال کی محبت نہیں ہوتی محض امر اللہ کا اتباع اور حقوقِ واجبہ کی ادا۔ یہ بھی اس کے حق میں ایک باعث ہوتی ہے۔ جس سے نفس کو مزید طہارت و پاکیزگی اور روح کو نورانیت حاصل ہوتی ہے جس کا مقصد ہر فعل و حرکت و سکون میں رضائے مولیٰ ہوتا ہے۔ اس طرح مسلمان کی حیات کا مادی پہلو بھی روحانیت کے انوار سے منور ہوتا ہے،

پہلے زمانہ کے مسلمان اپنے حوائج کو کم کرتے تھے تاکہ ضروریات کے دباؤ سے کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے جوان کے لئے نہایت ناگوار بات تھی بلکہ ان کی آمدنی اگر کم بھی ہو تو ضروریات محدود ہونے کی وجہ سے بچ رہے اور وہ دوسرے بندۂ خدا کو دیکر مال کے ساتھ قلب کی بے تعلقی و بے رغبتی کا عملی ثبوت دے سکیں اسی لئے انھیں ہدایت فرمائی گئی تھی اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی کہ اونچا یعنی دینے والا ہاتھ نیچے یعنی لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے، یہ بھی تعلیم دی گئی تھی اَلسُّوَالُ ذُلٌّ کہ مانگنے میں ذلت ہے یہ بھی بتادیا گیا تھا" ذَلَّ مَنْ طَمِعَ " کہ لالچی ذلیل ہوتا ہے۔ یہ باتیں ان کی مرکوزِ خاطر تھیں۔ وہ بھوکے سو جانا پسند کرتے تھے مگر مانگنا اور کسی اپنے جیسے انسان کے سامنے ہاتھ پھیلانا انھیں گوارہ نہ تھا۔ اس لئے گو ان کے پاس آجکل کے دولت مندوں کی طرح مال کے عظیم الشان انبار نہ تھے لیکن وہ اس زمانہ کے تمام دولت مندوں اور بادشاہوں سے زیادہ غنی تھے انھیں سکھایا گیا تھا۔ اِنَّمَا الْغِنٰی غِنَی الْقَلْبِ کہ اگر بہت سا مال ہو اور حرص کا پیٹ نہ بھرا ہو دستِ ظلم یا دستِ سوال دراز رہا، مستسقی کی طرح مال کے پیاسے ہی رہے تو تمام دنیا کے خزانے لیکر بھی تم غنی نہیں ہوسکتے لیکن اگر اپنے حوائج محدود کر لو اور اپنے دل پر قابو پالو اس کو حرص کی پلید بیماری سے بچالو تو تھوڑے پر قناعت کرسکو گے اور دنیا کی دولتیں اگر تمہارے سامنے لائی جائیں تو تمہیں ان کی طرف التفات نہ ہوگا۔ تمہارا دل غنی رہے گا اصل غنی یہی ہے۔

حرص کا پلید جذبہ جس دل میں جگہ پاجاتا ہے اس کو تباہ کردیتا ہے۔ حریص آدمی اگر صاحبِ قوت و

شوکت ہے تو وہ دنیا کو پریشان کر ڈالتا ہے کسی کو آسودہ نہیں دیکھ سکتا دوسروں کے منہ سے لقمے چھین کر انہیں بھوکا مار دینا اس کے نزدیک کوئی بات نہیں ہوتی۔ جبر و تعدی ظلم و ستم کے ساتھ وہ دوسروں کے مال چھینتا اور انہیں تکلیف میں مبتلا کرتا ہے۔ اس کا دل اس قدر سخت ہو جاتا ہے کہ کسی کی تکلیف پر اس کو رحم نہیں آتا۔ ظالم حکومتوں، جفا کار زمینداروں، ستم خو سود خواروں کے طرزِ عمل اس کا بیّن ثبوت ہیں۔

حریص بادشاہ کی رعایا کبھی آرام نہیں پا سکتی۔

اور اگر حریص صاحبِ قوت و شوکت نہیں تو وہ اپنی حرمت و آبرو پر ہاتھ صاف کرتا ہے اور طمع کے باعث دربدر مانگتا ہے ہر شخص کے سامنے سوال کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے۔ جھڑکیاں اور گھڑکیاں کھاتا ہے۔ مجلسوں سے نکالا جاتا ہے، بازاروں میں ذلیل کیا جاتا ہے، خلقِ خدا اس کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے۔ اسی طمع کے جذبہ میں اندھا ہو کر وہ چوری بھی کر لیتا ہے ڈاکہ بھی ڈالتا ہے، خویش و بیگانہ کو قتل بھی کر دیتا ہے۔

اسلام کی تعلیم پر چلنے والے جو اس ناقص جذبے سے پاک تھے اور جنہیں غنائے قلب حاصل تھا انھوں نے اپنے نفس کی عزت و حرمت بھی باقی رکھی اور دنیا کو بھی ان سے کبھی کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچی۔ بادشاہ ہوئے تو رعایا خوش حال رہی۔ فقیر ہوئے تو وہ بادشاہوں کے در پر اپنی حاجت لیکر نہ گئے بادشاہ ہی ان کے در پر سائل بن کر آئے۔

غرض مسلمانوں کی ترقی کا مادی پہلو بھی بالکل روحانی ہے اور عجیب طریقہ کی حیرت انگیز تعلیم کر ارباب دولت و مال اور اصحابِ ملک و خزائن کے قلوب مالی محبت سے پاک کر دیئے ہیں۔ مالی کاروبار کے لئے بہت پُر اسرار و پُر حکمت قانون مقرر فرمائے ہیں جو کتبِ فقہ کو بنظرِ تعمق دیکھنے سے سمجھ میں آتے ہیں۔ اگر اس زمانے کے مسلمان اس پاک تعلیم سے فائدہ اٹھاتے اور اپنے حوائج و ضروریات کو کم کرتے، ادائے حقوقِ واجبہ کے لئے بہ نیتِ ثواب کسبِ حلال میں مصروف ہوتے اور اپنے آپ کو بیکار نہ چھوڑتے۔ مالدار ہونے کی صورت میں صدقاتِ واجبہ سے اپاہجوں، بوڑھوں

بیواؤں کی دستگیری کرتے اور انھیں دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے یا اپنا حال ظاہر کرنے سے عار کرتے شرماتے۔ اور اس نیت سے کہ ان کے دینی بھائیوں کو حوائج اغیار کے در پر نہ لے جائیں خود تجارتیں کرتے۔ کاروبار میں مصروف رہتے۔ معاملہ کی سچائی اور دیانت کی قوت سے اپنے کام کو ترقی دیتے تو آج انھیں اقوامِ دنیا کی نظروں میں ذلیل ہونا نہ پڑتا۔ ان کا دین ان کی غیرت انھیں اجازت نہ دیتی کہ وہ سود پر روپیہ قرض لیں اور اپنے بیگانہ کی نظر میں حقیر ہونے اور مسلمانوں کو ذلیل کرنے کے علاوہ پھانسی کا مہلک پھندہ اپنے گلے میں ڈالیں۔

آج دنیا میں مسلمان کیوں ذلیل ہیں۔ کیوں خوار ہیں، کیوں محتاج ہیں، کیوں ان کی دولتیں نکل کر دوسروں کے قبضہ میں چلی گئیں، کیوں ان کی گردنیں نیچی ہیں۔

ان سب سوالوں کا جواب ایک ہے اور وہ یہ کہ قرضدار ہونے کے بدولت سودی قرض لینے کے باعث۔

سود سود ایک ایسی تباہ کن اور عالم سوز مصیبت ہے جو بڑے بڑے دولت مندوں کو اپنے فیض سے نہایت تھوڑے عرصے میں محتاج اور بھیک منگا بنا دیتی ہے مسلمانوں کا عہدِ موجود اس کی بہت ظاہر مثال ہے۔ بڑے بڑے متمول خاندان جن کے غلاموں کے دروازوں پر بھی اہلِ حاجت کا اژدہام رہتا تھا آج پارۂ نان کے لئے محتاج ہیں جن تک معمولی آدمی کو رسائی ہی میسر نہ تھی در بدر ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ مدیون اور قرضدار کو سود اس طرح کھا جاتا ہے جیسے پھوس کو آگ۔

شریعتِ اسلامیہ نے سود کو اسی لئے حرام کر دیا کہ بندگانِ خدا اس سے تباہ و برباد ہوتے ہیں۔ اس میں تو کسی کو کلام ہی نہیں ہو سکتا کہ مدیون کے حق میں سود بدترین ہلاکت ہے۔ اور جس معاملت سے ایک فریق تباہ ہو جائے گو دوسرے فریق کو اس سے نفع بھی پہنچے، دادگر ایسی معاملت کی اجازت نہیں دے سکتا۔

اور سود تو سود خوار کے حق میں بھی مضر اور سخت مضر ہے۔ خواہ وہ طمع میں اندھا ہو کر اس

سود قتل سے زیادہ بے رحمی ہے

سود: سود خوار کے دل کو تاریک کر ڈالتا ہے

وہ اپنے ہی نوع اور اپنے زیر دست مدیون کی تکالیف کا کبھی تصور بھی نہیں کرتا بلکہ اس کی تباہی بربادی کے دن کا بڑی تمناؤں کے ساتھ انتظار کرتا ہے۔ حرص کا ایسا ناپاک جذبہ اس پر تسلط کر لیتا ہے کہ وہ ہر شخص کے مال کو ہڑپ کرنے ہی سے تحشار رہتا ہے۔ رحم، مروت، ہمدردی کی پاکیزہ صفات سے محروم ہو جاتا ہے۔ وہ معزز رئیس۔ وہ صاحب ثروت خاندان جن کے خدمتگار سواریوں میں چلتے تھے جنکے حاشیہ بوسان بساط کی خدمت میں مہاجنِ اسلام کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ جن کی بدولت صدہا کنبے آرام کی زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کا بچہ بچہ ایک دانہ گندم کا محتاج ہو جائے اس کے جسم نازپرور پر ثابت کپڑا نہ ہو۔ وہ ٹوٹی جوتیاں گھسیٹتا ہوا خاک اُڑاتا پھرے۔ فاقوں سے وہ لوگ جاں بلب ہو جائیں اور ان سے تعلق رکھنے والے صدہا آدمی پریشانی اور ذلت میں زندگی کے دن ایسی ناگوار مصیبتوں میں کاٹیں اور ایک حریص صرف اپنی حرص و آز کے لئے اتنی مخلوقِ خدا کے ایسی مصیبتیں برداشت کرے بلکہ انھیں ان تکالیف میں مبتلا کرنے کی سعی کرے اور اس پر خوش ہو تو کیا اس نے قتل سے کچھ کم ستم کیا۔ نہیں قتل کر ڈالتا تو ان کی مصیبتوں کا خاتمہ ہو جاتا۔ پھر قتل میں ایک جان جاتی یہاں صدہا جانیں قتل سے زیادہ ناگوار تکلیف میں برسوں مبتلا رہتی ہیں خاندان کے خاندان ویران ہو جاتے ہیں مگر اس ظالم خونخوار کے دل میں رحم نہیں آتا۔ سود خوار انسان درندے سے بڑھ کر ایذا رساں ہو جاتا ہے۔ اس لئے شرعِ مطہر نے ایسے ناپاک جذبہ پیدا کرنے والے برادر کش طریقہ کو مسدود فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ مدیون کی بے عقلی ہے وہ ایسی حماقت کیوں کرتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مدیون کی تنہا حماقت ہی نہیں بلکہ وہ ایک جرم عظیم کا مرتکب ہے شرعِ مطہر نے سودی قرض لینا حرام کر دیا ہے۔ سودی قرض لینے والا حرام کا مرتکب ہے۔ لیکن اس کا جرم اور اس کی بے وقوفی سود خوار کے جرم کو کم نہیں کر سکتی۔ اگر ایک آدمی اپنی حماقت سے قتل ہوتا

Scanned by CamScanner

گوارا کرے تو قاتل اِس لئے جُرم سے بَری نہ کیا جائے گا کہ وہ احمق خود قتل کیے جانے پر راضی ہو چکا تھا

خلاصہ یہ کہ سودی قرض کی مصیبت اور شرع مطہر کے حکم کی مخالفت نے مسلمانوں کو اِس مصیبت میں ڈالا اگر وہ شریعتِ طاہرہ کے حکم سے باہر نہ ہوتے۔ سودی قرض کو ہلاکت سمجھتے اور اس میں اپنے آپ کو گرفتار نہ کرتے تو انھیں یہ دن دیکھنا ہوتا۔ اس مصیبت کے دفع کی تدبیر یہی ہے کہ مسلمان سودی قرض لینے سے عہد کریں۔ اپنے ضروریات کم کریں، اسباب معاش تلاش کریں، جو مقروض ہیں وہ بھی امیدوں کے توہم کو چھوڑ کر جس طرح ممکن ہو جلد از جلد قرض ادا کریں۔ مسلمان اصحابِ دولت قرضداروں کو بارِ قرض سے سبکدوشی کرانے میں مدد کریں۔ انھیں قرضِ حسن دیں خود اطمینان کے لئے ان کی جائدادوں مکفول کرلیں۔ مگر جس قدر جلد ممکن ہو مسلمانوں کے گلوں سے سودی قرض کی پھانسیاں نکالیں۔

ناٹک، تماشے، بازیاں اور اس قسم کے بہت سے فضول کام ہیں جن میں مسلمانوں کے لاکھوں روپیہ ضائع ہوجاتے ہیں اِن سب کو ترک کریں۔ اور اپنے بھائیوں سے ترک کرائیں۔ سادہ زندگی بسر کرنے کی عادی بنیں اور اس کے فائدے اٹھائیں۔

عورتوں کی تعلیم

انسان کی تہذیب و شائستگی کا دارومدار تعلیم پر ہے بے علم انسان اگر اہلِ علم کا صحبت یافتہ نہ ہو تو وہ بہائم کی مثل ہے۔

شرعِ اسلام نے مسلمانوں پر تحصیلِ علم فرض کی ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ عورت بھی مسلمان ہے اس پر بھی علم سیکھنا اپنے دین کے احکام سے واقف ہونا ضروری ہے ۔ "کہ بے علم نتواں خدا را شناخت"۔ نماز روزہ کے مسائل، طہارت کے احکام اور ضروری مسئلوں کا جاننا ناگزیر ہے۔ عورتوں کے ساتھ شوہروں کے حقوق، اولاد کی تربیت کا تعلق بھی ہے۔ اگر وہ تعلیم یافتہ ہیں تو شوہروں کے حقوق بھی پہچانتی ہیں ان کے افعال بھی شائستہ ہوتے ہیں، گفتگو معقول اور ہر بات سلیقہ کے ساتھ ہوتی ہے اولاد بھی باادب

اور تمیزدار ہوتی ہے اپنی طہارت کے لحاظ سے بچوں کی صفائی و پاکی کا اہتمام رکھا جاتا ہے۔ شوہر ان کے سلیقہ اور تمیز سے خوش رہتا ہے زن و شوہر کے تعلقات خوشگوار و پُرلطف رہتے ہیں۔ روزانہ گھر میں قرآن پاک کی تلاوت ہوتی ہے ان کی تربیت میں بچے بولنا سیکھتے تک اسلام کے ضروری عقائد سیکھ لیتے اور نماز یاد کر لیتے ہیں۔ مادری تعلیم کے نقوش مدۃ العمر اولاد کے سینہ سے محو نہیں ہوتے۔ لہٰذا عورتوں کو قرآنِ پاک اور دینیات کے رسالے پڑھائے جائیں اور ایسی کتابیں ان کو مطالعہ کے لئے دی جائیں جن سے اللہ و رسول کی محبت، عاقبت کا خوف، نیکی کی عادت اور اچھے اخلاق پیدا ہوں۔ جیسے تاریخ حبیب الٰہ، ضمان الفردوس، بہارِ شریعت وغیرہ۔

یہ لحاظ ضرور رکھا جائے کہ بُرے مذاق پیدا کرنے والی تحریریں ان کے مطالعہ میں نہ آئیں جیسے قصہ کہانی کی کتابیں، ناول عاشقانہ دیوان وغیرہ کہ ان کے مطالعہ سے خراب جذبے پیدا ہوتے ہیں اور انسان کے دل کو مکدر کرتے ہیں۔ تعلیم عورت کے ذریعہ سے ہو۔ مرد کا تعلیم دینا قرین مصلحت نہیں۔ معلمہ عورت مسلمان ہو۔

Scanned by CamScanner

عید میلاد النبی ﷺ

تاج العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عمر صاحب
نعیمی، مُرادآبادی

لیل ونہار کے سیاہ وسفید ادوار، گرم وسرد اوقات کے پہلو میں عجیب رنگارنگی وگونا گونی ہے یا یہ کہیئے کہ مجموعہ روزو شب کا ہر ایک ورق اور ہر ورق کی ایک ایک سطر اور ہر سطر کا حرف حرف مختلف قسم کے بیشمار مطالب ومعانی، مقاصد ومضامین کا ذخیرہ ہے جس میں یہ بوالعجبی کہ ہر مطالعہ کرنے والا ایک جداگانہ نتیجہ پر پہنچتا ہے۔ کتاب ایک، باب ایک، صفحہ ایک، سطر ایک مگر جنھوں نے دیکھا علیحدہ ہی نتیجہ اخذ کیا ایک ہی دن، ایک ہی وقت ایک کے لئے کامرانی ومُراد کا دن، وہی دوسرے کے لئے ناکامی ونامرادی کا، ایک رات کسی کے لئے عیش وطرب کی شب، کسی کے لئے کرب وبے چینی اور اندوہ آلام کی ڈراونی وبھیانک تاریکی۔ ایک صبح ایک خوش نصیب کے لئے فتح وظفر، عزت واقبال کی جانفزا نوید لاتی ہے وہی دوسرے بدبخت کو ذلت و رسوائی فنا وہلاک سے ڈراتی ہے غرض اس مجموعہ کا ہر فرد ہر شخص کے لئے نیا ہی اثر رکھتا ہے اس وجہ سے کسی سال، کسی ماہ، کسی دن، کسی ساعت پر حکم نہیں کیا جاسکتا کہ خوشی وسرور کا زمانہ یا فرح وانبساط کا وقت ہے اور عام طور پر دنیا اس کا یہی اثر محسوس کر رہی ہے۔ ہر غریب وامیر برنا وپیر اس کا یکساں مزا لے رہا ہے مگر صرف ربیع الاول شریف کی بارہویں تاریخ سلطان کونین سید انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہٗ کی جلوہ افروزی کا دن عالم اسلام میں سرور کی ایسی زبردست لہریں پیدا کرتا ہے جو غم واندوہ، رنج وملال، فکر وتردد خوف وہراس کے خس و خاشاک کو نیست ونابود کر دیتی ہیں۔ ہر دل سرور کی منزل بن جاتا ہے۔ فرح وشادمانی سے پُر

خاطر بھی شگفتہ و خوش حال ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں پر اپنے آقا کی تشریف آوری کی خوشی وہ مستی لاتی ہے کہ وہ سال بھر کے مصائب و آلام کی کوفت و تکان بھول جاتے ہیں۔ بچہ بچہ خوشی سے کھِلا جاتا ہے، دنیا کا رنگ بدل جاتا ہے، گھر گھر ذکرِ حبیب ہوتا ہے، جابجا مجلسیں ترتیب دی جاتی ہیں۔ افکار و ہموم کے پلندے لپیٹ کر رکھ دیئے جاتے ہیں۔ رحمۃ اللعالمین کی تشریف آوری کی دھوم ہوتی ہے۔ مرحبا مرحبا کا غلغلہ بلند ہوتا ہے۔ صلوٰۃ و سلام وردِ زبان رہتے ہیں۔ مسلمانوں کے جذباتِ نیاز مندی جوش مارتے ہیں۔ امت آقا کی تہنیت میں محوِ طرب ہوتی ہے۔

میں چاہتا تھا کہ اس موقعہ پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کا ذکرِ پاک سناؤں

ذکرِ ولادت شریف

اللہ تعالیٰ نے حضور کے نورِ مبارک کو تمام جہان سے پہلے اپنے نور کی تجلی سے پیدا کیا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ

یعنی اے جابر تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کا نور تمام مخلوقات سے پیدا کیا۔ اپنے نور سے انتہی

پھر اس نور کی جھلک سے انبیاء، ملائکہ، عرش و فرش تمام جہان کو بنایا۔ زمین و آسمان بنانے کے بعد فرشتوں کو آسمان پر رکھا، جنات کو زمین پر۔ ایک مدتِ دراز کے بعد جنوں میں ظلم و فساد، بغض و حسد و کینہ و عناد، عداوت و بغاوت پیدا اور ظاہر ہوئی۔ پروردگار جل شانہ نے ایک گروہ فرشتوں کا ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا ان کا سردار عزازیل تھا۔ جنوں پر جہاد ہوئے ہزارہا مقتول ہوئے زمین چھوڑ کر پہاڑوں میں بھاگے، دریاؤں میں گھسے،

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ چوتھی زمین میں اس قدر جن ہیں کہ اگر ظاہر ہوں تو اپنی کثرت سے آفتاب کو ڈھانک لیں اور ہر کنارے پر اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی مہر ہے اور فرشتے محافظ و نگہبان ہیں۔ انتہی۔ عزازیل کو زمین کی اور پہلے آسمان کی بادشاہت ملی۔ کبھی زمین کبھی آسمان کبھی جنت میں عبادت کرتا۔ آہستہ آہستہ اسے تکبر و غرور پیدا ہوا کہ مجھ جیسا کوئی نہیں، میری برابری کون کر سکتا ہے۔ کسے اتنی بڑی سلطنت ملی، کس نے اتنی بڑی عزت و حرمت پائی۔ پس باری تعالیٰ نے فرشتوں سے خطاب کر کے فرمایا:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ۔ الخ "جب تیرے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ ہم زمین پر اپنا خلیفہ اور نائب بنائیں گے،"

وہ تعجب سے بولے کیا تو ایسے شخص کو بنائے گا جو فساد و خونریزی کرے ہم تو تیری تسبیح اور حمد اور تقدیس کرتے ہیں۔ ارشاد ہوا جو ہم جانتے ہیں وہ تم نہیں جانتے کہ اس میں ہماری کیا حکمت ہے۔ مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ فرشتوں کا یہ قول حسد و اعتراض کی بنا پر نہ تھا بلکہ وہ حکمتِ الٰہی کو نہ سمجھ کر دریافت کرنے لگے۔ بیشک یہ عطیہ کبریٰ، نعمتِ عظمیٰ کہ زمین و آسمان کا شہنشاہ ایک خاکی الاصل کو اپنے احکام جاری کرنے والا۔ اپنے کمالات کا آئینہ، محرمِ اسرار، مقرب و مخصوص بارگاہ بنالے کسی طرح وہم و خیال میں نہ آسکتا تھا۔

فرشتوں کو تعجب ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں، ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو نہیں کہا کہ مفسد و خونریز ہونگے بلکہ یہ کہا کہ خاکی نژاد کی شان سے ہے کہ فساد و گناہ و خونریزی کرے۔ پھر جب مولا تعالیٰ کو منظور ہوا کہ تاجِ خلافت خاکی الاصل کے سر پہ رکھے اور حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمائے تو حضرت عزرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ مشتِ خاک حاضر کرو۔ آپ نے ہر مقام سے مٹی لے کر پیش کی پھر وہ مٹی پانی سے خمیر کی گئی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ بہت عمدہ صاف ستھری مٹی قلبِ زمین سے لاؤ! حضرت جبرئیل وہاں کی مٹی لے گئے جہاں شاہنشاہِ کونین فخرِ دارین، محبوبِ ربّ المشرقین والمغربین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر شریف ہے۔ یہ مٹی آبِ تسنیم

سے گوندھی گئی (تسنیم جنت کی نہروں سے ایک نہر کا نام ہے) اور جنت کی نہروں میں غوطے دلوائے اور آسمانوں اور زمینوں میں پھرائی گئی۔ حضور سراپا نور پیغمبر آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرشتوں نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے پہچان لیا پھر یہ مٹی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مٹی کے ساتھ ملادی گئی اور جسم شریف حضرت آدم علیہ السلام کا تیار کیا گیا پھر روح عطا کی گئی اور جنتی پوشاک پہنائی پھر ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور ان کی پیشانی پر چمکایا اور تخت پر بٹھا کر فرشتوں نے آسمان کے عجائبات دکھائے یہ سیر ایک سو برس میں تمام ہوئی پھر ایک گھوڑا مشک کا بنایا گیا جس کا نام "المیمون" تھا۔ اس کے بازو موتی مونگے کے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے لگام لی داہنی طرف حضرت میکائیل علیہ السلام بائیں طرف حضرت اسرافیل علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام سوار آسمانوں کی سیر فرماتے رہے۔ فرشتے انھیں سلام کرتے اور یہ فرشتوں کو۔ جنت میں آپ کی کنیت **ابو محمد** اور دنیا میں ابوالبشر ہے۔

اب تمام ملائکہ کو حکم سجدۂ آدم علیہ السلام ہوا تاکہ جن وملائکہ پہچان لیں کہ یہ اس ذات بابرکت کا نور مبارک ہے جس کی تعظیم وتکریم تمام مخلوقات پر فرض ہے۔ تمام ملائک نے مولیٰ تبارک وتعالیٰ کے حکم کی تعمیل بسر وچشم کی مگر معلم الملکوت شیطانِ لعین نے عدول حکمی کی اور نشۂ غرور میں سرشار ہوکر کہا کہ اے رب تو نے مجھے نار اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔ پس وہ مغرور درگاہِ الٰہی سے مردود ہوکر نکالا گیا اور طوقِ لعنت گلے میں ڈالا گیا تاکہ قیامت تک تمام مخلوقات جان لے کہ محبوب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی تکریم وتعظیم نہ کرنے والا یوں درگاہِ رب العزت سے نکالا جاتا ہے اور لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا جن کی شانِ اقدس میں وارد ہے ان کی عزت وعظمت نہ کرنے والے کو یوں طوق لعنت پہنایا جاتا ہے اگر وہ معلم الملکوت ہی کیوں نہ ہو۔ ان کی شانِ اقدس میں بے ادبی کرنا عمر بھر کے زہد وتقوے علم وفضل کو خاک میں ملا دیتا ہے۔

بعدہٗ آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے حضرت حوا کو پیدا کیا اور ان کو گندم کھانے کی

ممانعت کی گئی۔ بہشت میں دونوں نے قیام کیا۔ حضرت آدم علیہ السّلام نے شیطان کے کہنے سے گندم کھالیا پس مولیٰ تبارک وتعالیٰ نے ان کو زمین پر اتارا، ایک عرصہ تک گریہ وزاری کی آخر کار ہمارے سرکار عالی وقار محبوبِ خدا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے وسیلے سے رحمتِ الٰہی نے ان کو ڈھانپ لیا اور ان دونوں سے نسلِ انسانی کا سلسلہ بڑھتا چلا گیا۔

حضرت آدم علیہ السّلام کی وفات کے بعد حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا نور حضرت شیث علیہ السّلام کو تفویض ہوا اور اس امانت کی تعظیم وتکریم کرنے کی وصیت کی گئی غرضیکہ اسی طرح یہ نور بہترین خاندانوں پاک ستھری کرم والی پشتوں اور طہارت والے شکموں میں بصد تعظیم وتکریم منتقل ہوتا ہوا آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ تک اس وقت پہنچا جبکہ تمام عالم میں ظلمت کی کالی کالی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں، کفر والحاد کی ہوائیں جہاں بھر کا چکر لگا رہی تھیں، جسے دیکھو فرعون بے سامان بلکہ مجسّم شیطان نظر آتا تھا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ بادہ خودی کے متوالے دنیاوی لذّت میں مخمور خوابِ غفلت میں ایسی لمبی تانے پڑے تھے گویا حشر تک جاگنا قسم تھا۔ توحید باری تعالیٰ کے جاننے والے قلیل تعداد میں رہ گئے تھے۔ ہر ایک قبیلہ کے مختلف معبود تھے کوئی کواکب پرستی پر فدا تھا کوئی بُت پرستی پر شیدا تھا کہیں آگ کی پوجا ہوتی تھی، کہیں بہائم پرستی کی وحشیانہ رسم جاری تھی۔ خود خانہ کعبہ میں بتوں کا جمگھٹ تھا ان کے نزدیک انسان کا خون بہانا ایک کھیل تھا۔ ذرا ذرا سی بات میں دنگا فساد، آئے دن بغض و عناد نے ناک میں دم کر رکھا تھا۔ ظلم وتعدی، دختر کشی عام طور پر رائج تھی۔ لوٹ مار، غارت گری کی گرم بازاری تھی۔ قصہ کوتاہ انسان تمام عیوب کا مخزن بن گیا تھا۔ مذہب عیسوی مٹ چکا تھا ایک خدا کے بجائے تین خدا (باپ، بیٹا، روح القدس) جگہ پا چکے تھے۔ صلیب پرستی جزوِ عیسائیت بن چکی تھی۔ انبیاء کرام پر طرح طرح کے الزام لگائے جاتے تھے۔ آخر مولیٰ تبارک وتعالیٰ نے اس پُر آشوب زمانے کی حالت درست کرنے کے واسطے رہبر رہبران ہادیٔ گمراہان۔ سید الانبیاء معدن

الجود والعطار، رحمۃ للعلمین، شفیع المذنبین، خاتم النبیین کو اس عالم میں بھیجا۔ اب وہ زمانہ خیر و برکت سے بدلنے والا، توحید باری تعالیٰ سے معمور ہونے والا آرہا ہے۔

حضرت عبداللہ کا جن کی پیشانی میں وہ نور جلوہ گر تھا۔ بی بی آمنہ سے عقد ہوا اور وہ نور شب جمعہ میں صلب پدر سے نکل کر رحم مادر میں جاگزیں ہوا۔ تمام عالم میں غلغلۂ شادمانی بلند ہوا عسرت عشرت سے بدل گئی ہر طرف دھوم دھام ہونے لگی۔ اشجار کے پتے خوشی کے شادیانے بجانے لگے وحوش وطیور خوشی کے نعرے لگانے لگے۔ جدھر دیکھو خوشی و خرمی کا اژدحام تھا۔ حضور پُر نور خیر البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت شریف کا انتظار تھا۔ اور یہ ورد زبان کہ کفر و شرک کا مٹانے والا۔ بت پرستی کا استیصال کرنے والا۔ تمام عالم میں وحدانیت کا ڈنکا بجانے والا۔ عرفانِ الٰہی کا سیدھا راستہ بتانے والا۔ تمام علوم اولین و آخرین کا جاننے والا۔ ہر صفت میں فرد اکمل۔ ہر خوبی میں سب سے اعلیٰ و افضل۔ نور مجسم۔ سرورِ آدم و بنی آدم۔ بادشاہ کل عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم عنقریب جہان کو رونق و زینت بخشنے والا ہے ؎

آفتابِ دین و دنیا جلوہ گر ہونے کو ہے	نور سے پُر آمنہ بی بی کا گھر ہونے کو ہے
نور ایماں پھیلے گا ظلمت مٹے گی کفر کی	آسمانِ فیض کا طالع قمر ہونے کو ہے
غل مچا ہے چار سو آتے ہیں محبوبِ خدا	عاصیو نخلِ تمنا بارآور ہونے کو ہے

آمنہ پاک فرماتی ہیں کہ پہلے مہینہ میں حضرت آدم، دوسرے مہینہ میں جناب ادریس تیسرے میں حضرت نوح چوتھے میں جناب خلیل، پانچویں میں حضرت اسمٰعیل چھٹے میں حضرت موسیٰ ساتویں میں حضرت داؤد آٹھویں میں حضرت سلیمان نویں میں حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام مژدۂ ولادت سنانے تشریف لائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب یہ مملکتِ الٰہی کا مالک و مختار انبیاء ورسل کا سردار پیدا ہو تو ان کا اسم مبارک محمد رکھنا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

الغرض بارھویں ربیع الاول شریف بروز دوشنبہ بوقت صبح صادق حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے گلشن عالم کو شرف بخشا۔

Scanned by CamScanner

تمام عالم نور سے منور ہوگیا ؎

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند — اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

(اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

در و دیوار سے الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رحمۃ اللعالمین الصلوٰۃ والسلام علیک یا شفیع المذنبین کی صدائیں بلند ہوئیں ظلمتِ کفر کافور نجاستِ شرک دور ہوئی۔

Scanned by CamScanner

سیرتِ مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ

حضور یادگارِ صدر الشریعہ، جنید عصر، غزالیٔ دوراں، رازیٔ زماں، بقیۃ السلف، عمدۃ الخلف، علامۃ الزماں، فرید الاوان، منبع العرفان، زبدۃ المحققین عمدۃ الواصلین سید المحدثین، سند المفسرین، حافظ آیاتِ رب العالمین حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد مبین الدین صاحب قبلہ رضوی محدث امروہوی، شیخ التفسیر دار العلوم جامعہ نعیمیہ، مرادآباد، یو۔پی

پس پردہ تجھے ہر بزم میں شامل سمجھتے ہیں
کوئی محفل ہو ہم اس کو تری محفل سمجھتے ہیں

اہل اللہ کی سوانح حیات اور ان کی سیرتِ طیبہ کے درخشندہ و تابندہ پہلو آنے والی قوم کے لئے ہدایت و مشعل راہ بن کر ان میں نہ صرف حوصلہ مندانہ ہمت و جرات کے بھڑکتے ہوئے جذبات پیدا کرتے ہیں بلکہ ان کی بے راہ روی کے لئے عبرت و نصیحت کی برہنہ شمشیر بنتے ہیں اور ان کی بحرِ عصیاں میں غوطہ زن کشتی کے لئے ذریعۂ نجات بھی بن جاتے ہیں۔ صرف اور صرف اسی مقصد کے پیشِ نظر ان چند سطروں میں سیدی مرشدی آقائے نعمت، تاجدارِ اہلسنت شہزادۂ اعلیحضرت حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی سیرتِ طیبہ کے روشن ترین کچھ دیکھے اور کچھ سنے ہوئے گوشوں کو اپنے احباب و مخلصین کے سامنے پیش کر کے اپنے آپ کو حضور مفتیٔ اعظم ہند کے روحانی فیوض و برکات کے ذروں سے مشرف و منور بنانے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

Scanned by CamScanner

خدا کرے میری نوکِ قلم سے صفحات قرطاس پر ابھرنے والے نقوش بارگاہِ ایزدی میں شرفِ قبولیت سے سرفراز ہو کر آنے والی نسلوں کے لئے نصیحت و عبرت کا سامان بن کر ذریعۂ نجات بن جائیں۔

اس سے پہلے کہ حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ کے حالات و واقعات پر کچھ لکھوں مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس شہر کو آپ نے اپنی نورانیت سے عزت بخشی اہلِ عقیدت اس شہر کو کس عقیدت و محبت کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔

آیئے! سب سے پہلے ہم اس شہر کو سمجھیں جس شہر میں ہمارا محبوب ہمارے دلوں کی دھڑکن ہماری آنکھوں کا نور، ہماری تمناؤں کا مرکز، ہماری جانوں کا چین، ہماری آرزؤں کا قبلہ، ہمارے ارمانوں کا کعبہ جس شہر میں جلوہ فرما ہے وہ کونسا شہر ہے، ہاں ہاں وہ بریلی شہر ہے۔

کون بریلی؟ وہ بریلی جہاں سے عشقِ مصطفےٰ کی لو پھوٹ رہی ہے۔ وہ بریلی جہاں سے صدیقِ اکبر کی صداقت کی کرنیں چمک رہی ہیں۔ وہ بریلی جہاں سے فاروقِ اعظم کی چمکتی ہوئی تلوار غدارانِ رسول کے لئے ہر وقت میان سے باہر ہے۔ وہ بریلی جہاں سے رات دن عثمان ذوالنورین کی حلم و بردباری کے خطبے پڑھے جاتے ہیں۔ وہ بریلی جہاں سے صبح و شام حضرت علی کی شجاعت کے پرچم بلند کئے جاتے ہیں۔ وہ بریلی جہاں سے عباس علمبردار کے کٹے ہوئے بازوؤں کو ایصالِ ثواب کیا جا رہا ہے۔ وہ بریلی جہاں سے ضرب ید اللٰہی اور سجدۂ شبیری کی اداؤں کو اپنانے کے ترانے گائے جا رہے ہیں۔ وہ بریلی جہاں سے سنتِ عشقِ بلالی پر قائم رہنے کا درس دیا جا رہا ہے۔ وہ بریلی جہاں سے قوم و ملت کے رہنما پیدا کئے جا رہے ہیں۔ وہ بریلی جو انگشتریٔ قادریت کا نگینہ ہے۔ وہ بریلی جس کی روشنی سے قلبِ انسانیت کو ایسی تابناکی ملی کہ ہر دل محبتِ رسول کا مدینہ بن گیا۔

بریلی کے ذرے ذرے نے فلکِ آفتابِ رسالت و شمسِ چرخِ ولایت کی ضیا رپاش کرنوں سے خود کو اس طرح چمکا لیا کہ اس کا ہر ہر ذرہ علم و فن، حق و صداقت، لطف و عنایت، عظمت و رفعت، کشف و کرامت، رشد و ہدایت کا مینارۂ نور بن کر بھٹکے ہوئے نہاں خانۂ دل کی رہنمائی کرتا

ہے۔ بریلی فیض رضا کا وطن کانِ کرم بحرِ عطا گنج شفا جس کی سڑکوں اور شاہراہوں پر گدائے دولت دین و دنیا جھولیاں پھیلائے پھرتے ہیں اور جب لوٹتے ہیں تو ان کی جھولیاں بھری ہوتی ہیں، اور اسی مخزنِ علم و حکمت کے سمندر کے ساحل ہی پر لوگ درس و تدریس کے آبدار موتی پاکر مالامال ہوتے ہیں۔ مرضِ گمراہیت، بدعت و ضلالت سے آلودہ مریض بریلی ہی سے شفائے کامل پاکر سنت و نعت رضا کے چہرے لیکر دلِ مبتلائے عشقِ رسول سے جگمگا کر بامراد واپس ہوتے ہیں۔ یہ بریلی عظمت و رفعت کا نشانِ قبلہ سنیت گنجینۂ دولت فن و حکمت و کمال، فلکِ حدیث و فقہ، آبشارِ منطق و فلسفہ، کہسارِ ایثار و وفا، لطف و کرم، نوازش و عنایت حلم و مروت، دنیائے شمس و قمر، مسیحائے غم، مرہمِ زخمِ دلِ سنیت کا شگفتہ کنول، شاخِ گل کی طرح لچکدار بھی ہے اور تلوارِ آبدار کی مانند کاٹ دار بھی، یہ بریلی سنیوں کے ارمانوں کا شہر، عقیدت مندوں کی آرزوؤں کا مسکن، مامنِ اہلِ دل جہاں کسی چلتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ علم و فن کے درخشندہ ستارے چل رہے ہیں اور جہاں قلم و زبان چلتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ گردنِ نجدیت و وہابیت اور گمراہیت و ضلالت کو کاٹتی ہوئی تلواریں چل رہی ہیں۔ نجدیت کٹ رہی ہے، دیوبندیت چھٹ رہی ہے، وہابیت دم توڑ رہی ہے، لادینیت سسکیاں لے رہی ہے، قادیانیت کے پردے چاک کیے جا رہے ہیں۔ گمراہیت کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں۔ بدمذہبیت کو آگ دی جا رہی ہے، باطل پرستوں کی فصلیں کاٹی جا رہی ہیں لیکن یاد کیجیے ۱۲۷۲ھ کے اس بھیانک دور کو جب انسانیت و شرافت دم توڑ رہی تھی جب مصطفےٰ جانِ رحمت کے شیدائی بدعقیدگی کی زنجیروں میں جکڑے جا رہے تھے، جب حبیبِ خدا کے دیوانے ہچکولے لے رہے تھے، جب ہر طرف گنگوہ و نجد کا کالا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ جب تھانویت و دیوبندیت سرکارِ دوجہاں کے خلاف انگارے اگل رہی تھی، جب صلح کلیت اور گمراہ قافلے تیزی سے چالو تھے جب علمِ غیبِ مصطفےٰ کے خلاف اجتماع کیے جا رہے تھے۔ جب دشمنانِ رسول کے سائے بڑھتے ہی جا رہے تھے۔ جب بدعت و ضلالت کا کہرا ہر سو چھا رہا تھا ——— ٹھیک اس وقت بریلی کی دنیا

Scanned by CamScanner

ہیں خوشبوئے عشق محبوبِ خدا، رچائے بسائے علم بردارِ سنیت، مجددِ دین وملت، مظہرِ غوثیت، مجسمۂ کشف و کرامت سیدنا اعلیحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہرِ تابانِ سنیت بنکر چمکے تو تمام ظلمت کدے خود بخود منور ہونے لگے یہ آسمانِ علم وفن کا آفتاب بن کر زمانے پہ چھائے تو علم وعرفان کی بارشوں سے سنیت کو لہلادیا۔ یہ برق بن کر تڑپے تو دشمنانِ رسول کی عمارتوں کو خاکستر کردیا۔ یہ عاشقِ مصطفےٰ بن کر ابھرے تو قلعۂ نجدو وہابیت کی بنیادوں کو کچل دیا۔ اعلیحضرت تو اتنے سچے عاشقِ رسولِ خدا تھے کہ پیارے رسول کے خلاف کوئی بات سننا درکنار اس کے سائے سے بھی دشمنی رکھتے تھے۔

اعلیحضرت خود فرماتے ہیں:

دشمنِ احمد پہ شدت کیجئے ملحدوں سے کیا مروت کیجئے!

اور پھر اسی پر بس نہیں بلکہ اس سلسلے میں اپنے قلم سے خنجر خونخوار کا کام لیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

کلکِ رضا ہے خنجرِ خونخوار برق بار ❊ اعداء سے کہدو خیر منائیں نہ شر کریں

اور آگے چل کر کتنی پیاری بات کہی، قربان جایئے سرکار اعلیحضرت کی ذاتِ گرامی پر اور سنئے عشق ومحبت میں ڈوبے ہوئے الفاظ، خدا کی قسم سیدنا اعلیحضرت کے اندازِ عشق کو دیکھ کر ایمان تازہ ہو جائے گا۔ ارشاد فرماتے ہیں: ؎

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ وار وار سے پار ہے

الغرض بریلی وہ سرزمین ہے جس کی مساجد سے اذان وصلوٰۃ وسلام کی آوازیں آتی ہیں۔ جن کی درسگاہوں میں ماہرینِ علم وفن، اور مستند باکمال علماء کرام درس لیتے آتے ہیں۔ یہ ہی وہ بارگاہِ عالی ہے کہ جہاں بڑے بڑے رؤسا، امراء زانوئے ادب طے کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ ہی وہ مرکزِ عقیدت ہے جہاں درویش واصفیاء حصولِ علم ومعرفت وطریقت کیلئے

Scanned by CamScanner

حاضری دیتے ہیں۔ اسی چوکھٹ سے بے مرادوں کو مرادیں ملتی ہیں۔ بے دینوں کو دین ملتا ہے، سسکتی ہوئی آرزوئیں مچل اٹھتی ہیں، بلکتی ہوئی تمنائیں تڑپتے ہوئے ارمان، سکون واطمینان کی چادر اوڑھ لیتے ہیں۔ ٹوٹے ہوئے دل، مرجھائی ہوئی کلیاں مسرت وانبساط کا لباس پہن لیتی ہیں۔ مرجھائے ہوئے چہرے کمہلائی ہوئی حسرتیں فرحت وشادمانی کا لبادہ اوڑھ لیتی ہیں۔

یہاں تک عرض کرنے کے بعد میرا ذہن اس عظیم شخصیت کی جانب منتقل ہو رہا ہے۔ جو فکر ونظر کی تجلی، حسن وتدبر کا پیکر، عزمِ محکم کی مضبوط چٹان، حلم وبردباری کی بے نظیر تصویر، ضبط وتحمل، صبر ورضا کی جاذبِ نظر تنویر، علم وفضل میں شہرۂ آفاق، تفقہ وتدبر میں یگانۂ روزگار، شریعت وطریقت کے بحرِ ذخار، ورع تقویٰ کے شاہ کار، کشورِ شعروادب کے شہریار، مملکتِ سلوک وتصوف کے تاجدار، نادرِ روزگار، خلاصۂ لیل ونہار، باریکیوں کا خزانہ، علوم نادرہ کا گنجینہ، اپنے وقت کا یگانہ، یکتائے زمانہ، زہد واستغناء میں فریدِ دوراں، حق گوئی واعلاء کلمۃ الحق میں وحیدِ جہاں، آسمانِ ولایت وکرامت کے نیرِ درخشاں، فلکِ تقدس وطہارت کے ماہِ تاباں حضور بقیۃ السلف عمدۃ الخلف حضرت علامہ مولانا الحاج المفتی الشاہ آلِ رحمٰن محی الدین **محمد مصطفٰے رضا** خان صاحب نوری قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نامی اسم گرامی سے مشہور ومعروف ہے ؎

جنونِ بے خودی میں پائے استقلال رکھتا ہوں
صراطِ عشق سے لغزش نہیں کرتا قدم میرا

حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت بڑی پُر شکوہ اور صلاح وتقویٰ تفقہ اور عزیمت کا ایک عجیب وغریب مرقع تھی۔ یہاں تک کہ اس ذاتِ گرامی نے اپنا سارا سرمایۂ حیات، اپنی ساری توانائیاں، اپنی ساری صلاحیتیں، اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور اپنا سب کچھ رضائے مولیٰ کے حصول اور اسلام کی سربلندی کے لئے وقف کردیا تھا۔

کون مفتیٔ اعظم ——— ؟

وہ مفتیٔ اعظم ——— جن کی نگاہوں میں جلالِ خداوندی سمایا ہوا تھا۔

Scanned by CamScanner

وہ مفتی اعظم ——— جن کے دل میں محبّتِ رسول کے شرارے تھے۔

وہ مفتی اعظم ——— جنکے سینے میں صدیق اکبر کے خلوص و پیار کی تنویر تھی۔

وہ مفتی اعظم ——— جنکی پیشانی میں دشمنانِ رسول کے لئے فاروق اعظم کی شدت و سختی کے جلوے تھے۔

وہ مفتی اعظم ——— جنکے قلب میں سنّتِ عثمانی کی مچلتی ہوئی شانِ استغنا تھی۔

وہ مفتی اعظم ——— جن کی زبان میں حیدرِ ذوالفقاری اور ضربِ یداللّٰہی کی چمک تھی۔

وہ مفتی اعظم ——— جو حفظِ حدیث میں امام بخاری کی جانشینی کرتے نظر آتے تھے۔

وہ مفتی اعظم ——— جن کے فتوے میں امام اعظم کی تڑپتی ہوئی جھلک تھی

وہ مفتی اعظم ——— جن کی نکتہ آفرینی میں امام شافعی کی مجتہدانہ شان نظر آتی تھی۔

وہ مفتی اعظم ——— جنکے قول و فعل میں امام احمد بن حنبل جیسا عزم و استقلال نظر آتا تھا۔

وہ مفتی اعظم ——— جنکی ہدایت و اصلاح میں غوث اعظم کے درخشاں پیغام نظر آتے تے

وہ مفتی اعظم ——— جنکے حکیمانہ طرزِ استدلال میں بوئے فخر الدین رازی دمکتا تھا۔

وہ مفتی اعظم ——— جنکے فقر و غنا میں خواجہ غریب نواز اجمیری کی تصویر پائی جاتی تھی۔

Scanned by CamScanner

وہ مفتیِ اعظم ـــــــ جنکی دلنواز تحریر و تقریر سے انداز غزالی ٹپکتا تھا۔

وہ مفتیِ اعظم ـــــــ جنکی جرأت مندانہ بے باکی مجدد الف ثانی کی یاد تازہ کرتی تھی۔

وہ مفتیِ اعظم ـــــــ جن کو عشق رسول میں مست دیکھ کر علامہ جامی کی والہانہ دیوانگی دکھائی دیتی تھی۔

وہ مفتیِ اعظم ـــــــ جو آل رسول کا ادب و احترام کرتے ہوئے سید الطائفہ جنید بغدادی کے مسلک پر چلتے نظر آتے تھے۔

وہ مفتیِ اعظم ـــــــ جن کی تحقیق و تدقیق میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا عکس دکھائی دیتا تھا۔

وہ مفتیِ اعظم ـــــــ جنکی بے پناہ مصروفیت امام احمد رضا کا نمونہ پیش کرتی تھی۔

وہ مفتیِ اعظم ـــــــ جو حجۃ الاسلام امام حامد رضا کے آنکھ کے تارے تھے۔

وہ مفتیِ اعظم ـــــــ جنکے اخلاق و کردار میں سوچ کی کرنوں کی سی تابناکی تھی۔

وہ مفتیِ اعظم ـــــــ جو الفت کا دریا اور پیار کے سمندر تھے۔

وہ مفتیِ اعظم ـــــــ جنکے نام سے دنیائے وہابیت لرزہ براندام تھی۔

وہ مفتیِ اعظم ـــــــ جو تصوف کے امام اور صوفیوں کے سردار تھے۔

وہ مفتیِ اعظم ـــــــ جو قوم و ملت کے معمار اعظم تھے۔

وہ مفتیِ اعظم ـــــــ جو مذہب و مسلک کے پیشوا تھے۔

وہ مفتیِ اعظم ـــــــ جو سنیوں کے سرتاج تھے۔

وہ مفتیِ اعظم ـــــــ جو دین محمدی کے چراغ تھے۔

وہ مفتیِ اعظم ـــــــ جو اسلام کے پروانے تھے۔

وہ مفتیِ اعظم ـــــــ جو رسول کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔

Scanned by CamScanner

الغرض حضور مفتیٔ اعظم کو عشقِ الٰہی کی سرشاریوں نے بے پناہ استقامت بخشی تھی کہ آپ کو بار بار آزمائش و امتحانات کے ہزار ہا مراحل سے گزرنا پڑا۔ لیکن آپ ہر دفعہ کندن بن کر نکلے حکومت کی تاریک و گھناؤنی فضاؤں نے بار بار استقبال کیا مگر آپ کی جبین اقدس پر کسی وقت بھی ایک شکن تک پیدا نہ ہو سکی۔ مکروہ جھنکار نے کتنی مرتبہ عزیمتوں کو للکارا لیکن آپ کے آہنی ارادوں میں زلزلے کی ایک ادنیٰ سی جھلک تک پیدا نہ ہو سکی۔ اور مومن کی شان بھی یہی ہے کہ وہ باطل سے کبھی نہیں ڈرتا، عزم و یقین کے ساتھ حق کا اعلان کرتا ہی رہتا ہے۔ اور جب حق بات کہنے سے لوگ عاجز آجاتے ہیں تو اس وقت ایک ولی اللہ کے لئے اور ایک صاحب علم و فن کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ باطل پرستوں کی دنیا میں کھلبلی مچادے اور اپنے مستحکم و مضبوط ارادوں سے ان کے ارمانوں پہ پانی پھیر دے۔ اس کی باطل کشتی کو ڈبو دے اور اپنی گرجتی ہوئی آواز سے حق و صداقت کا پرچم بلند کر دے۔ اور دیکھا بھی یہی گیا ہے۔

اس کی واضح دلیل پاکستان کا وہ تاریخی واقعہ ہے جب پاکستان میں ہلال کمیٹی کی تشکیل عمل میں آئی۔ وہ دور جنرل ایوب خان کا دور تھا۔ اس کے زمانے میں عیدین کے حسین موقعوں پر ہلال کمیٹی کی طرف سے ایک ہوائی جہاز اڑایا جاتا تھا اور اس کے ذریعہ چاند دیکھ کر اعلان کرا دیا جاتا تھا۔ ایک بار عید الفطر کے موقعہ پر ۲۹ رمضان المبارک کو ہلال کمیٹی کی جانب سے ہوائی جہاز اڑایا گیا۔ مشرقی پاکستان سے مغربی پاکستان کو جاتے ہوئے ان حضرات کو چاند نظر آگیا ان لوگوں نے اس کی اطلاع سربراہِ سلطنت پاکستان کو دی۔ صدر پاکستان جنرل ایوب خان نے رویت کا اعلان کروا دیا۔ مگر پاکستانی علماء اہل سنت نے ان کے اس اعلان کا رد کر دیا۔ اس کے بعد انھوں نے دنیا کے تمام دیگر ممالکِ اسلامیہ شام، اردن، عرب، مصر وغیرہ کو مختلف استفتے ارسال کئے اور ایک استفتاء ہندوستان کے عظیم شہر بریلی سرکار مفتیٔ اعظم ہند کی بارگاہ میں ارسال کیا۔ تو دیگر ممالکِ اسلامیہ سے آنے والے جوابات تقریباً بھی حکومتِ پاکستان ہی کی تائید میں تھے۔ مگر علم و

وفضل کے تاجدار اُسوۂ صدیقی وفاروقی کے شہریار، امام اعظم کی یادگار، اعلیحضرت کے گلشن کی بہار، حضور مفتیٔ اعظم عالم نے اسے نہیں مانا اور اپنا بے نظیر فتویٰ تحریر فرمایا جس کا اصل مضمون اس طرح پر ہے

''چاند دیکھ کر روزہ رکھنے اور عید کرنے کا شرعی حکم ہے اور جہاں چاند نظر نہ آئے وہاں شرعی شہادت پر قاضی شرع حکم دے گا۔ چاند کو سطح زمین یا ایسی جگہ سے جو زمین سے ملی ہوئی ہو وہاں سے دیکھنا چاہیئے۔ رہا جہاز سے چاند دیکھنا یہ غلط ہے کیونکہ چاند غروب ہوتا ہے فنا نہیں ہوتا اس لئے کہیں ۲۹، اور کہیں ۳۰ کو نظر آتا ہے اور جہاز اڑا کر چاند دیکھنا شرط ہو تو بلندی پر جانے کے بعد ۲۷، ۲۸، کو بھی نظر آسکتا ہے تو کیا ۲۷، ۲۸، تاریخ کو بھی چاند کا حکم دیا جائے گا اور نہ ہی کوئی عاقل اس کا اعتبار کرے گا، ایسی حالت میں جہاز سے ۲۹، کا چاند دیکھنا کب معتبر ہوگا۔''

محترم حضرات! اس بے مثال فتوے کو پاکستان کے اشتہاروں اور اخباروں میں جلی سرخیوں میں شائع کیا گیا۔ اشتہار کے چسپاں اور اخبار کے پریس سے باہر آتے ہی پاکستانی دنیا میں ہل چل مچ گئی۔ پاکستانی علماء کی زبانوں پر تالے لگ گئے۔ حضرت کے اس فتوے کا بڑا گہرا اثر پڑا یہی وہ مفتیٔ اعظم تھے جنکے نوری فتوے نے ترویج واشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ جن کے اثر انگیز فتوے نے روحانی انقلاب برپا کیا۔ یہاں تک کہ اگلے مہینے میں ۲۷، ۲۸، تاریخوں میں حکومت پاکستان کی جانب سے اس بات کی تصدیق کرائی گئی تو بلندی پر پرواز کرنے سے چاند نظر آگیا تب حکومت نے حضرت مفتیٔ اعظم ہند کے فتوے کو تسلیم کرکے رویت ہلال کمیٹی توڑ دی۔ اور دنیا کے تمام مفتیان کرام نے ان کی بارگاہِ علم وفضل میں سر عقیدت خم کردیئے۔ اور اگر اب بھی حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ کے فتوے کا خیال ذہن وفکر میں آتا ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا آج ہی کی بات ہے یہی سبب ہے کہ اللہ کے محبوب اور برگزیدہ بندے اور اس کے سچے ولی اس عالم فانی کو خیر آباد کہہ کر عالم جاودانی کیطرف رجوع کرتے ہیں تو اس سے پہلے پہلے اپنے پیچھے عشق ومحبت، طریقت ومعرفت

حق وصداقت کی ہزاروں داستانیں چھوڑ جاتے ہیں۔ اور شاید ایسے موقع پر کسی نے کہا ہے ؎

اتنی توفیق دے یارب کہ جدا ہونے پر
لوگ اتنا تو کہیں نقشِ وفا چھوڑ گیا،

حضور مفتیٔ اعظم ہند نے کردار وعمل کی ایسی صد ہا قندیلیں روشن کی ہیں کہ شاید رہتی دنیا تک قائم رہیں گی۔ غلامانِ مفتیٔ اعظم آپ کی یاد کو نہ بھلا سکیں گے۔ اور راہِ حق پر چلنے کے لئے آپ کے نقشِ وفا کو سہارا بنائیں گے چونکہ آپ عالمِ ربانی تھے، آپ اللہ کے سچے ولی تھے جن کی عظمت شان کے سامنے بڑے بڑوں نے سر جھکا دیئے اور عقیدت ومحبت کے پھول نچھاور کئے۔ اور آپ نے شریعتِ خداوندی اور سنّتِ رسول اللہ کی روشنی میں زندگی کا ایک ایک لمحہ گزارا اور مصائب و آلام کی آندھیوں میں ہزاروں راہیں طے فرمائیں۔ صرف اور صرف رضائے مولیٰ کے لئے اور اس کی آرزو کی خاطر، اس لئے کہ ؎

ہر جفا ہر ستم گوارہ ہے ٭ اتنا کہدے کہ تو ہمارا ہے

آقائے نعمت حضور سیدی مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی بے شمار کرامتیں اور ان گنت واقعات ایسے ہیں اگر ان کو تحریر کی شکل میں پیش کیا جائے تو بے شمار دفتر درکار ہیں۔

حضور سیدی مفتیٔ اعظم ہند ایک عاشقِ رسول ایک دیوانۂ خدا تھے۔ زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہوں گا اگر اس سے پہلے کبھی آپ نے حضور مفتیٔ اعظم ہند کی کتابِ حیات کا مطالعہ کیا ہے تو شاید آپ کو یاد ہوگا جبل پور کا وہ تاریخی واقعہ کہ جب آپ نے اپنے مرید کے بے حد اصرار پر جبل پور کے علاقوں میں اپنے چند خادموں کے ساتھ تشریف لے جارہے ہیں راستہ بڑا ہی پُر خطر اور پُر پیچ ہے جگہ جگہ سواری ڈگمگ اور چل پڑتی ہے، گھوڑا انتہائی پریشان۔ تانگے میں بیٹھنے والے حضرات اور بھی زیادہ پریشان، لیکن آپ ایسے ضعف ونقاہت کے باوجود بھی تانگے میں اور لوگوں کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔ لوگوں کو اپنی تکلیف کے ساتھ ساتھ آپ کا زیادہ خیال آرہا ہے۔ جگہ جگہ تانگے میں جھٹکے محسوس ہورہے ہیں، لوگ اچھل اچھل جاتے ہیں۔ تانگہ اپنی رفتار پر آگے بڑھتا جارہا ہے۔

Scanned by CamScanner

چلتے چلتے ایک گاؤں سے گزرتا ہے کہ سڑک پر ایک بچہ کھیلتا کودتا اچانک تانگے کے نیچے آجاتا ہے۔ تانگے کا پہیہ اس بچے کے سینے اور پیٹ کے درمیان سے اُتر جاتا ہے۔ لوگوں میں غم و غصہ کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے چاروں طرف ایک ہُو کا عالم ہے۔ پوری سڑک پر سناٹا چھا گیا۔ ہر انسان اپنی اپنی جگہ پر پریشان، ہر طرف بے چینی ہی بے چینی نظر آرہی ہے۔ ہر دل اُداس ہی اداس دکھائی دے رہا ہے سڑک کی پوری دنیا ماتم کدہ بنی ہوئی ہے۔ باپ دھاڑے مار مار کر رو رہا ہے۔ ماں بچے کی حالت دیکھ کر پچھاڑیں کھا رہی ہے۔ کسی کو سکون و چین نہیں، مگر ہو ہی کیا سکتا تھا اس مجمع میں اللہ کا ایک کامل ولی، رسولِ عربی کا ایک سچا عاشق، غوث الوریٰ کا صحیح جانشین، اعلیحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی چمکتی ہوئی تلوار ہے۔ جن کے چہرۂ انور پہ عزم و استقلال کی ایک چٹان ہے۔ تحمل و بردباری کا ایک دریا ہے جو انتہائی سکون و اطمینان کی موجیں مار رہا ہے وہ اس وقت دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا آپ کے لب گلفشاں ہوئے اور آپ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ اس بچے کو اٹھا کر لاؤ، کسی کو ہمت نہ ہوئی چونکہ بظاہر اس کے جسم میں جان نہیں۔ دنیا ظاہر پر نظر رکھتی ہے مگر اللہ کے خاص بندے ظاہر باطن دونوں پر یکساں نظر رکھتے ہیں وہ حقیقت سے آشنا ہوتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ قضائے حقیقی نہیں! بلکہ قضائے معلق ہے۔ بقول حضرت عارف رومی ؎

لوح محفوظ است پیش اولیاء

حضور مفتیٔ اعظم کے مکرر ارشاد فرمانے پہ ایک خادم آگے بڑھا اور اس نے بچے کو حضرت کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے خدمت میں حاضر کر دیا۔ اس بچے کو لیکر جو بظاہر دم توڑتا ہوا نظر آرہا تھا زندگی کی آخری سسکیاں لے رہا تھا۔ جو اپنی عمر کے سانس پورے کرکے دنیا کو خیرباد کہنا چاہتا تھا بچہ حضرت کے ہاتھوں میں ہے لوگوں کے چہروں کی ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ ایسے پُر پیچ ماحول میں ایسے غم زدہ وقت میں ایک مقدس ذات مفتیٔ اعظم کی تھی جن کے چہرے پر ملکوتی حسن تھا جن کے لبوں پر خاموش مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ آپ نے اس بچے کے سینے اور پیٹ کے درمیان اپنا دستِ شفا پھیرا۔ پھر کیا تھا کہ اچانک وہ مسکرا پڑا، چہرے پر طمانیت اور آنکھوں میں زندگی کی مسکراہٹ رقص کرنے لگی جیسے اس کے زخموں کو مرہم مل گیا ہو جیسے نکلی ہوئی رُوح دوبارہ واپس آگئی ہو جیسے مرجھائے ہوئے

درخت پر ہریالی دوڑ گئی ہو۔ چند ہی لمحوں میں اضطراب کی ساری تلخی سکون کی مٹھاس میں بدل گئی۔ وہ بچہ جو ابھی ابھی زندگی کے آخری سانس طے کر رہا تھا۔ دنیا نے اپنے ماتھے کی آنکھوں سے یہ منظر ملاحظہ فرمایا کہ حضور مفتی اعظم ہند کے دستِ شفقت و محبت سے مَس ہوتے ہی وہ بچہ اچھل پڑا۔ اور فوراً اپنے گھر کی طرف دوڑ پڑا۔ لوگ اُسے بلاتے رہ گئے اور بچہ یہ پیغام دیتا ہوا گھر چلا گیا۔

مدینے کے گدا دیکھے ہیں دنیا کے امام اکثر
بدل دیتے ہیں تقدیریں محمد کے غلام اکثر

جب لوگوں نے حضرت کی یہ زبردست کرامت اپنی آنکھوں سے دیکھی تو یکے بعد دیگرے سبھی لوگ حضرت کے حلقہ بگوش ہوتے گئے۔ حضرت کی بے شمار کرامتیں ہیں لیکن یہاں پر میں اپنے اس مختصر سے مضمون میں چند ہی کرامتوں کا تذکرہ کروں گا۔ جس کے بعد اس کا اندازہ کرنا ذرا مشکل نہ ہوگا۔ کہ آپ واقعتاً نائب غوث الوری ہی تھے اس کے ثبوت میں تاریخ کا یہ تراشہ بھی کچھ کم راہنمائی کرتا ہوا ثابت نہیں ہوگا۔

واقعہ یوں ہے کہ شہر بریلی میں نواب راحت جان صاحب رہتے ہیں یہ بزرگانِ کرام سے بے پناہ عقیدت رکھتے ہیں۔ میرے بھی موصوف سے قریبی تعلقات ہیں۔ ایک بار نواب صاحب نے مجھ سے خود بیان کیا کہ میرے دل میں یہ آرزو تھی کہ میں کسی خاص غوثِ اعظم کے جانشین سے بیعت ہوں گا۔ جو اس دور میں غوثِ اعظم کی چلتی پھرتی تصویر ہو جس کے تقوی و طہارت سے غوثِ اعظم کی یاد تازہ ہوتی ہو، جس کے اسلوب بیان سے غوث پاک کا اندازہ ملتا ہو، جس کے وعظ و نصیحت سے غوث ربانی محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی جیسا اثر مرتب ہوتا ہو۔ جس کے سینے میں غوث اعظم جیسا عشقِ رسول تڑپ رہا ہو۔ اس وقت میری نظروں میں چند بزرگ ہستیاں تھیں۔ سرِ فہرست حضور مفتی اعظم ہند تھے اور دیگر بزرگ بھی تھے مگر میں مطمئن نہ ہو سکا کہ صحیح معنوں میں جانشین غوث کون ہے۔ لیکن میرے سینے میں مچلتے ہوئے جذبات تھے اٹھتی ہوئی تمنائیں تھیں۔ حسرت و

یاس میں ڈوبا ہوا دل غوثِ اعظم کے جانشین کو ڈھونڈتا رہتا تھا۔ اسی کش مکش میں اور اسی جستجو میں کوشاں رہتا کہ مجھے نائبِ غوث الوریٰ مل جائے، حتیٰ کہ میں جانشین غوث اعظم کی تلاش میں بغداد شریف پہنچا۔ بغداد کی گلیوں میں دیوانہ وار چکر لگاتا، بغداد کی فضاؤں میں مستانہ چال چلتا صرف جانشین غوثِ اعظم کی تلاش میں نے میں منہمک رہتا۔ جب خانقاہِ غوث میں پہنچا، درگاہ کے ایک سجادہ نشین جو واقعی میری نظر میں جانشینِ غوث الوریٰ لگتے تھے۔ میں نے چاہا کہ ان کے دستِ حق پرست پر شرفِ بیعت حاصل کرلوں۔ مگر پھر جانے کیوں میرے اندر ایک کھٹک سی محسوس ہوئی اور دل میں ان کی طرف سے آرزوں کا جو چراغ روشن ہوچکا تھا وہ یک بیک گل ہوگیا۔ میرے دل کی انجمن کا گوشہ محبت سرد ہوگیا۔ میری الفت کے زخموں کا بندھن ٹوٹ گیا۔ دل کی کھلی ہوئی کلی مرجھاتی چلی گئی لیکن یاد رکھیے غم کی چوٹ ابھرتی ہے تو خود بخود ابرِ رحمت اس کی حفاظت کرتا ہے۔ غرض کہ دل کی اس کھٹک کی وجہ سے میں نے اپنا ارادہ بیعت منسوخ کردیا۔

آخر دل کی بیقراری حد سے تجاوز کرنے لگی تو میری آرزوؤں کی شمع کو روشن کرنے کے لئے سرکار غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دریائے رحمت جوش میں آہی گیا۔ اور اچانک میرے اوپر غنودگی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ حالتِ خواب میں دیکھتا کیا ہوں کہ سرکارِ دوجہاں محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگے آگے جلوہ افروز ہیں۔ ان کے پیچھے پیچھے سیدنا سرکارِ غوث پاک ہیں ان کے پیچھے سیدنا حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ ہیں، میری زبان سے برجستہ نکلا پیارے غوث اس وقت دنیا میں آپ کا جانشین کون ہے؟ غوث پاک نے فرمایا کہ تیرے ہی شہر بریلی میں تو میرا جانشین ہے۔ مجھ سے پھر بھی نہ رہا گیا اور میں نے عرض کیا کہ حضور کون؟

سیدنا غوثِ اعظم نے سرکار مفتیٔ اعظم کی طرف اشارہ فرمایا دیکھ یہی تو ہے میرا نائب!

میں نے اپنی لاعلمی پر بے پناہ افسوس کیا اور پھر میں نے بریلی ہی کا سفر شروع کردیا۔ سرزمین بریلی شریف پہنچ کر آقائے نعمت حضور مفتیٔ اعظم ہند رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہِ عالیہ میں

اسلام اور قربانی

شہنشاہِ فکر و تدبر، آبروئے سنیت، فقیہ ملت حضرت مولانا الحاج محمد یامین
صاحب نعیمی اشرفی، مہتمم جامعہ نعیمیہ دیوان بازار مرادآباد

اٹھائے کچھ ورق لالہ نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

اسلام ایک انقلابی پیغام ہے، اسلام ایک خدائی آواز ہے، اسلام ایک مستحکم ضابطۂ حیات ہے، اسلام ایک انسانی ہدایت و رہنمائی کا روشن چراغ ہے، اسلام گمراہ قوموں کو راہِ راست پر لانے کا واحد ذریعہ ہے، اسلام اجڑے ہوئے دیار کو بسانے کا موثر علاج ہے اسلام ایک عمدہ نظام ابدی جامع دستور ہے، اسلام باعثِ اعزاز و عظمت ہے، اسلام ایک عالمگیر وحدت ہے، اسلام ایک قانونِ فطرت ہے، اسلام امن کا رِل کی حیات بخش ضمانت ہے اسلام کشورِ بدن کا سلطان اور جانِ جہان ہے، اسلام آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا نور ہے، اسلام بےکسوں کا کس اور بےسہاروں کا سہارا ہے، اسلام سینے کی دھڑکن اور دل کا درمان ہے، اسلام منشاء مشیتِ ایزدی اور اصولِ مصطفٰے ہے۔

لیکن یاد رکھئے! اسلام ایثار چاہتا ہے، اسلام قربانی چاہتا ہے، اسلام جذبہ شہادت چاہتا ہے، اسلام حضرت ہاجرہ جیسا جگر چاہتا ہے، اسلام اسماعیل ذبیح اللہ جیسا عشق چاہتا ہے۔

آیئے ہم سب سے پہلے تاریخ کے اس روشن باب کو دہرائیں اور اس دور کا

Scanned by CamScanner

مطالعہ کریں جب اللہ کے ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدائی قانون کو دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہا۔ جب پرچم اسلام کو بلند کرنے کا بیڑا اٹھایا جب اسلام کو لوگوں کے دلوں میں اتارنے کی کوشش کی۔ جب بتوں کے سامنے جھکی ہوئی پیشانیوں کو خدائے واحد کے آگے جھکانے کی دعوت دی۔ جب لوگوں کو اخوت و محبت کا درس دیا تو دنیا نے دیکھا کہ آپ کو قید کردیا گیا بلکہ یہاں تک کہ نمرود نے ارکان سلطنت اور وزرائے بارگاہ کو بلایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق مشورے کئے، مختلف مشیروں نے مختلف مشورے دیئے، کسی نے کہا کہ جلاوطن کردیا جائے، کسی نے کہا کہ ان کو جنگل کی ویران وادیوں میں چھوڑ کر شہر کی آبادیوں میں نہ آنے دیا جائے، کسی نے کہا کہ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں ڈال کر تاعمر قید کردیا جائے، کسی نے کہا کہ آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کی نذر کردیا جائے۔ الغرض اس آخری فیصلہ پر سبھی مشرکین نے اتفاق کیا اور آگ میں ڈالنے کی تیاریاں شروع ہونے لگیں۔ نمرود نے حکم دیا کہ پتھر کی تیس گز لمبی اور بیس گز چوڑی ایک چہار دیواری تیار کی جائے اور ہر صغیر و کبیر مرد و عورت اس چہار دیواری میں لکڑیاں جمع کرے۔ جو اس حکم کی نافرمانی کریگا اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اسی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ کفار و مشرکین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دشمنی اور نمرود کو خوش کرنے کے لئے لکڑیاں بھی جمع کرنی شروع کردیں۔ اس جوش و خروش سے جمع کیں کہ عورتوں نے جو بیمار تھیں نذر مانی کہ اگر ہمیں صحت ہوئی تو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے جلانے کے واسطے لکڑیاں جمع کریں گے۔ ایک ماہ کامل تک لکڑیاں جمع ہوتی رہیں جب چہار دیواری لکڑیوں سے بھر گئی تو ان میں آگ لگادی گئی، آگ کے فلک شگاف شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔ فضائے آسمانی میں پرواز کرنے والے وحوش و طیور کے پر جل رہے تھے۔ جب کوئی پرندہ آگ کے اوپر سے گزرتا ہے تو جل بھن کر کباب کی طرح ہوجاتا۔ آگ کی حرارت اور اس کی تیزی سے دور دور کی زمین تپ رہی تھی آگ کی بے پناہ تپش نے شہر کے گوشے گوشے، کونے کونے، خطے خطے سے سکون و چین چھین لیا تھا

دور دور تک کی آبادیوں میں لوگوں کا جینا دشوار تھا۔

اس بات کی نمرود کو اطلاع دی گئی کہ عالی جاہ آگ پورے زور وشور پر ہے۔ نمرود نے حکم دیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں میں بیڑیاں اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور گلے میں طوق ڈال کر قید خانے سے باہر نکال کر میرے پاس لایا جائے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود کے دربار میں لایا گیا۔ نمرود نے کہا کہ اے ابراہیم ابھی وقت ہے چھوڑ دے دامن اسلام کو، بند کر دے اپنے خدائی قانون کو، باز آجا اسلام کی تبلیغ سے، ورنہ یاد رکھ بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلے تیرے لئے تیار ہیں، آگ میں جلا کر تجھے راکھ کر دیا جائے گا۔ آپ نے سن کر تبسم فرمایا اور نہایت رعب بھرے لہجے میں ارشاد فرمایا کہ ناداں مجھے آگ کی دھمکی دیتا ہے، مجھے آگ کا خوف دلاتا ہے۔ یہ آگ زر خالص کو نہیں جلا سکتی۔ نمرود نے حکم دیا کہ آپ کو آگ میں ڈالدیا جائے۔ آپ کو آگ میں ڈالنے کیلئے کوئی تیار نہ ہوا کیوں کہ آگ کی گرمی کی تیزی اس حد تک تھی کہ کوئی شخص اس کے قریب تک نہیں جا سکتا تھا۔ کفار سوچ وفکر کے اتھاسمندر میں ڈبکیاں لے رہے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں کس طرح ڈالا جائے، اچانک ایک بزرگانہ لباس پہنے ہوئے ایک بڑی چادر اوڑھے ہوئے شیطان دشمن انسان نمرود کے سامنے آتا ہے۔ نمرود نے پوچھا تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟۔ شیطان نے کہا بڑی مدت سے تیری خدمت میں مشغول ہوں اور تیرے لئے دعا کرتا ہوں، اب میں نے سنا ہے کہ ایک جادوگر آیا ہوا ہے اور وہ تیرا دین بدلنا چاہتا ہے۔ اور تو نے اس کو جلانے کا ارادہ کیا ہے مگر تیرے ملازمین آگ کی تیزی کی وجہ سے اس کو آگ میں پھینکنے سے عاجز رہ گئے ہیں، میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ ان کو آگ میں ڈالنے کا طریقہ بتاؤں۔ نمرود نے اس لعین کے آنے کو بڑا مبارک سمجھا اور اس کی بڑی تعریف کی۔ شیطان لعین نے دوزخ کے دروازے پر ایک منجنیق بنی ہوئی دیکھی تھی اس کے بنانے کا طریقہ جانتا تھا۔ بڑی ہی سنجیدگی کے ساتھ منجنیق کے فوائد سمجھانے لگا نے اور اس کے بنانے کے طریقے بتانے لگا۔

الغرض شیطان کے بتانے سے ایک منجنیق تیار کی گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں میں بیڑیاں اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور گلے میں طوق ڈال کر منجنیق میں رکھا گیا۔ اللہ اکبر! ایا روح فرسا منظر جس کا نظارہ پوری کائنات کر رہی ہے۔ زمین کی وسعتیں دیکھ رہی ہیں، سورج کی کرنیں دیکھ رہی ہیں۔ ستاروں کی گردشیں دیکھ رہی ہیں، بادِ صبا کے سرسری جھونکے دیکھ رہے ہیں۔ دریا کی موجیں، پہاڑوں کی بلندیاں دیکھ رہی ہیں، انبیاء کرام کی روحانیت دیکھ رہی ہے، فرشتوں کی معصومیت دیکھ رہی ہے، زمین کا گوشہ گوشہ آسمان کا ذرہ ذرہ، دریا کا قطرہ قطرہ الغرض پوری کائنات بارگاہِ الٰہی میں گریہ وزاری کر رہی ہے اور زبانِ حال وقال سے کہہ رہی ہے کہ مولیٰ تمام روئے زمین پر صرف تیرا ہی ایک بندہ ہے جو تیری وحدانیت کا اقرار کرتا ہے، تیری بارگاہ میں سربسجود رہتا ہے اور تجھے یکتا سمجھتا ہے۔ اب اس کو نہایت بے دردی کے ساتھ آگ میں ڈالا جا رہا ہے۔ اگر اجازت ہو تو ہم اس کی مدد کریں فرمانِ الٰہی ہوا کہ اگر وہ تم سے مدد چاہتا ہے تو اس کی مدد کرو اور اگر میرے سوا کسی کو نہیں چاہتا تو میں اسے خوب چاہتا ہوں، اور میں اس کی حالت کو خوب جانتا ہوں فَخَلُّوا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ میں اس کا اور وہ میرا تم اس میں دخل نہ دو۔ جب نمرودیوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنا چاہا تو آپ کے پاس پانی کا فرشتہ آتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ اے ابراہیم علیہ السلام دریا کی موجوں پر میرا قبضہ ہے، پانی کی لہروں پر میری حکومت ہے اگر تم چاہو تو پانی سے ان کم بختوں کو غرق کر دوں، اگر حکم ہو تو آگ کو آناً فاناً بجھا دو۔ پھر آپ کے پاس ہوا کا فرشتہ آتا ہے اور عرض کرنے لگتا ہے کہ پیارے ابراہیم ہوا کے جھونکے میری حکومت میں ہیں اگر آپ حکم دیں تو ہوا کے جھونکوں سے اس بھڑکتی ہوئی آگ کو بجھا دوں! آپ نے ان دونوں کو ایک ہی جواب دیا خَلُّوا بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَلِيْلِيْ حَتّٰى يَفْعَلَ مَا يَشَآءُ۔ فرشتو خدا میرا اور میں خدا کا، تم کون ہو جو دخل دیتے ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل کا نقشہ کھینچ کر کیا ہی خوب کہا ہے ؎

جانتا ہے وہ میرا ربِ جلیل
آگ میں جاتا ہے اب اس کا خلیل

دوستو! یاد رکھو اب وہ وقت آچکا ہے کہ ظالم آپ کو نہایت بے دردی کے ساتھ بذریعہ منجنیق آگ میں پھینکے جا رہے ہیں۔ آپ منجنیق سے جدا ہو کر بھڑکتی ہوئی آگ کے قریب پہنچ رہے ہیں کہ روح الامین حضرت جبریل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہو کر عرض کرتے ہیں یا اِبْرَاهِیْمُ لَکَ حَاجَۃٌ "پیارے ابراہیم کیا کوئی حاجت ہے؟ خادم حاضر ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: نَعَمْ اَمَّا اِلَیْکَ فَلَا حاجت تو ہے مگر آپ کی کوئی حاجت نہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی جس سے حاجت ہے اس سے طلب کرو کیونکہ آگ تو بالکل قریب آگئی ہے۔ آپ نے فرمایا عِلْمُہٗ بِحَالِیْ حَسْبِیْ مِنْ سُوَالِیْ جس سے حاجت ہے وہ خوب جانتا ہے وہاں بتلانے کی ضرورت نہیں۔ اب آپ آگ کے قریب پہنچ چکے ہیں۔

ایک طرف آگ کے انگارے ہیں دوسری طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ آپ کو منجنیق میں رکھ کر آگ کی دھمکی دی جا رہی ہے، آگ کی حرارت و تمازت سے ڈرایا جا رہا ہے آپ کو آتشی چنگاریوں سے خوف دلایا جا رہا ہے۔ آپ کو کڑکتی اور جھلستی ہوئی آگ دکھا کر دینِ اسلام کی تبلیغ سے رکنے اور بند کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ایسے موقعہ پر عقل اس بھیانک منظر کو دیکھ کر گھبرا رہی ہے عقل سناتی ہوئی آگ دیکھ کر سوچ و فکر میں ڈبکیاں لے رہی ہے لیکن عشق میدانِ عمل میں اتر آتا ہے۔ ؎

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

ادھر عشق ابراہیم نے آگ میں چھلانگ لگائی ادھر ربّ الارباب ستار و غفار کا حکم ہوتا ہے۔ یَانَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ اے آگ خلیل تجھ میں تشریف لا رہے ہیں۔ خبردار اس کو مت جلانا اور ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جانا۔ ربّ کائنات کا حکم

Scanned by CamScanner

سنتے ہی بھڑکتی ہوئی آگ نہایت ہی حسین وجمیل گلزار کی شکل اختیار کرلیتی ہے بلکہ پوری روئے زمین کی آگ سرد پڑجاتی ہے۔ یہ سمجھ کر کہ شاید یہ حکم ہمارے ہی لئے ہوا ہے۔ اب آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں سے وہ پورا میدان جو آتشکدہ بنا ہوا تھا وہ حضرت ابراہیم کی برکت سے گل کدہ بن گیا۔ وہ تمام لکڑیاں کچھ ریاحین کچھ نسرین، کچھ نرگس، کوئی ارغوان بن گئیں ان میں شگوفے اور کلیاں نکل آئیں، میوے لگ گئے، پانی کے چشمے جاری ہوگئے، بلبلیں اور قمریاں اپنے نغمے گانے لگیں۔ حضرت خلیل علیہ السلام کو ریشمی لباس سے آراستہ کرکے تختِ بہشتی پر بٹھا دیا گیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام دائیں طرف اور حضرت میکائیل علیہ السلام بائیں طرف بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک فرشتہ پنکھا جھل رہا ہے۔ نمرود مردود سوچ رہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہلاک ہوگئے ہیں۔ اور یہ سوچ کر بلند مکان کی چھت پر چڑھ کر دیکھنے لگا۔ لیکن دیکھا کہ تمام آتشکدہ گلزار بنا ہوا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرشتوں کے مقدس جھرمٹ میں تخت پر جلوہ گر ہیں۔ پوچھا اے ابراہیم کس طرح اس آگ سے بچکر اس ناز ونعمت میں پہنچ گئے ہو۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّی۔

جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا نمرود کی بیٹی رغفہ نے اپنے باپ نمرود سے کہا کہ میں چھت پر چڑھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل کرلوں نمرود نے کہا کہ بیٹی وہ تو جل کر خاکستر ہوگئے ہوں گے۔ بیٹی کا ستارہ عروج پر تھا اس نے پھر ایک مرتبہ اجازت چاہی، باپ نے ہونے والی نیک بخت بیٹی کو اجازت دے دی رغفہ نے چھت پر چڑھ کر جب اس آتش کدہ کی طرف نظر کی تو بجائے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاکستر ہونے کے کیا دیکھتی کہ آپ ایک تخت پر رونق افروز ہیں۔ چہار جانب فرشتوں کا ایک مقدس قافلہ ہے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے حسین جھرمٹ میں لئے ہوئے ہے۔ رغفہ نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نورانی قافلے کے جھرمٹ میں دیکھا تو رغفہ کے جذبات کی دنیا

Scanned by CamScanner

مچل گئی، رغضہ کی محبت کا شعلہ بھڑک اٹھا۔ رغضہ کے دل میں الفت کا ایک حسین ہیجان پیدا ہوا حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے نورانی چہرے کو دیکھ کر رغضہ کے دل میں فطری طور پر رغبت کی ایک دنیا آباد ہو گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے نورانی و ایمانی ولولہ انگیز کردار کو دیکھ کر رغضہ کے سینے میں ایمان کا بحرِ ذخار موجیں مارنے لگا رغضہ نے جھٹ ہی سے سیدنا ابراہیم علیہ السّلام سے عرض کی اے اللہ کے مقدس نبی کس نے آپ کو آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں سے نجات دلائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے تختِ بہشتی سے جواباً ارشاد فرمایا: مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهٖ مَعْرِفَةُ اللّٰهِ لَا تُحْرِقُهُ النَّارُ جس کے دل میں معرفتِ الٰہی ہوتی ہے اس کو آگ نہیں جلاتی۔ یہ سن کر رغضہ نے کہا اے ابراہیم (علیہ السّلام) کیا آپ مجھے اجازت دیں گے اپنے پاس آنے کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے فرمایا ہاں ہم تم کو اجازت دیں گے اپنے پاس آنے کی مگر شرط یہ ہے کہ تم اپنے معبودانِ باطل کی پرستش و پوجا سے توبہ کرو اور خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ پر ایمان لے آؤ، اور صدقِ دل سے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ اِبْرَاهِـيْمُ خَلِيْلُ اللّٰهِ پڑھ کر چھلانگ لگا دو اور کوئی خوف نہ کرو۔ رغضہ کے دل میں اب ایمانی جذبہ جوش مارتا ہے۔ اب وہ نورانی فرشتوں کی جماعت میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام خلیل اللہ سے ملنے کے لئے کودنے کو تیار ہو چکی ہے۔ اب وہ ساعتِ سعید بہت ہی جلد قریب آرہی ہے۔ اس کی قسمت کا ستارہ چمکتا ہے اور وہ کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمُ خَلِيْلُ اللّٰهِ صدقِ دل سے پڑھ کر فوری کود پڑتی ہے۔ اب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے پاس پہنچتے ہی اس کا دل تجلیاتِ الٰہی سے منور و مجلّٰی ہو جاتا ہے اور اس کا سینہ معرفتِ خداوندی سے معمور ہو جاتا ہے اب وہ ایک جبلِ مرصص کی طرح اپنے ایمان میں مضبوط و مستحکم ہو کر اپنے باپ کی طرف لوٹتی ہے۔ باپ نے جب اپنی امیدوں کے خلاف بیٹی کو صحیح و سلامت آتشکدہ سے واپسی کرتے ہوئے دیکھا تو حیران و ششدر رہ گیا۔ انگشت بدنداں ہو کر عالمِ حیرت میں اپنی بیٹی سے حقیقتِ حال معلوم کرتا ہے کہ بیٹی اس آگ کی بھڑکتی ہوئی چنگاریوں سے صحیح و سلامت

کیسے لوٹ رہی ہے۔ بیٹی نے بڑے ہی حیرت انگیز لہجہ میں باپ سے کہا کہ اے پدر جس آتشکدہ کو تو نے
ایک زمانہ آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں سے آباد کیا تھا وہاں تو آگ کا پتہ بھی نہیں ہے وہ تو ایک شاندار
گلزار ہے، جہاں تختِ بہشت بچھا ہے، وہاں تو نورانی فرشتوں کا گروہ موجود ہے۔ اس مقدس
گروہ کے جھرمٹ میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام تختِ بہشتی پر جلوہ افروز ہیں۔ باپ اپنی
نیک بخت بیٹی کے یہ کلمات سن کر بے پناہ متاثر ہوا۔ دینِ ابراہیمی کی حقانیت اس پر آفتاب سے
زیادہ ظاہر و باہر ہوگئی۔ مگر وہ لوگوں کی ملامت کے ڈر سے اپنے دین باطل و عاطل ہی پر قائم
رہا۔ پہلے تو اس نے لڑکی کو بڑی محبت و شفقت بھرے انداز میں سمجھایا کہ بیٹی تم اس دین ابراہیمی
کو چھوڑ دو! مگر بیٹی کوہِ آہنی کی طرح اپنے ایمان میں مضبوط و مستحکم بن چکی تھی۔ اس کے سینے میں
دینِ ابراہیمی کا ایک زبردست قلعہ تعمیر ہو چکا تھا جس کو گرانا سوائے اس معمارِ حقیقی کے کسی کے
بس کا نہ تھا۔ باپ نے ہر چند محبت و الفت بھرے لہجے میں پھسلانا چاہا مگر دخترِ نیک اختر اپنے سچے
دین سے نہ پھری۔ تو اب اس کو ظلم و تشدد کے شکنجے میں دبا کر اس کے ایمان کو چھیننا چاہا مگر کامیاب
نہ ہو سکا۔ اس کو طرح طرح کی آزمائش و امتحان کی بھٹیوں میں جھونکا مگر اس کے پائے استقلال
میں ذرا لغزش نہ آسکی یہاں تک کہ اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کو مضبوطی سے باندھ کر سخت
تیز دھوپ میں گرم ریت پر لٹایا ادھر دریائے رحمت جوش میں آیا۔ سدرہ سے حضرت جبرائیل
امین کو حکم ملا کہ اے جبرائیل جاؤ میری بندی کو دشمنوں کے ہاتھوں سے چھڑا کر میرے خلیل کے پاس
پہنچا دو۔

چنانچہ تاریخ بتاتی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے رغضہ کو حضرت خلیل علیہ السلام
کے پاس پہنچا دیا کچھ مدت کے بعد حضرت خلیل علیہ السلام نے اس نیک بخت خاتون کا نکاح اپنے
فرزند ارجمند مدین کے ساتھ کرا دیا۔ پروردگار عالم نے سعادت مند لڑکی سے بیس فرزند بطناً
بعد بطنٍ پیدا فرمائے جو سب کے سب مسندِ نبوت پر فائز ہوئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک

Scanned by CamScanner

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بابل سے شام کی طرف ہجرت فرمائی۔ آپ کے ہمراہ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ پہلے آپ شہر حران میں مقیم ہوئے کچھ دنوں کے بعد مصر کی طرف ہجرت فرمائی۔ وہاں کا بادشاہ بڑا ہی ظالم و جابر، فاسق و فاجر تھا۔ اس کی سلطنت کا یہ قانون تھا کہ اس کے یہاں کوئی حسین و جمیل عورت آتی تو وہ پہلے اس کے روبرو پیش کی جاتی اگر اس کو پسند آتی تو رکھ لیتا، ورنہ واپس کر دیتا۔ اس بدبخت نے شہر کے ہر چوراہے پر اپنے ملازمین لگا دیئے جن کا کام صرف ہوتا کہ باہر سے آنے والے قافلوں کو دیکھیں اگر ان میں عورتیں ہوتیں تو ان کو اس بادشاہ کے دربار میں پیش کیا جاتا۔ جب شہر میں کسی کی شادی ہوتی تو سب سے پہلے وہ نئی نویلی دلہن اس بادشاہ کے پاس بھیجی جاتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں جب سب عورتوں میں سب سے زیادہ حسین و جمیل تھیں اور خوبصورت بھی۔ مخبر نے خبر دی کہ مسافر کے ہمراہ ایک عورت ہے جو حسن و جمال میں بے نظیر ہے۔ جس کے چہرے سے آفتاب کی طرح نور ٹپک رہا ہے۔ ظالم بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس اپنے آدمی بھیجے جو آپ کو بلا کر ظالم بدبخت کے پاس لے گئے۔ ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ کو دیکھ کر فریفتہ ہو گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھنے لگا یہ عورت تیری کیا لگتی ہے آپ نے اس خوف سے کہ میں اگر بیوی بتاتا ہوں تو کہیں یہ قتل نہ کر ڈالے یا اس کی عصمت دری کے درپے نہ ہو جائے، فرمایا کہ میرے ساتھ یہ میری بہن ہے۔ لیکن اس ظالم بدبخت نے اس کے باوجود کہ وہ بہن بتانے پر لڑکیوں کو چھوڑ دیتا تھا۔ مگر حضرت سارا پر اس درجہ فریفتہ ہو گیا کہ بہن بتانے پر بھی نہ چھوڑا اور پکڑ کر ایک کمرے میں بند کر لیا۔ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کمرہ کے باہر ہی تھے۔ اللہ رب العزت جل وعلا نے کمرے کو شیشے کی طرح کر دیا اور آپ کو کمرہ کے اندر کے سارے حالات نظر آتے رہے۔ ظالم بادشاہ حضرت سارہ کی عصمت لوٹنے کے لئے اور ان کی پاک دامنی کو داغدار کرنے کے لئے ظالم ہاتھ آگے بڑھاتا ہے۔ لیکن اس پر خدائی عذاب ٹوٹتا ہے، قہر خداوندی نازل ہوتا ہے اور اس کا ہاتھ شل ہو جاتا ہے تو حضرت سارہ سے عرض کرتا ہے کہ آپ بارگاہ خداوندی میں میرے لئے دعا فرما دیجئے تاکہ میرا ہاتھ ٹھیک ہو جائے

Scanned by CamScanner

SAYYED IMAMUDDIN QADRI

اب اُس کے بعد میں آپ کی طرف ناجائز طریقے سے ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا۔ حضرت سارہ نے دعا فرمائی۔ آپ کی دعا مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہوئی اور اس ظالم کا ہاتھ ٹھیک ہوگیا۔ پھر شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ ڈالا۔ ایک بار پھر اس نے اپنا پاپی ہاتھ آگے بڑھایا اور پھر اس کا ہاتھ شل ہوگیا۔ پھر طالب دعا ہوا، حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دعا فرمائی کہ مولا تیرا یہ نافرمان بندہ اپنے اس بُرے کئے پر شرمندہ و نادم ہے۔ مولیٰ اگر یہ واقعی شرمندہ ہی ہے تو تو اس کو اپنی رحمت کے صدقے میں صحت و عافیت عطا فرما۔ رحمتِ الٰہی نے جوش مارا، اس بادشاہ کا ہاتھ ٹھیک ہوگیا۔ وہ ظالم و جابر بدبخت بادشاہ باز نہ آیا۔ اس نے پھر تیسری بار سیدتنا حضرت سارا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جانب اپنا ظلم و جبر والا چہرہ فاسد خیال لے کر آگے بڑھایا۔ غضبِ الٰہی نازل ہوا اور اس کا ہاتھ پھر شل ہوگیا اب کیا ہے اب تو بادشاہ کو کسی کل چین نہیں، بے جا پریشان ہے، گڑ گڑا کر حضرت سارا سے عرض کرتا ہے کہ اب کی بار اور دعا فرما دیجئے اب تو میں کسی قیمت پر آپ کے اوپر ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔ بخدا اب میں آپ کو کوئی تکلیف نہ دوں گا۔ اب تو آپ آخری بار دعا فرما دیجئے۔ حضرت سارا نے جب اس کا گڑ گڑانا دیکھا تو آپ کو پھر رحم آگیا اور آپ نے اس کو معاف فرما کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ مولیٰ اگر یہ تیرا بندہ اپنے وعدے میں سچا ہے اور اب اس کے دل سے واقعی گناہ رخصت ہوچکا تو اب یہ تیری بارگاہ میں شرمندگی و ندامت کے ساتھ حاضر ہے میں اس کو معاف کرتی ہوں خدایا تو بھی اس کو معاف فرما۔

نیک بخت بندی حضرت سیدتنا سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دعا بابِ اجابت سے ٹکراتی ہے۔ بابِ اجابت کھلتا ہے، دریائے رحمت جوش میں آتا ہے، پھر اسی ظالم و جابر، فاسق و فاجر کا ہاتھ بصحت ہوکر اپنی پہلی ہی حالت پر آجاتا ہے یہ سارا نقشہ حضرت خلیل علیہ السلام کمرے کے باہر سے ملاحظہ فرما رہے تھے۔ بادشاہ نے جب حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ بزرگ عجیب و غریب آفتاب سے زیادہ چمکتی کرامت دیکھی تو متاثر ہوکر اپنی نیک بخت باندی حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت کے لئے پیش کیا۔ اور حضرت

Scanned by CamScanner

سارا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت خلیل علیہ السّلام کے سپرد کر دیا۔ اب حضرت خلیل علیہ السّلام وہاں سے سفر کا ارادہ فرما کر ملکِ شام تشریف لاتے ہیں اور وہاں کی ارضِ مقدس میں سکونت پذیر ہو جاتے ہیں۔ حضرت سارا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اس لئے حضرت سارا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی لونڈی حضرت خلیل علیہ السّلام کو بخش دی۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کی ولادتِ مبارکہ

جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اپنے اہلِ خانہ کو لے کر ارضِ مقدسہ تشریف لے آئے تو آپ نے وہاں پر بارگاہِ ایزدی میں دعا فرمائی کہ مولیٰ مجھے ولدِ صالح عطا فرما۔ اللہ کے مقدس نبی حضرت خلیل علیہ السّلام کی دعا بارگاہِ ایزدی میں مقبول ہوتی ہے۔ اور آپ کو ایک بڑا ہی حسین وجمیل، خوبصورت بچہ حضرت ہاجرہ کے بطن مبارک سے عطا ہوتا ہے۔ جنکا نام حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام رکھا جاتا ہے۔ جن کو بعد میں جدامجد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ذبیح اللہ کے لقب سے بھی نوازا جاتا ہے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے فرزندارجمند کو گود میں بٹھاتیں، ان سے طبیعت میں انس حاصل کرتیں۔ ان کو بڑے ہی لاڈ وپیار سے کھلاتیں۔ ہر لمحہ ان کو نگاہِ شفقت ومحبت سے نوازتیں ایک طویل زمانے تک حضرت سارا حضرت ہاجرہ کی اس محبت وشفقت کو دیکھتی رہیں لیکن ایک دن آتا ہے کہ حضرت سارا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی خالی گود دیکھ کر حضرت ہاجرہ پر رشک کرنے لگیں اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے عرض کرنے لگیں کہ آپ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا

اور ان کے فرزندِ ارجمند کو یہاں سے کہیں باہر چھوڑ آئیں۔

دوستو یاد رکھنا یہ بھی حکمِ الٰہی ہی تھا اس میں بھی بڑے راز پوشیدہ تھے بڑی حکمتیں تھیں۔ جن کو سوائے ربِّ کائنات کے اور کوئی نہیں جانتا۔ ہاں ہم اتنا جانتے ہیں کہ یہ دراصل مکہ معظمہ اور بیت اللہ شریف کے بننے کا اللہ تعالیٰ نے ایک سبب پیدا فرمایا تھا۔ چنانچہ وحیِ الٰہی نازل ہوئی کہ آپ حضرت ہاجرہ اور ان کے لختِ جگر نورِ نظر حضرت اسمٰعیل کو اس سرزمین پر چھوڑ آئیں جو اب مکہ معظمہ کے نام سے مشہور ہے۔ جہاں تجلیاتِ ربانی اور انوارِ الٰہی کی بارشیں ہوتی ہیں۔ جہاں رحمتِ الٰہی کا ہر لمحہ اور ہر لحظہ نزول ہوتا رہتا ہے۔ جہاں کی ایک نیکی وہاں کے علاوہ سارے جہان کی ایک لاکھ نیکیوں کا ثواب رکھتی ہے۔ جس کی زیارت عبادت کا درجہ رکھتی ہے یہی وہ مکہ معظمہ ہے جہاں ایسے مقاماتِ مقدسہ ہیں جن کے بارے میں ہم کو بشارت دی گئی کہ یہاں جو مانگو گے وہی پاؤ گے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں بڑے بڑے بادشاہوں اور شہنشاہوں کے سر جھکتے نظر آتے ہیں۔ یہی وہ عالی مقام ہے جہاں اللہ کے مقرب بندے اور اللہ کے مقدس اولیاء سجدہ ریز دکھائی دیتے ہیں۔

آپ دونوں کو اپنے ہمراہ براق پر سوار کر کے شام سے سرزمین حرم لائے اور کعبہ معظمہ کے نزدیک مقامِ زم زم میں اتارا۔ اس وقت یہاں نہ کوئی آبادی تھی اور نہ کوئی درخت، آپ ان کو توشہ دان کھجوروں کا، ایک برتن پانی کا دے کر اس طرح تشریف لے گئے کہ ان کی طرف رُخ کر کے بھی نہ دیکھا۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کی کہ اللہ کے مقدس نبی حضرت خلیل آپ ہم کو یہاں بیابان جنگل میں کہاں چھوڑے جا رہے ہیں۔ اور وادئی بے انیس و رفیق میں ہم لوگوں کو بٹھا کر کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور نہ ہی کوئی توجہ فرمائی۔ حضرت ہاجرہ نے چند مرتبہ یہی عرض کیا مگر حضرت خلیل کی جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔ پھر حضرت ہاجرہ نے عرض کی اے اللہ کے پیارے نبی کیا پروردگارِ عالم کا یہی حکم ہے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ ہاں اللہ کا یہی حکم ہے۔ تو حضرت

ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اگر اللہ کا یہی حکم ہے تو اب ہمیں کوئی خوف نہیں ہماری محافظت اب وہی باری تعالیٰ خود فرمائے گا۔ اب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ مولیٰ تعالیٰ میں اپنے لختِ جگر نورِ نظر اور پیاری ہاجرہ کو وادیٔ بیابان میں تیرے بیت العزت کے پاس چھوڑے جاتا ہوں تاکہ یہ نماز قائم کریں۔ مولیٰ لوگوں کے دلوں میں ان کی طرف جذبۂ رغبت عطا فرما۔ ان کے کھانے کے لئے رزق عطا فرما دے تاکہ وہ تیری بارگاہ میں شاکرین میں سے ہو جائیں!

چنانچہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سیدنا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام وہیں پر دن رات اللہ کی یاد میں گزارتے ہیں۔ سیدنا حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے جو رخصت ہوتے وقت آپ کو کھجوریں اور پانی دیا تھا کچھ دن تو ان کھجوروں اور پانی سے گزارہ کیا اور اپنے فرزند کو دودھ پلاتی رہیں۔ جب وہ پانی ختم ہو گیا، پیاس کی شدت نے بے چین کیا اور چھاتی سے دودھ بھی خشک ہو گیا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا حلق مبارک پیاس کی وجہ سے کانٹا بن گیا تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ کے درمیان دوڑیں، ایک طرف پانی کی تلاش ہے اور دوسری طرف فرزندارجمند کا خطرہ ہے آپ پہاڑی پہ چڑھتی ہیں اور فرزندارجمند کو دیکھتی جا رہی ہیں اور پھر پانی کی تلاش میں دوڑتی ہیں، پھر دوسری بار پہاڑی پر چڑھ کر اپنے فرزند کو دیکھتی ہیں یہاں تک کہ آپ سات مرتبہ دوڑیں۔ رب کائنات کو اپنی نیک خاتون کا دوڑنا اتنا پسند آیا کہ ہر حاجی کو قیامت تک صفا مروہ میں دوڑنا فرض قرار دیدیا تاکہ دنیا والے یہ سمجھ لیں کہ کل تو حضرت ہاجرہ ضرورت کے وقت دوڑیں تھیں لیکن آج بغیر ضرورت بھی حضرت ہاجرہ کی اس ادا کو اپنانا پوری کائنات کے حاجیوں کے لئے واجب اور ضروری ہے تاکہ حضرت ہاجرہ کی یہ سنت ہمیشہ جاری رہے یہاں تک کہ اگر کسی حاجی نے اللہ کی اس نیک بندی کی یہ ادا ترک کردی تو اس کا حج مکمل نہیں۔

Scanned by CamScanner

دوستو! قربان جاؤ قدرتِ خدا پر کہ ادھر حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں دوڑ رہی ہیں۔ ادھر رحمتِ الٰہی ان کی طرف دوڑتی ہے۔ معصوم بچے حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام نے شدتِ پیاس میں اپنی ایڑی رگڑی، ایڑی کا رگڑنا تھا کہ یکایک پروردگار کی رحمت کو جوش آتا ہے اور اسی خشک زمین سے چشمۂ زم زم نمودار ہوجاتا ہے۔ سبحان اللہ محبوب خدا کے جدِ امجد کے قدم اقدس سے چشمۂ آب جاری ہوا اور خود محبوبِ خدا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی انگشتِ اقدس سے پانی کا چشمہ نمودار ہوا۔ جب حضرت ہاجرہ پانی سے ناامید ہوکر واپس آتی ہیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ فرزندِ ارجمند حضرت اسمٰعیل کے قدموں کے نیچے چشمۂ آب جاری ہے۔ فوری طور پر شکرِ الٰہی بجالاتی ہیں اور چشمے کو آگے سے بند کردیتی ہیں۔ محبوبِ خدا علیہ التحیۃ والثناء ارشاد فرماتے ہیں کہ رحم فرمائے اللہ تعالیٰ حضرت اسمٰعیل کی والدہ ماجدہ پر اگر اس چشمہ کو آگے سے بند نہ کرتیں تو فیضانِ الٰہی سے وہ چشمہ پوری دنیا میں پھیل جاتا جس کا بند کرنا بڑا مشکل ہوجاتا۔

دوستو! سیدنا حضرت خلیل علیہ السّلام ایک تیز رفتار براق پر سوار ہوکر ہر ہفتہ مکہ معظمہ میں اپنے اہل و عیال کے پاس تشریف لاتے ان کی دیکھ بھال کرکے شام کو واپس ارضِ مقدس چلے جاتے۔ چند سال یہی طریقہ رہا۔ جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تیرہ برس کے ہوئے تو آپ کی قربانی کا حکم ہوا۔ جس کی تفصیل یہ ہے:

حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کی قربانی

سیدنا ابراہیم علیہ السّلام کو خواب میں کسی کہنے والے نے کہا قم فقرب القربان لرب العالمین پیارے اٹھو اور اپنے پروردگار کے نام پر قربانی کرو۔ جب صبح ہوئی آپ نے ایک سو دنبے پہاڑ پر لے جاکر ذبح کئے حسبِ سابق آگ آئی اور اس کو آسمان

کی طرف اٹھا کر لے گئی۔ دوسری رات خواب میں وہی آواز آئی۔ قُمْ فَقَرِّبِ الْقُرْبَانَ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ صبح ہوتے ہی آپ نے ایک سو اونٹ خوبصورت موٹے تازے چنکر پہاڑ پر لے جا کر ذبح کئے۔ پھر اسی طرح آگ آئی اور اٹھا کر لے گئی، لیکن آپ عرفہ کی رات جب سوتے ہیں تو حکم ہوتا ہے قُمْ فَقَرِّبِ الْقُرْبَانَ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ تو آپ نے عرض کی کہ مولیٰ کس کی قربانی منظور ہے۔ حکم ربی ہوا کہ وَلَدَکَ اسمٰعیل علیہ السلام صبح اٹھے تو دسویں ذی الحجہ کا دن تھا حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حکم دیا کہ آج پیارے اسمٰعیل علیہ السلام کے سر کو دھوؤ اور کنگھی کرد، تیل لگاؤ، عمدہ لباس پہناؤ، خوب سجاؤ، حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وجہ دریافت فرمائی، آپ نے فرمایا کہ آج ہمیں اپنے دوست کی ملاقات کے لئے جانا ہے، اس کے بعد فرمایا کہ اسمٰعیل علیہ السلام ایک رسی اور چھری بھی ساتھ لے لیں۔ رسی اور چھری لینے کی حکمت پوچھی گئی، فرمایا کہ شاید قربانی کی ضرورت پیش آجائے تیار ہو کر حضرت ذبیح اور حضرت خلیل روانہ ہوئے، راستے میں چلتے ہوئے باپ بیٹے میں مکالمہ ہوا۔ حسین وجمیل بچے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے پوچھا ابا جان ہمارے دوست کا گھر کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا ہمارا دوست گھروں سے پاک ہے۔ پھر پوچھا اے پدر بزرگوار کیا ہمارا دوست ہمارے ساتھ کھانا کھائے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ کہ وہ سب کو کھلاتا ہے مگر خود کھانے سے پاک ہے۔ جب کچھ راستہ طے کر چکے تھوڑا اور آگے بڑھے تو ابلیس لعین نے باپ بیٹے میں فتنہ ڈالنا چاہا۔ آج شیطان کا دل جل رہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کی قربانی کر کے مرتبہ علیا سے سرفراز ہوں گے۔ درجات میں اضافہ ہو جائے گا۔ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ذبیح اللہ کے لقب سے ملقب ہو جائیں گے۔ اولاً شیطان ایک بوڑھے کی شکل بنا کر حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گیا۔ کہنے لگا اے ہاجرہ آج تمہارے لخت جگر نور نظر آنکھوں کی ٹھنڈک حضرت پیارے اسمٰعیل کو ان کے باپ حضرت ابراہیم کہاں لے گئے ہیں؟۔ آپ نے

فرمایا اپنے دوست کی مہمانی اور ملاقات کے لئے لے گئے ہیں۔ ابلیس لعین نے کہا! نہیں، مہمانی وغیرہ کچھ نہیں وہ تو اسمٰعیل علیہ السلام کو صرف اور صرف اس لئے لے گئے ہیں کہ ان کے نازک چھوٹے سے حلقوم پر چھری چلاکر بارگاہ خداوندی میں ذبح کریں۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ کیا ایسا مشفق باپ ایسے حسین وجمیل چھوٹے سے اپنے پیارے بچے کو ذبح کرسکتا ہے۔ شیطان نے کہا کہ نہیں ان کا گمان ہے کہ ان کو ذبح کرنا حکمِ خدا ہے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا او ابلیس لعین اگر حکمِ خدا یہی ہے کہ پیارے اسمٰعیل کو ذبح کیا جائے تو پھر ہمارے لئے اس سے حسین تر موقع کون سا ہوگا کہ ہم اس قربانی کو پیش کرکے بارگاہِ خداوندی میں تقرب حاصل کریں!۔ ابلیس خبیث یہاں سے ناامید ہوکر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا اے اسمٰعیل کچھ بھی ہے آج تمہارا باپ تم کو کہاں لےجارہا ہے۔ اس وقت اللہ کے مقدس نبی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے بڑی ہی متانت کیساتھ ارشاد فرمایا کہ اپنے دوست کے یہاں کھانا کھلانے کے لئے۔ شیطان مردود نے یہاں بھی یہی زہر اگلا کہ اے نادان پیارے اسمٰعیل نہیں! ایسا نہیں، بلکہ یہ تجھے ذبح کرنے کے لئے لے جارہے ہیں۔ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ تمہارے ساتھ رسی بھی ہے چھری بھی ہے۔ یہ کس کام میں آئے گی؟ کیا دعوت کھانے میں بھی اس کی کوئی ضرورت پیش آتی ہے۔ نہیں! یہ سب تمہارے ذبح کرنے کے انتظامات ہیں۔ سیدنا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پھر بڑی متانت اور سنجیدگی کے ساتھ یہی ارشاد فرماتے ہیں کہ نہیں ہم لوگ تو دعوت ہی کھانے جارہے ہیں۔ اے بوڑھے شخص کیا حضرت خلیل جیسا شفیق ورحیم باپ اسمٰعیل جیسے حسین وجمیل خوبصورت لختِ جگر نورِ نظر کو اپنے ہاتھوں ذبح کرسکتا ہے۔ ابلیس لعین جو ایک بوڑھے آدمی کی شکل میں اپنا حسد اگل رہا تھا کہنے لگا، پیارے اسمٰعیل تمہارے باپ ابراہیم کا گمان ہے کہ تمہارا ذبح کرنا حکم خدا ہے۔ اس وقت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پھر ارشاد فرماتے

ہیں کہ اگر میرا ذبح کرنا امرِ ربی ہے تو سبحان اللہ زہے قسمت! تو کون ہوتا ہے جو دو خلیلوں کے درمیان خلل ڈالتا ہے۔

دوستو یہ وقت بھی بڑا عجیب وقت تھا کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اس چھوٹی سی عمر میں شیطان کو یہ جواب دیتے ہیں کہ اگر یہ حکم خدا ہے تو یہ ایک جان ہے اسمٰعیل جیسی ایک ہزار جانیں بھی ہوں تو اللہ کے نام پر قربان۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ابتدائی ماحول میں یہ کس نے تعلیم دی۔ علامہ اقبال نے شاید اس کی منظر کشی یوں کی ہے ؎

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آدابِ فرزندی

اب شیطان مردود بارگاہِ اسمٰعیل سے بھی سخت ناامید ہو کر واپس ہو جاتا ہے اور اس کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب آگے بڑھتا ہے، اور وہاں بھی اپنی پوری طاقت صرف کر دیتا ہے اور کہنے لگتا ہے اے ابراہیم تو اپنے اس نورِ نظر کو محض ایک خواب کی بنیاد پر ذبح کرنا چاہتا ہے ذرا خوب سوچ لینا ایسا حسین و جمیل بیٹا پھر ہاتھ آنا بہت مشکل ہے۔ آپ نے فوری اس کی قلعی کھول دی۔ اور فرمایا جا ہٹ تو شیطان مردود ہے تیرا داؤ خدا کے نیک بندوں پر نہیں چلتا۔ حضرت ابراہیم تیرِ استعاذہ کمالِ لاحول پر رکھ کر چھوڑتے ہیں اور چند کنکریاں ہاتھ میں لیکر مارتے ہیں تو شیطان بھاگتا ہوا نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے خلیل کا یہ کنکریں مارنا اتنا پسند آیا کہ قیامت تک کے تمام حاجیوں کو کنکریں مارنا ضروری قرار دے دیا تاکہ میرے خلیل کی یہ سنّت بھی ہمیشہ ہمیشہ قیامت تک باقی اور جاری رہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حال ساتوں آسمان کے فرشتے ملاحظہ فرما رہے تھے اور بارگاہِ ربّ ذوالجلال میں یوں داد دے رہے ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ نَبِیٌّ یَقُوْدُ نَبِیًّا۔ اللہ پاک ہے۔ ایک نبی دوسرے کو مشیتِ ایزدی میں ذبح کے لئے کھینچے جا رہے ہیں۔ جب مقام منیٰ میں پہنچے تو اصل حقیقت اسمٰعیل علیہ السلام کے سامنے

رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا یَا بُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی اے میرے پیارے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تم کو ذبح کر رہا ہوں۔ اب تم ہی بتاؤ کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ آپ نے یہ اس لئے فرمایا تاکہ فرزند ارجمند اطاعتِ الٰہی کے برضاء و رغبت تیار ہو جائے اور لوگ یہ نہ کہیں کہ اس میں حضرت اسمٰعیل کا کیا کمال تھا۔ ان کو بغیر بتائے زبردستی ذبح کر دیا گیا تھا۔ حضرت اسمٰعیل اس وقت کیا ہی عمدہ جواب دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں: قَالَ یَا اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ مِنَ الصَّابِرِیْنَ۔ ابا جان حکم خدا بجا لائیے۔ اسمٰعیل تو ذبح ہو جائے گا اور اُف تک نہ کرے گا۔ باپ بیٹے کو اور بیٹا قربان ہونے پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں۔

دوستو! حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام نے اس وقت چند درخواستیں پیش کیں۔

(۱) میرے ہاتھ پاؤں مضبوط باندھ لینا تاکہ میں جان نکلتے وقت نہ تڑپوں اور میرا خون آپ کے کپڑوں پر نہ لگ جائے اور پھر میں بے ادبوں میں سے نہ ہو جاؤں۔

(۲) بوقتِ ذبح میرا چہرہ زمین کی طرف رکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ چھری چلاتے وقت آپ کی نظر میرے چہرے پر پڑے اور محبت پدری جوش میں آ جائے اور اطاعتِ خداوندی میں تقصیر واقع ہو جائے۔

(۳) میری قمیص میری اماں جان کو دے کر میرا اسلام کہہ کر میرا آخری پیغام پہنچا دینا کہ تیرا لختِ جگر ایسے رحیم و کریم کے پاس چلا گیا ہے جو تجھ سے بھی زیادہ مہربان ہے۔ لہٰذا مقامِ افسوس و غم نہیں ہے۔ قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے: فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّہٗ لِلْجَبِیْنِ۔ جب باپ بیٹے نے اللہ کے حضور اپنی گردن جھکا دی اور بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا تو زمین و آسمان کا ذرّہ ذرّہ کانپ اٹھا، آسمان میں شور ہو گیا کہ آج باپ اپنے پیکرِ حسن و جمال بیٹے کی گردن پر اپنے ہاتھ سے چھری چلا کر ذبح کرنے جا رہا ہے۔ آج باپ اپنی نظروں سے اپنے بیٹے کو جدا کر رہا ہے۔ آج حضرت ابراہیم پیکرِ صبر و رضا اور مجسمہ تسلیم و استقامت

Scanned by CamScanner

بن کر اپنے پیارے بیٹے کو ذبح کر کے اپنی نظروں سے غائب کر رہے ہیں۔ ؎

یارب کسی کا نخلِ تمنّا قلم نہ ہو!!
سب دُکھ ہوں پر فراقِ پسر کا الم نہ ہو

جب حضرت ابراہیم کی وہ ننگی شمشیر حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کے حلقوم اقدس پر رکھی ہوئی تھی تو اس وقت حضرت اسمٰعیل پوچھتے ہیں کہ اے باپ خدا کے خلیل آپ زیادہ سخی ہیں یا میں۔؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں زیادہ سخی ہوں کہ اپنے پیارے آنکھوں کے تارے دل کے اُجالے کو ذبح کر رہا ہوں۔ حضرت اسمٰعیل فرماتے ہیں کہ نہیں میں زیادہ سخی ہوں اس لئے کہ آپ کے اور بیٹے بھی ہیں جن سے آپ دِل بہلا سکتے ہیں، میری صرف ایک جان ہے چلی گئی تو واپس نہیں آسکتی۔

یہ مکالمہ ابھی ہو ہی رہا تھا کہ رب کی رحمت کو جوش آتا ہے اور ارشادِ ربّانی ہوتا ہے کہ اے ابراہیم نہ تو زیادہ سخی نہ اسمٰعیل۔ لیکن اَنَا سَخِیٌّ مِنْکُمَا میں تم دونوں سے زیادہ سخی ہوں۔ کیونکہ اے ابراہیم تیرا یہ لختِ جگر اسمٰعیل ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہے گا اور ثوابِ قربانی پاتا رہے گا اس کی جان باقی رکھوں گا اس کا ایک بال بھی بیکا نہ کروں گا۔ اور تیرے اس نورِ نظر کو ذبیح اللہ کا عہدہ عطا فرما دوں گا۔

الغرض جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام زور سے چھری چلاتے ہیں مگر چھری ایک بال بھی نہیں کاٹتی، آپ چھری پر ناراض ہوئے اور بڑی زور کے ساتھ اس کو زمین پر مارا کہ تو کاٹتی کیوں نہیں، تو اس وقت چھری اپنی زبانِ حال سے عرض کرتی ہے کہ اے پیارے خلیل جب آپ نے نمرود کی اس بھڑکتی ہوئی آگ میں چھلانگ لگائی تھی تو آگ نے آپ کو کیوں نہ جلایا تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ آگ کو حکمِ الٰہی پہنچا تھا کہ وہ مجھے نہ جلائے، تو چھری نے کہا اے خدا کے خلیل آگ کو ایک دفعہ حکمِ الٰہی پہنچا کہ ابراہیم کو نہ جلانا اور مجھے ستّر دفعہ حکم ہو چکا ہے کہ حلقِ اسمٰعیل کو نہ کاٹنا۔ لہٰذا میں معذور ہوں!

دوستو! اللہ صرف دل دیکھتا ہے اور اللہ صرف خلوص دیکھتا ہے۔ سینوں میں چھپی ہوئی محبت دیکھتا ہے، اللہ نیتوں کے حال دیکھتا ہے۔ شاید ایسے موقع پر کوئی کہہ اٹھا

نہ صورت دیکھی جاتی ہے نہ سیرت دیکھی جاتی ہے
وہاں تو مانگنے والے کی نیت دیکھی جاتی ہے

باپ کی تیز چھری بیٹے کی گردن پر رکھی ہوئی ہے۔ ارشاد ربانی ہوتا ہے:

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اے ابراہیم تو نے اپنا خواب سچا کر دکھایا، بے شک ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنیوالوں کو۔

اللہ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ اے جبرئیل بہشت میں جاؤ ایک دنبہ جو چالیس یا اسّی ہزار سال سے چر رہا ہے اس کو لے آؤ اور حضرت اسمٰعیل کی جگہ اس دنبہ کو رکھ دو تاکہ میرا پیارا اسمٰعیل ذبح نہ ہونے پائے چنانچہ حضرت جبرئیل امین حکم الٰہی پاکر سدرہ سے جنت کی جانب بڑھتے ہیں اور وہاں سے وہی دنبہ لے کر اتنی تیز رفتاری سے زمین پر آتے ہیں کہ ابھی چھری دو فٹ کا فاصلہ بھی طے نہیں کر پائی تھی کہ آپ زمین منیٰ میں پہنچ جاتے ہیں۔ اللہ اکبر یہ ہے رفتار جبرئیل کہ سکنڈ نہیں گزرپاتا کہ جبرئیل علیہ السلام ہزاروں سال کی مسافت طے کر لیتے ہیں اور حضرت اسمٰعیل کی جگہ دنبہ رکھ دیتے ہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت اسمٰعیل ایک طرف مسکرا رہے ہیں اور ان کی جگہ دنبہ ذبح ہو جاتا ہے اب اللہ نے پوری دنیا والوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ سنت باقی رکھنے کے لئے ضروری قرار دے دیا کہ ہر سال ان کی ادا کو اپنائے اور ان کی سنت کو باقی رکھے تاکہ امت مسلمہ دنبہ کو ذبح کر کے قربانی کا ثواب حاصل کر سکے۔

اگر اللہ تعالیٰ دنبہ کا فدیہ نہ دیتا تو آج مسلمانوں کو اپنے بیٹوں کی قربانیاں پیش کرنی پڑتیں۔

آج عالم کے گوشے گوشے میں ہر سال ماہِ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو اسلام کے نام پر اپنی اسی عظیم الشان قربانی کی یاد تازہ کی جاتی ہے۔ علامہ اقبال کہتے ہیں ؎

غریب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسین ابتدا ہے اسمٰعیل

حضرات! یہ اللہ کے مقدس دوست اور اس کے خلیل و جلیل کی حیاتِ طیبہ کے وہ مقدس نقوش ہیں ان کی قربانیوں کے تو وہ انمول نتائج اور صلے ہیں ان کی آزمائش و امتحانات کے یہ وہ بیمثال مراحل ہیں کہ جن کو صبح قیامت تک آنیوالی نسلِ انسانی فراموش نہیں کرسکتی یہ وہ نایاب و نادر واقعات ہیں یہ خلیل و خلیل کے وہ انمول و انوکھے قصے ہیں کہ جو ابد تا ابد تاریخ کے صفحات قرطاس پر ستاروں کی مانند چمکتے رہیں گے۔ اور ہر دور اور ہر زمانے میں ملتِ ابراہیمی کا پرچم لہرانے والے اور ان کے مقدس دین متین پر چلنے والے حضرت ابراہیم کی ان مقدس قربانیوں اور ان کی حیرت انگیز داستانوں سے صدہا سبق اور ہزارہا نصیحت و عبرتیں حاصل کرتے رہیں گے۔ صبح قیامت تک ملتِ ابراہیمی کے یہ واقعات دہرائے جاتے رہیں گے تاریخ کی اوراق گردانی ہوتی رہے گی اور کفر و شرک کی بھیانک تاریکیوں اور جہالت کی گھنگھور گھٹاؤں میں در بدر ٹھوکریں کھانے والی گناہ گار امت درسِ عبرت دیتی رہے گی ایسی صورت میں امت کے دردمندوں اور ملت کے نوجوانوں کو لازم ہے کہ وہ حضرت ابراہیم کی ان انوکھی قربانیوں اور انکے ان رقت آمیز واقعات سے عبرت حاصل کرنے کی پوری پوری کوشش کریں اور ان کے نقشِ قدم کو اپنائیں ان کی سیرتِ طیبہ کے مقدس گوشوں کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنائیں اور اسلام پر مر مٹنے کا جذبہ خلیل و ذبیح کی مقدس تاریخ کو سامنے رکھ کر دہرائیں تو آج بھی ظلم و تشدد کی بھڑکتی ہوئی آگ سے مسلمانوں کو نجات مل سکتی ہے۔ ؎

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

Scanned by CamScanner

محبّت اور فلسفۂ محبّت

نیّرِ فلکِ خطابت جامع معقولات ومنقولات عالم نبیل فاضل جلیل
حضرت مولانا محمد علی صاحب رضوی صدر المدرسین مدرسہ حنفیہ قادریہ
امروھہ، مرادآباد

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرات! میرا عنوان ہے محبت کیا ہے، محبت کیوں ہوتی ہے، محبت کس سے کرنی چاہیئے، یہ تین سوال ہیں، جن کی پہلی کڑی ہے۔ محبت کیا ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ محبت کا لفظ جس قدر شہرت ومقبولیت کا اس قدر حامل اور اس درجہ بدیہی واجلیٰ ہے کہ جو عوام وخواص مرد وزن، صغیر وکبیر، عالم وجاہل اپنے اور بیگانے سبھی کی زبانوں پر شب وروز آتا رہتا ہے۔ اس کا اطلاق بہت ہی کثرت سے ہوتا رہتا ہے۔ مگر بایں ہمہ شہرت وبداہت اس کے مفہوم ومصداق اور اس کے اطلاق ومعانی میں اہلِ ذوق اور اہلِ محبت کا کافی اختلاف ہے۔ سب کے خیالات جداگانہ ہیں سب کے تصورات مختلف ہیں، سب کی ذہنی رائیں الگ الگ ہیں۔ اس پر طرفہ تماشہ یہ کہ سب کے خیالات میں سب کی راؤں اور تصورات میں ایک ظاہری تناقص اور تضاد نظر آتا ہے۔ اہلِ ذوق کے چند اقوال پیشِ خدمت ہیں سماعت فرمائیں۔

چنانچہ بعض نے کہا کہ محبت دیوانگی اور بے خودی کا دوسرا نام ہے۔ محبت کا مفہوم بے خودی اور دیوانگی ہے اور یہ محبت کی وہ اعلیٰ ترین منزل ہے یہ محبت کا وہ رفیع ترین مقام

Scanned by CamScanner

ہے یہ وہ محبت کا وہ حسین و جمیل زینہ ہے کہ جنکو طے کرنے کے بعد جبل پر فائز ہو جانے کے بعد انسانی عروج وارتقار کے تمام مراحل ختم ہو جاتے ہیں۔ بشری فلاح و بہبودی کے تمام زینے طے ہو جاتے ہیں۔ جدائی اور دوری کے تمام فاصلے مٹ کر اور فنا ہو کر رہ جاتے کامیابیوں اور کامرانیوں کی حدود اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہیں۔ لاعلمی اور بے شعوری کے تمام حجابات اٹھ جاتے ہیں بلکہ اس مقام پر پہنچتے ہی معرفتِ الٰہی کے تمام تر دروازے کھل جاتے ہیں شعور و ادراک کے تمام باب وا ہو جاتے ہیں۔ بصارت و بصیرت میں وہ انکشاف و انجلا پیدا ہو جاتا ہے کہ بندہ عالمِ شہادت میں رہ کر ہر دم و ہر گھڑی ہر آن و ہر لحظہ، ہر ساعت و ہر لمحہ اپنے معبودِ حقیقی کے جلوؤں میں فنا اور گم ہو کر تجلیاتِ ربانی کا نظارہ و مشاہدہ کرتا رہتا ہے۔ بظاہر عالمِ اسفل میں رہ کر اس کی نگاہیں عالمِ بالا کی سیر کرتی ہیں۔ وہ فرش زمین پر رہ کر عرش بریں اور لامکاں کی سرحدوں سے گزرتا ہوا نظر آتا ہے۔ طبقاتِ زمین کے تمام عجائبات اور ساتوں آسمانوں کے تمام غرائبات کو دیکھتا ہے۔ لوحِ محفوظ کے خزانے اس کی نگاہوں کے روبرو ہوتے ہیں، اپنے خالق و مالک کے جلوے اس کی نگاہوں میں بسے ہوئے رہتے ہیں۔ وہ ہر لحظہ اپنے معبودِ حقیقی کے تصورات و خیالات میں فنا اور گم ہو کر عقلِ انسانی کو حیرت میں ڈال دینے والی مخلوق خدا کو تڑپا دینے والی ایسی ایسی حیرت انگیز رقت آمیز اور تعجب خیز صدائیں بلند کرتا ہے۔ کہ اہلِ دنیا اس کے عقائد اور ایمان کے بارے میں مشکوک و شبہات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور اس کو لعن و طعن اور اعتراضات کا نشانہ بنا لیتے ہیں اس کی زبان سے ایسے ایسے جملے و اقوال صادر ہوتے ہیں کہ اہلِ دنیا جس کی زبان سے نکلنے والے ہر قول کو پاگلوں کے قول پر محمول کرتے ہیں ایک مجنون اور دیوانے کی باتوں سے تشبیہ دیتے ہیں۔ جب وہ اپنے رب کے تصورات و خیالات میں فنا ہو کر انا الحق کی صدائیں بلند کرتا ہے تب اس کو اہلِ دنیا اک دیوانے اور پاگل سے کم نہیں سمجھتے جب وہ عام شاہراہوں پر

اِنِّی اَنَا اللہُ کے نعرے لگاتا ہے تب اہلِ بصارت اُس کو مجنون اور لایعقل سے کم نہیں جانتے دنیا والوں کی نگاہیں اُس کی طرف اٹھتی ہیں مگر اس کی نگاہیں کسی اور عالم کی سیر کرتی ہیں شاید اسی موڑ پر اس مفہوم کو ادا کرتے ہوئے اس کی منظر کشی شاعر نے یوں کی ہے ؎

دیوانے کی نظروں کو جہاں دیکھ رہا ہے !
دیوانہ خدا جانے کہاں دیکھ رہا ہے

اور بعض نے کہا ہے کہ محبّت نام ہے دردِ دل کا، محبّت نام ہے دِل کی بے چینیوں کا محبّت نام ہے دِل کی بے قراری کا، محبّت نام ہے دِل کے کرب و اضطراب کا۔ کسی محب کے دل میں اپنے محبوب کی جانب سے جو درد اٹھتا ہے، ایک عاشق کے جگر میں اپنے معشوقِ حقیقی کی طرف سے جو سوزش اور جلن پیدا ہوتی ہے۔ ایک طالب کے قلبِ نازک میں اپنے مطلوب کی جہت سے جو بے چینیاں انگڑائیاں لیتی ہیں، ایک عبدِ صادق کے سینے میں اپنے معبودِ برحق کے عشق و محبّت کی جو چنگاریاں کروٹیں بدلتی ہیں دِل کی انھیں بے چینیوں اور بے قراریوں کا نام محبّت ہے دل کی ان ہی کیفیات کا نام محبت ہے اسی مفہوم کو شاعر نے یوں ادا کیا ہے ؎

محبّت کیسی ہوتی ہے محبّت کہتے کِس کو ہیں !
جگر میں درد اٹھتا ہے تمنّا دِل میں ہوتی ہے

اور پھر اس پر طرفہ تماشا یہ ہے ستم بالائے ستم اور تعجب بالائے تعجب یہ ہے کہ اس درد کا علاج دنیا کے کسی ہسپتال یا کسی شفا خانے میں نہیں ہو سکتا اس درد کی دوا ہندوستان کے ماہرین اطبا یا یونان کے شہرۂ آفاق حکماء کے پاس نہیں مل سکتی بلکہ یہ بے چینیاں اور سوزشیں یہ بے قراریاں اور دھڑکنیں یہ بے کلی اور کرب و اضطراب ایک صرف ایک ہی شکل و صورت سے زائل ہو سکتی ہیں، صرف ایک ہی حکمت سے ان کا ازالہ ممکن

ہے۔ تاوقتیکہ محب کو اپنے محبوب کی نزدیکی اور قرب نصیب نہ ہو جب تک عاشق صادق کو اپنے معشوق حقیقی سے اپنے وصال کی لطافتیں اور لقائے حبیب کی لذتیں میسّر نہ ہوں۔ جب تک کہ محبوب و محب کے درمیان حائل ہونے والے تمام حجابات اٹھ نہ جائیں جب تک طالب کو اپنے مطلوب کے جلوے نظر نہ آئیں جب تک محبوب کو اپنے محب کے قدموں میں سر جھکانے کے لئے جگہ نہ مل جائے اور قدمبوسی کا موقع نہ مل جائے، جب تک کہ اس کا محبوب و مطلوب بالکل بے حجاب و بے نقاب ہو کر اس کی آنکھوں کے چشم خانوں میں رقص نہ کرنے لگے جب تک وہ اپنی چشم سر سے اس کا نظارہ و مشاہدہ نہ کرے اس وقت تک اس کی یہ بے کلی ختم نہیں ہو سکتی، اس کا یہ کرب و اضطراب زائل نہیں ہو سکتا، اس کی یہ بے چینیاں اور سوزشیں کافور نہیں ہو سکتیں اس وقت تک اس کا یہ درد دور نہیں ہو سکتا، مگر جیسے ہی محب اپنے بچھڑے ہوئے محبوب سے شانہ بشانہ دوش بدوش ملاقی ہوتا ہے جیسے ہی تمام پردے اور حجابات وا ہوتے ہیں، جیسے ہی اس کو اپنے محبوب کی چوکھٹ اور اس کا در نصیب ہوتا ہے اور وصال محبوب اور لقائے حبیب کی لذتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے، اس کی ساری کی ساری بے چینیاں اور سوزشیں تمام حزن و ملال اور رنج و غم دور اور زائل ہو جاتے ہیں، بلکہ وہ اس وقت کیف و سرور اور فرحت و مستی کے سمندر میں غوطہ لگاتا ہے۔ اس کے دل و دماغ کے گوشے گوشے میں خوشیوں کے دریا اور مسرتوں کی لہریں موجزن ہو جاتی ہیں۔ اور اب حزن و ملال اور رنج و غم کو اس کے قریب سے بھی ہو کر گزرنے کے لئے کوئی راہ نصیب نہیں ہوتی یہ بھی طالب و مطلوب اور محبوب و محب دونوں ہی کے لئے ایک بڑی ہی پُر لطف و پر کیف ساعت ہوتی ہے۔ ایک بڑی ہی عجیب و غریب اور انمول و نایاب گھڑی ہوتی ہے۔ ساری کائنات کے محسن اعظم

Scanned by CamScanner

سید المرسلین محبوب رب العلمین کی شب معراج کا سفر اس کی روشن دلیل اور واضح تفسیر ہے۔ اعلیحضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملت اس کی منظر کشی کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :۔

حجاب اٹھتے ہیں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے !!

لقائے حبیب اور وصالِ محبوب

مگر محبت کی راہیں بڑی دشوار اور پیچیدہ ہوا کرتی ہیں۔ محبت کے مراحل بڑے پر آشوب اور پر خطر ہوتے ہیں۔ محبت کی راہیں بڑی شدید اور کٹھن ہوا کرتی ہیں، محبت کی راہوں میں بڑے پیچ و خم ہوا کرتے ہیں، محبت کی محبت رٹ لگانا اور اس کے خطبے پڑھنا، بہت ہی سہل اور آسان ہے۔ مگر ایک محب کا محبت کی پیچیدہ اور پر خطر وادیوں کو اپنے نازنین قدموں سے روندھتے ہوئے پامال کرتے ہوئے اپنے محبوب تک پہونچنا یہ ایک بڑا ہی کٹھن اور نازک مسئلہ ہے۔ محبت کے درد میں پہلو تہی کرنا اور کروٹیں بدلنا، محبت کے سوز و گداز میں پگھلنا اور اس کے درد میں بے چینی اور بے قراری سے تڑپنا تو آسان ہے مگر محبت کی دشوار راہوں میں حائل ہونے والی بے شمار رکاوٹوں اور موانع سے مقابلہ کرتے ہوئے اس کے تمام مصائب و شدائد جھیلتے اور برداشت کرتے ہوئے اپنے محبوب و معشوق کی دہلیز اور چوکھٹ پر پہنچکر اپنی جبین عقیدت اور سر نیاز کو جھکا دینا یہی ایک اہم ترین کام اور سخت ترین منزل ہے۔ بالفاظ دیگر یوں کہیئے کہ عام شاہراہوں پر اور محبوب کی گلیوں

ہیں اَنَا الحق اَنَا الحق کی صدائیں بلند کرنا اور اِنّی اَنَا اللّٰہ کے زبانی نعرے لگانا
تو بہت آسان ہے مگر اپنے معبودِ برحق اور خالق و مالک تک پہونچنا یہ بہت دشوار ہے
یا رسول اللہ اور مصطفےٰ جانِ رحمت کی صدائیں بلند کرنا تو سہل ہے مگر رسولِ اعظم کی لقا اور
آقائے کائنات تک رسائی یہ ہر ایک کو میسر اور حاصل نہیں ہوتی۔ بغداد پہنچکر غوث
کی گلیوں میں اجمیر جاکر خواجہ کے کوچوں میں یا غوث یا خواجہ کے نعرے بلند کرنا اور جھنڈے
لہرانا تو بہت آسان ہے۔ مگر وصالِ غوث اور لقائے خواجہ یہ ہر ایک کا نصیب اور
مقدر کہاں؟ شہر شہر، گلی گلی، کوچہ کوچہ، ڈگر ڈگر، نگر نگر یا حسین یا حسین کے نعرے
بلند کرنا اور سینہ کوبی کی بھیانک صداؤں سے آسمانی فضاؤں میں شور و غل برپا کر دینا تو
آسان ہے مگر حسین کی سیرت اور ان کے کردار و عمل کو اپنا نا پھر ان سے واصل اور ملاقی
ہو جانا بہت دشوار ہے۔ ؎

ایں قوت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

وصالِ یار جیسی دولت بے بہا اور لقائے حبیب جیسی نعمتِ عظمیٰ کے حصول کے
لئے پہلے اپنے آپ کو مٹا دینا اس کے تصورات و خیالات اور اس کی ذات و صفات
میں گم اور فنا کر دینا لازم ہے۔ تب کہیں وصالِ محبوب کے جلوے نظر آتے ہیں، لقائے حبیب
کی لذتیں محسوس ہوتی ہیں۔ تجلیاتِ یار کی کرنیں اور شعائیں پھوٹ پڑتی ہیں۔ شادمانیوں کے
دریا بہنے لگتے ہیں اور لطافتوں کے سمندر موجزن ہو جاتے ہیں۔ غرض کہ ایک طالب صادق
اور عاشق کامل کو اپنے مطلوب و معشوق کے عشق و محبت میں فنا ہو جانے کے بعد ہی بقا
نصیب ہوتی ہے۔ ایک محب حقیقی کو اپنے محبوب حقیقی کی الفت و محبت میں سرشار ہو کر اور
تڑپ تڑپ کر مر جانے کے بعد ہی اس کی حیات کا ایک رنگین اور نئے دور کا آغاز
واکرتا ہے ؎

دورِ حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد ٭ ہے ابتدا ہماری تیری انتہا کے بعد!

اس منزل پر پہنچ جانے کے بعد محب کی زندگی میں چار چاند لگ کر رہ جاتے ہیں۔ اس کی حیات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اب اس کی زندگی اس نہج اور اس حد تک روشن و منور اور درخشندہ و تابندہ ہو جاتی ہے۔ زیور ثبات و استقلال سے اس طرح مزین و آراستہ و پیراستہ ہو جاتی ہے کہ شمس و قمر کی روشنیاں اس کے مقابلے میں مدھم ہو کر رہ جاتی ہیں۔ انجم و کہکشاں شرم و حیا سے سر جھکا دیتے ہیں اور وہ بقائے دائمی اور حیاتِ جاودانی سے اس طرح نواز دیا جاتا ہے کہ ساری دنیا اس کے در سے حیات و بقا کی بھیک مانگتی ہوئی نظر آتی ہے۔ بڑے شاہانِ زماں اور سلاطین وقت کی گردنیں اس کی چوکھٹ پر خم ہوتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ بڑے بڑے رستم زماں اور مغرور و متکبرین اس کے در و بام کے قرب و جوار اور ارد گرد رقص کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ دنیا کی تمام تر طاغوتی طاقتیں اس کے روبرو جھکتی ہیں۔ مگر اب وہ کسی طاقت کے سامنے جھکتا ہوا نظر نہیں آتا۔ بلکہ وہ اس دار و رسن پر چڑھ جانے کے بعد بھی اپنی حیات و بقا اور اپنے محبوب کی الفت و محبت کے نعرے ہی لگاتا ہوا نظر آتا ہے اور دنیا والوں کو یہی سبق اور درس دیتا ہوا دارِ فانی سے کوچ کرتا ہے کہ ؎

زندہ باد اے جذبۂ حبِ رسالت زندہ باد
دار پر چڑھ کر بھی یہ نعرہ لگا سکتے ہیں ہم

غرض کہ اک عاشق کو معشوق کے قدموں میں پہنچنے کے بعد ہی سکون نصیب ہوتا ہے۔ محب کو اپنے محبوب کے در پر سر جھکاتے کے بعد ہی راحت ملتی ہے طالب کو مطلوب کے دربار میں پہنچنے کے بعد ہی قرار آتا ہے، بالفاظ دیگر یوں کہیئے کہ اک سچے عاشق رسول کو سکون و چین تب ہی ملتا ہے جب کہ وہ سرزمین بطحا پر پہنچکر مدینۃ الرسول میں حاضر ہو کر گنبدِ خضریٰ کی سنہری جالیوں اور اس کے حسین و جمیل منظر اور پر کیف اور

پُر کشش بہاروں کا نظارہ کرے اِک غوث و خواجہ کے دیوانے کے دل کی دھڑکن اور اس کے دل کا درد اس وَقت تک ختم نہیں ہو سکتا جبتک کہ اس کو غوث و خواجہ کے دَربار میں سَر جھکانے کا موقع نہ مِل جائے اُس کے سوا اس کا کوئی عِلاج ہی نہیں۔ ؎

دَردو الم کے مبتلا جس کی نہ ہو کہیں دَوا ٭ دیکھے وہ شانِ مصطفےٰ آپکے دَر پہ آئے تو

میرے دردِ دِل کی دَوا غوثِ اعظمؒ

اور بعض نے کہا ہے کہ نہ محبت جنون اور پاگل پن کا نام ہے اور نہ محبت دردِ دل کا نام ہے۔ بلکہ محبّت نام ہے دردِ دل کی دَوا کا، جو چیز دِل میں پیدا ہونے وَالے درد کو ختم کر دے جس سے دِل کی بے چینیاں جَاتی رہیں، جس سے دِل کی بے کلی اور اُس کا کربْ واضطرابْ زائل ہو جَاتا ہے، دِل کی ایسی کیفیت کا نام محبتْ ہے۔ اور بعض نے کہا کہ محبّت نہ جنون و پاگل پن کا نام ہے نہ دردِ دل اور اُس کی دَوا کا نام محبّتْ ہے بلکہ محبت ایک شعلہ ہے، محبّت اک آگ ہے، محبّت اِک ایسی چنگاری ہے جو خود بخود پیدا ہوتی ہے۔ پیدا کرتے نہیں یہ وہ قدرتی عطیہ ہے اور ربانی فیضْ ہے جو بِکْ بیک مِلتا ہے محبّت سے نہیں۔

یہ وہ روشن آگْ ہے درخشاں شعلہ ہے کہ جو کسی شخص آخر کے جلانے سے نہیں جلتا، کسی کے روشن کرنے سے روشن نہیں ہوتا ؎

محبّت ہو ہی جَاتی ہے محبّت کی نہیں جَاتی
یہ شعلہ خود بھڑکتا ہے بھڑکایا نہیں جَاتا

دائرہ محبت

ابھی کافی اقوال باقی ہیں مضمون کی طوالت کے سبب انہیں پر اکتفا کرتا ہوں ہاں اتنا ضرور ہے یہ تو اپنے اپنے خیالات ہیں، اپنے اپنے ذہنی تصورات ہیں یہ اپنی اپنی ایجاد کردہ رائیں ہیں ؎

سبوح اپنا اپنا ہے جام اپنا اپنا
کئے جا وے خوارو کام اپنا اپنا

لیکن یہ مسلم حقیقت ہے کہ چاہے محبت جنون اور پاگل پن کا نام ہو یا دیوانگی کا چاہے محبت دردِ دل کا نام ہو یا اس کی دوا کا، چاہے محبت آگ اور شعلوں کا نام ہو یا چنگاریوں کا، چاہے محبت دل کی بے چینیوں اور سوزشوں کا نام ہو یا کرب و اضطراب کا مگر اس میں ادنیٰ سے ادنیٰ اور ذرہ برابر بھی شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ کہ محبت کا میدان اس قدر کشادہ ہے محبت کا دامن اتنا طویل و عریض ہے۔ محبت کا دائرہ اتنا وسیع ہے اور محبت کے مراحل و منازل اتنے لمبے ہیں کہ جس کی وسعت و کشادگی کا اندازہ لگانا جس کی حدود کو جاننا جس کی مسافتوں کی پیمائش کرنا یہ طاقتِ انسانی سے بالاتر ہے۔ بلکہ جب کسی بھی مقام پر یہ محبت اپنا شامیانہ تانتی ہے، جب کسی مقام پر یہ اترتی ہے تو اس مقام کا دامن اس کے لئے تنگ ہو کر رہ جاتا ہے۔ اگر یہ زمین پر اتر پڑے تو زمین کی وسعتیں اس کے لئے ناکافی ہو جائیں۔ اگر یہ آسمانوں پر اپنا شامیانہ تان لے تو آسمان کی بلندیاں اس کو اپنے دامن میں نہ سما سکیں۔ اگر یہ پہاڑوں پر رونما ہو

جلوہ فگن ہو جائے تو پہاڑوں کی رفعتیں اس کی بار برداری نہ کر سکیں۔ عالمِ اسفل یا عالمِ بالا کے کسی بھی گوشے اور خطے میں اگر یہ پناہ لینا چاہے تو کوئی اُس کو دامن میں پناہ دینے کے لئے تیار نہ ہو سکے۔ بلکہ جب ان سب سے خلاق ارض و سما نے کہا تھا کہ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ ہ اے آسمانوں، اے زمینو، اے پہاڑو ہم اپنی ایک امانت تمہارے سپرد کرنا چاہتے ہیں کیا تم ہماری اس امانت کی بار برداری کر سکتے ہو کیا تم ہماری اُس امانت کی حفاظت کی ذمہ داری لینے کے لئے تیار ہو تو سب نے مل کر کہا تھا کہ الٰہی ہم وسعت و طوالت کے باوجود اس قوت و توانائی کے باوجود ہم تیری اس امانت کی بار برداری نہ کر سکیں گے۔

معلوم ہوا کہ محبّت یہ وہ قدرتی عطیہ ہے۔ یہ وہ خداداد امانت ہے کہ اگر یہ اپنے بازوؤں کو پھیلا دے تو زمین کی وسعتوں میں نہ سما سکے، آسمانوں کی رفعتوں میں نہ سما سکے۔ پہاڑوں کی بلندیوں میں نہ سما سکے۔ غرض کہ ساری دنیا اس کے لئے ناکافی ہے۔ اور جب ساری کائنات میں نہیں سما پائی تو کبھی کبھی تمام مکانیات سے صرفِ نظر کر کے زمین کی وسعتوں کو پار کرتی ہوئی آسمانوں کی بلندیوں سے گزرتی ہوئی اپنا سفر لامکاں کی طرف شروع کر دیتی ہے۔ اور لامکاں کو اپنا مسکن بنا لیتی ہے اور ایک محب اپنے محبوب سے لامکاں میں پہنچ کر وصالِ محبوب اور لقائے یار کی لطافتوں سے لطف اندوز ہو جاتا ہے۔ ؎

قفس کی تیلیوں سے لے کر شاخِ آشیاں تک ہے
میری دنیا یہاں سے ہے میری دنیا وہاں تک ہے

مگر جب یہ اپنے بازوؤں کو سمیٹتی ہے۔ جب اپنے پیروں کو موڑتی ہے تو انسان کے سینے میں دھڑکتے ہوئے دل کے اندر پناہ گزیں ہو جاتی ہے۔ اک ذرا سی گوشت

کے ٹکڑے کے اندر سماجاتی ہے اور یہی ہماری زندگی کا وہ انمول صلہ ہے، یہی وہ انمول اور انوکھی دولت اور نایاب نعمت ہے جس کے اندر کائنات کی تمام نعمتیں اور دولتیں سمائے ہوئے ہیں۔ یوں سمجھئے کہ جس کے پاس یہ نعمتِ عظمیٰ اور یہ دولتِ بے بہا نہیں اس کے پاس کچھ نہیں۔ اور جس کے پاس اللہ اور اس کے محبوب کی محبت ہے دنیا کی تمام دولتیں اور کائنات کے تمام خزانے اس کے پاس موجود ہیں۔ اسی کی منظر کشی شاعر نے یوں کی ہے

ان کا خیال ان کی محبت لئے ہوئے !
بیٹھا ہوں کائنات کی دولت لئے ہوئے
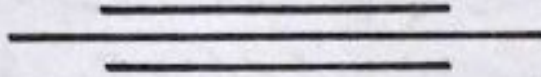
شہادتِ عظمیٰ

فاضلِ جلیل حضرت مولانا مولوی حافظ وقاری محمد زیارت علی نعیمی رضوی رامپوری فاضل جامعہ علیہ الرحمہ (سابق مدرس جامعہ نعیمیہ وسرپرستِ اعلیٰ انجمن رضائے حبیب جامعہ نعیمیہ مراد آباد

تری الفت میں مر مٹنا شہادت اس کو کہتے ہیں
ترے کوچہ میں ہونا دفن جنت اس کو کہتے ہیں

کائنات کی اس وسیع فضا میں جب سے حضرت آدم نے رختِ اقامت ڈالا ہے اور نیلگوں آسمان کے سائے میں جب سے دنیا کو آباد ہونا نصیب ہوا ہے، سورج کتنی بار مشرق سے نکل کر مغرب میں غروب ہوا، چاند نے اپنے مہینہ بھر کا سفر ہزاروں بار طے کیا۔ ستارے لاکھوں بار رات کی تاریکی میں چمکے اور صبح کی روشنی میں غائب ہو گئے۔ اولادِ آدم کے باغ میں کتنی بار بہار آئی لیکن مختلف عناصر ہمیشہ برسرِ پیکار رہے۔ طرح طرح کے انقلاب آئے، تہذیب وتمدن نے چولے بدلے ہزاروں خونی معرکے وجود میں آئے اور بار بار تلواروں کی چمک نے فتح کے نقارے بجائے۔ زمین وآسمان کے درمیان کتنے خونی لالہ زار معرکے رونما ہوئے، دنیا میں جنگ کے کیسے کیسے تلاطم برپا ہوئے۔ انسانی قربانیوں سے کتنے خون کے دریا بہے، ملک کے ملک نیست ونابود ہو گئے، آبادیاں ویران ہو گئیں۔

دنیا کے عجائب خانوں میں کیا کیا نہ ہوا۔ کتنی ماتم کی مجلسیں برپا ہوئیں۔ کہیں

Scanned by CamScanner

تلواروں کی بارش ہو رہی ہے، کہیں آگ کے انگاروں پر لٹایا جا رہا ہے، کہیں انسانی جسموں پر گھوڑے دوڑائے جا رہے ہیں کہیں پر برچھی اور بھالے سے انسانیت کا جنازہ نکالا جا رہا ہے یہ سب کچھ ہوا، اور ہوتا ہی رہتا ہے۔ آج بھی تہذیب و تمدن کے دور میں تلواروں کی نوکیلی فضائیں صبر نہ کر سکیں۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ان کروڑہا قربان گاہوں میں کس کا رنگ سب سے گہرا ہے۔ اور کون سا معرکہ سب سے بڑا اور صعب ترین کہا جاتا ہے، یوں تو ہر مرنے والے کے لئے بہت سے رونے والے ہوتے ہیں۔ جو پوری پوری عمر یں سوگ میں کاٹ دیتے ہیں۔ کوئی تاب فراق نہیں لاتا، کوئی جلتی آگ میں بیٹھ کر اپنی جان دے دیتا ہے۔ کوئی بیوہ ہو کر بے کسانہ حسرت کی زندگی بسر کرتی ہے۔

کوئی یتیم ہو کر خستہ حالی میں رنج و غم کے ساتھ دن کاٹتا ہے۔ کسی کی موت پر بازار بند کئے جاتے ہیں کسی کی موت پر ہڑتالیں ہوتی ہیں۔ لیکن یاد رکھیئے ہر سوگ اور ہر غم کے لئے کوئی نہ کوئی یومِ اختتام ضروری ہے، کبھی نہ کبھی وہ ختم ہو ہی جاتا ہے اور دنیا اس کو ایسا فراموش کرتی ہے کہ تاریخ کے صفحات کے سوا اس کا کہیں پتہ اور نشان تک نہیں ملتا سب سے بڑا معرکہ اور جنگ عظیم وہی ہے جس کا صدمہ عام ہو۔ ہر شہر، ہر صوبہ، ہر ملک اور ہر اقلیم میں اس کے رنج و غم کا احساس کیا جائے۔ سننے والوں کے دلوں پر جو زخم پیدا ہوا ہو وہ کبھی مندمل نہ ہو سکے۔ ساری دنیا اس داستان کو سن کر بے چین ہو جائے اور قیامت تک آہ وزاری اور اشک باری کے سلسلے لگاتار جاری رہیں۔

زمین کربلا پر مصطفےٰ کے نواسے، علی کے لاڈلے اور خاتونِ جنت کے نونہالوں نے خونی حرفوں میں جو درد و غم کی دردناک داستانیں پیش کی ہیں۔ اہلِ ایمان ان نقوش کو محو کرنے سے عاجز ہیں۔ کتنی بارشیں ہوئیں مگر یہ خونی داغ نہ دھلے، زمانے نے کتنے پلٹے کھائے، قاتلوں کی نسلیں تک نیست و نابود ہو گئیں۔ ان کے تاج و تخت کے دعوے

اور سلطنت کے گھمنڈ و غرور کب کے کب خاک میں مل گئے ان کی خاک کے ذرّے ذرّے ریزہ ہو کر بے نام و نشان ہو گئے۔ مگر شہداء کی جانبازیاں آج بھی عالم کی آنکھوں سے خونی اشکوں کا خراج وصول کر رہی ہیں، دنیا سوگوار ہے، جہان ماتم کر رہا ہے، ہر طبیعت غم سے پژمردہ، ہر دل درد سے افسردہ ہے۔ وہ کونسا بے درد ہے جس کا سینہ اس غم سے پاش پاش نہیں ہوگیا۔ وہ کون سا بے رحم ہے جس نے دل کو چاک نہیں کر ڈالا، وہ کونسا بے غیرت ہے جس کے دھڑکتے ہوئے دل میں یادِ حسین نہیں ہے۔ اے آسمان اگر تو بھول گیا ہو تو بھول جا داستانِ حسین کو۔ اے زمین تیرے دل میں محبتِ حسین کی شمع روشن نہیں تو تو جان! اے ستاروں کی قندیلو تم نے اگر رسول کے گھرانے کے ان نفوسِ قدسیہ کی قربانیوں کو فراموش کر دیا تو تم سمجھو! اے نیلگو آسمان پر رقص اور گردش کرنے والے آفتاب و ماہتاب اگر تم نے حسین کی وہ دل دوز اور دل سوز داستانیں، حسین کے وہ رنج و الم اور حزن و ملال سے لبریز خونی واقعات بھلا دیئے ہوں لیکن یاد رکھنا جنکے دلوں میں حرارتِ ایمانی ہوگی۔ جنکے سینوں میں آقائے دو جہاں کی محبت ہوگی۔ جن کی پیشانیاں خدا کے حضور جھکتی ہوں گی، جن کے ہاتھ بارگاہِ الٰہی میں پانچوں وقت دعا کے لئے اٹھتے ہوں گے۔ جن کے چہروں سے نورانی شعائیں ٹپکتی ہوں گی، جن کے قلوب میں مچلتے ہوئے محبتِ رسول کے شرارے ہونگے وہ صبحِ قیامت تک حسین کی قربانیوں کو فراموش نہیں کر سکیں گے۔

بڑے ہی تعجب کی بات ہے اسی کرۂ ارض پر اور اسی نیلگو آسمان کے شامیانے کے نیچے نام نہاد مسلمانوں کا ایک گروہ ایسا بھی ہے جو حسین کی شہادتِ عظمیٰ کو ناقص قرار دے رہا ہے۔ جو حسین کی عظمتوں کے خلاف ناپاک زبانوں سے ناپاک نعرے بلند کر رہا ہے جو حسین کی اس انمول شہادت کا رنگ دبانا چاہتا ہے اور یزید کی محبت میں آکر یزید پلید کو ولی اللہ اور امیر المومنین ثابت کرنے کی بے جا کوشش کر رہا ہے۔

دوستو میں تو صرف یزید کے ان حواریوں سے اتنا کہوں گا کہ میرے آقا حسین کی عظمت و سربلندی تک تمہارے طعن و تشنیع کے یہ زہر آلود تیر قیامت تک نہیں پہنچ سکتے یہ لوگ جتنی چاہیں مخالفت کریں مگر شہادتِ حسین کا رنگ اور زیادہ نکھر جائے گا۔ خونِ حسین کی سرخی میں مزید حسن بڑھتا ہی جائے گا۔ شاید ایسے ہی موقع کی عکاسی شاعر اپنے انداز میں یوں کرتا ہے۔ ؎

اس راز سے واقف ہیں زمانے والے
زندہ ہیں محمد کے گھرانے والے
مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے آخر
شبیر ترا نام مٹانے والے

دشمنانِ حسین کے قلم لکھتے لکھتے کچھ تو ٹوٹ گئے اور کچھ ٹوٹ جائیں گے ان کی زبانیں جھوٹ کو سچ ثابت کرتے کرتے کچھ تو خموش ہوگئیں اور کچھ خاموش ہو جائیں گی۔ لیکن رسول کے پیارے نواسے، علی کے لاڈلے، فاطمہ کے لال کا نام ہمیشہ زندہ و تابندہ و درخشندہ رہے گا۔

نہ یزید کا وہ ستم رہا نہ وہ ظلم ابن زیاد کا
جو رہا تو نام حسین کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

ہر دور کا دیانت دار اور حق پرست انسان سید الشہداء حضرت امام عالی مقام کے حضور خراجِ عقیدت و محبت پیش کرتا ہی رہے گا۔ واقعۂ کربلا کو جس قدر دبایا جائے گا اسی قدر شہرت پذیر ہوتا جائے گا۔ دنیا جانتی ہے اور جانتی رہے گی زمانے نے ہزاروں کروٹیں بدلیں لیکن حقیقت تبدیل نہ ہو سکی، حق کا انکار کیا گیا مگر حق حق ہی رہا۔ باطل کو نوازا گیا مگر باطل باطل ہی رہا۔ ظلم و ستم کو عدالت کا نام دینے والے فنا ہو گئے لیکن ظلم

Scanned by CamScanner

کو عدل ثابت نہ کر سکے۔ عظمتِ حسین کا اندازہ کرنے والے مٹ گئے لیکن حسین کی عظمتوں کی تہ تک نہ پہنچ سکے۔

کون حسین؟ وہی حسین:

جنہیں رسولِ خدا کی تصویر ہی کہا جاتا ہے۔
جنہیں صدیق کی صداقت کا پیکر ہی کہا جاتا ہے۔
جنہیں فاروقِ اعظم اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّار کی شمشیرِ برہنہ ہی کہا جاتا ہے۔
جنہیں رحم و کرم میں ذوالنورین کا مظہرِ اتم ہی کہا جاتا ہے۔
جنہیں باطل شکنی میں ذوالفقار یداللّٰہی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔
جنہیں اسلام کا محسن اور قرآن کا محافظ ہی کہا جاتا ہے۔
جنہیں پاسبانِ شریعت اور شہیدِ اعظم کے لقب ہی سے یاد کیا جاتا ہے۔
جنہیں دوشِ رسول کا راکب اور خاتونِ جنت کا لختِ جگر ہی کہا جاتا ہے۔
جنہیں سید الشہداء اور نوجوانانِ جنت کا سردار ہی کہا جاتا ہے۔
جنہیں آبروئے اسلام اور دین کا نگہبان ہی کہا جاتا ہے۔
جنہیں آفتابِ شریعت اور قرآن کی تفسیر ہی کہا جاتا ہے۔
جنہیں علی کا جگر پارہ اور فاطمہ کا دلارا ہی کہا جاتا ہے۔
جنہیں خدا کا محبوب اور کربلا کا مظلوم ہی کہا جاتا ہے۔
جنہیں مدینے کی بہار اور قدرت کی تلوار ہی کہا جاتا ہے۔
جنہیں مملکتِ حق و صداقت کا تاجدار اور شہیدوں کا امام ہی کہا جاتا ہے۔
جنہیں حیدر کا رشکِ قمر اور زہرا کا نورِ نظر ہی کہا جاتا ہے۔
جنہیں گلشنِ اسلام کی بہار اور صبر و رضا کا شہریار ہی کہا جاتا ہے۔

Scanned by CamScanner

جنہیں مہرِ نبوت کا سوار اور روشنی کا مینار ہی کہا جاتا ہے۔
جنہیں مطلع انوار اور محمد عربی کے دل کا قرار ہی کہا جاتا ہے۔
جنہیں خالق کائنات کا عظیم شاہکار اور شہیدانِ محبت کا قافلہ سالار ہی کہا جاتا ہے

لوگ جانتے ہیں اور جانتے رہیں گے، لوگ مانتے ہیں اور مانتے رہیں گے کہ خونِ حسین کے انوار و تجلیات نے کرب و بلا کی سرزمین کو جنت کا ٹکڑا بنا دیا۔ ذروں کو آفتاب کر دیا۔ کنکروں کو دُر بنا دیا ہے۔ موت کو زندگی میں تبدیل کر دیا۔ قلب مومن سے ہمیشہ صدا اٹھتی رہے گی ؎

دشتِ کربلا کو عرش کا زینہ بنا دیا ؛ جنگل کو مصطفےٰ کا مدینہ بنا دیا
ہر ذرہ کو نجف کا نگینہ بنا دیا ؛ تو نے حسین مرنے کو جینا بنا دیا
چھوا جو کنکروں کو تو دُر بنا دیا ؛ آیا جو قیدی سامنے تو حُر بنا دیا

الغرض اہلِ ایمان کے دلوں سے حسین کی یاد نہ کبھی گئی ہے نہ کبھی جائے گی۔ ہمارا دل محبتِ حسین کا مدینہ ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کرنے والو اگر رسول سے محبت کرنا ہے تو رسول کی ہر ہر ادا سے محبت کرنا ہوگی۔ رسول کے محبوبین سے محبت کرنا ہوگی۔ رسول کے اہلبیت سے محبت کرنا ہوگی۔ یہ کسی مضمون نگار کا خیال نہیں یہ کسی داستان گو کا تصور نہیں بلکہ امام الانبیاء کا اپنا فرمان ہے: اَلْحُسَیْنُ مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ مَنْ اَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ یُبْغِضُہُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ، حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں اور جس نے میرے حسن حسین سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ اور ایک موقعہ پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت کو مخاطب کر کے فرمایا:
اے لوگو میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ ایک تو قرآن اور دوسرے میرے

اہلبیت۔ اگر تم ان دونوں کا دامن تھامے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ قرآن اور میرے اہل بیت ہمیشہ ساتھ رہیں گے۔ ان کا راستہ کبھی الگ نہ ہو گا۔ حتیٰ کہ حوضِ کوثر پر بھی یہ دونوں اکٹھے ہو کر ہم سے ملاقات کریں گے۔

محترم حضرات! محمد عربی کے اس فرمانِ عالی شان میں ایک لطیف نکتے کی نشاندہی ہوتی ہے ایک خاص الخاص راز سے پردہ اٹھتا ہے۔ قیامت کے دن امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پورے میدانِ محشر میں جلوہ گری ہو گی۔ مقامِ محمود پر آپ تشریف فرما ہوں۔ جنت کے دروازوں کو آپ کھول رہے ہوں گے عرشِ الٰہی کے سامنے آپ سجدہ ریز ہوں گے پل صراط پر آپ اپنی امت کو گذار رہے ہوں گے۔ لواء الحمد خدا کی تعریف کا پرچم آپکے ہاتھوں میں ہو گا۔ انبیاء کرام کی قیادت آپ فرما رہے ہوں گے۔ رب کائنات کے حضور اپنی امت کی سفارش و شفاعت آپ فرما رہے ہوں گے۔ لوگوں کے اعمال وزن کرنے کیلئے میزان پر آپ ہوں گے۔ امت کے دوزخیوں کو آپ دوزخ سے نکال رہے ہوں گے۔ اپنی گنہ گار امت کا داخلہ روکنے کے لئے مالک فرشتہ دوزخ سے محوِ گفتگو آپ ہوں گے۔ جگہ جگہ آپ کی رسائی ہو گی، چپہ چپہ پر آپ کی پہنچ ہو گی، ذرہ ذرہ پر آپ کی حکومت ہو گی۔ جہاں چاہیں گے آپ پہنچ جائیں گے۔ عرصہ محشر کا کوئی مقام بھی ایسا نہیں ہو گا جہاں محبوب خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بے پناہ قوتوں کا ظہور نہ ہو گا۔

تو پھر کیا وجہ تھی کہ آپ نے اہلِ بیت اور قرآن کے لئے فرمایا کہ یہ دونوں حوضِ کوثر پر ہم سے ملاقات کریں گے۔ اس میں کیا مصلحت تھی اس میں کون سا راز تھا۔ اس میں کون سی خاص حکمت پوشیدہ تھی کہ پورے میدانِ محشر میں قوتِ مصطفائی کا ظہور ہونے کے باوجود آپ نے قرآن اور اہلِ بیت اطہار سے ملاقات کے لئے حوضِ کوثر ہی

کو مخصوص فرمایا تو یاد رکھنا کہ ماضی اور مستقبل کی خبر دینے والے آقا، ظاہر و باطن کو جاننے والے رسول، غیب کی خبریں دینے والے نبی، دل کی دھڑکنوں کو محسوس کرنے والے پیغمبر دنیا کو پہلے ہی بتا دینا چاہتے ہیں۔ مستقبل کے ان پردوں کو پہلے ہی چاک کر دینا چاہتے ہیں۔ کہاں ہیں وہ لوگ ؟ جو علم رسول پر طرح طرح سے حملہ کرنے میں شب و روز سرگرداں رہتے ہیں، اے غیب داں رسول کے علم ما کان و ما یکون سے انکار کرنے والو سنو! اے پیغمبر اعظم کے علم لدنی پر حملہ کرنے والو سنو، اے رسولِ مدنی کے بے پناہ علوم و فنون کو ابلیس لعین اور ملک الموت کے علم کے مقابلے میں اور ناقص قرار دینے والو سنو! اے خدا کے نائب اعظم کے علمِ غیب کو جانوروں اور پاگلوں کے علم سے تشبیہ دینے والو سنو! رسول اعظم کو پیٹھ پیچھے کی خبر سے بے خبر کہنے والو سنو، آؤ آؤ عدل و انصاف اور حق و صداقت کا دامن مضبوطی سے تھام کر اور تعصب کی عینک اتار کر چشمانِ ایمانی سے حدیثِ رسول کا مطالعہ کرو اور نگاہِ محبت سے رسولِ اعظم کی تاریخ کی ورق گردانی کرو، قولِ نبی کی حکمت آفرینی کی باریکیوں سے رسولِ عربی کے علمِ غیب کا جائزہ لو! میرے آقا کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے آبدار کلمات کو بغور پڑھو۔ خدا کی قسم حرارتِ ایمانی مچل اٹھے گی۔ غیب داں رسول شہادتِ حسین کی پیش گوئیاں پہلے ہی فرما رہے ہیں۔ سنو! میرے آقا نے قرآن اور اہلِ بیت سے ملاقات کے لئے حوضِ کوثر کو اسی لئے مخصوص فرمایا تھا۔ نگاہِ نبوت دیکھ رہی تھی کہ کربلا کے تپتے ہوئے صحرا میں کربلا کے لالہ زار میدان میں، فسق و فجور کی تاریکیوں میں ظلم و تشدد کے اندھیروں میں، نیزوں اور برچھیوں کے بیچ میں، خنجر و شمشیر کے جھرمٹ میں ظالم و جابر کی حکمرانی میں، نینوا کے خار زار وادیوں میں، جوانانِ اہلِ بیت کے ساتھ میرے حسین کو پیاسا شہید کر دیا جائے گا۔ شدت کی گرمی میں تین دن کی پیاس سے علی اکبر کے ہونٹ خشک ہو چکے ہوں گے۔ ننھے علی اصغر کا حلق سوکھ کر کانٹا ہو چکا ہو گا، سکینہ کی

Scanned by CamScanner

کی پیاس کی شدت سے آنکھیں اُبل رہی ہوں گی۔ زینب و کلثوم کو گرم گرم لو کے تھپیڑوں سے بار بار غش آرہا ہوگا۔ عون و محمد کی روحیں پانی کے ایک ایک قطرے کو ترس رہی ہونگی قاسم و عباس کے حلقوم پیاس کی جلن سے تپ رہے ہوں گے۔ فرزندانِ عقیل و جعفر و علی کو پانی کی سخت ضرورت ہوگی۔ خنجرِ جفا کے دھارے کے نیچے ظہر کی نماز تیمم سے ادا کرنے والے حسین کو عصر کی نماز ادا کرنے میں وضو کرنے کے لئے پانی کی سخت ضرورت ہوگی ان حالات میں ضروری تھا کہ کربلا کے پیاسے شہیدوں کا استقبال کوثر و سلسبیل کے جام ہاتھوں میں لے کر کیا جاتا۔

دوستو یہی تو ایک مقصد تھا یہی تو ایک وجہ تھی کہ آپ نے فرمایا کہ قرآن اور میرے اہلبیت ہمیشہ ساتھ رہیں گے اور اکٹھے ہوکر حوضِ کوثر پر ہم سے ملاقات کریں گے۔ میرے نبی کو معلوم تھا کہ حسین کے سوکھے گلے پر یزید کے ظلم و تشدد کی تلوار چلے گی میرے نبی کو معلوم تھا کہ حسین کو نینوا کے میدان میں اپنے جانثاں کے ساتھ قرآنی احکام کو توڑنے والی حکومت سے پنجہ آزمائی کرنے پڑے گی۔ میرے نبی کو معلوم تھا کہ حسین کو تین دن بھوک اور پیاس سے نڈھال ہوکر کربلا کی بے آب و گیاہ زمین پر عظمتِ قرآن کی بقا کی خاطر جانیں دینا پڑیں گی میرے نبی کو معلوم تھا کہ ظلم و بربریت اور فسق و فجور کی بھیانک تاریکیوں میں زندگی بسر کرنے والے تنگ نظر میرے حسین کے لئے پانی بند کردیں گے۔ میرے نبی کو معلوم تھا کہ میرے امت کے شریر ظالم و جابر و فاسق و فاجر میرے حسین کے مقدس ہاتھ کو اپنے ناپاک ہاتھ میں لینا چاہیں گے۔ میرا حسین سر تو دے دیگا مگر ہاتھ نہ دے گا۔ تبھی تو سلطان الہند خاندانِ چشت اہلِ بہشت خواجہ خواجگاں معین الملۃ والدین چشتی سنجری اس فرمان علی کو سلکِ نظم میں پروکر کیا ہی خوب ارشاد فرماتے ہیں:

حقا کہ بنائے لا الٰہ ہست حسین ❖ سر داد، نہ داد دست در دستِ یزید

محترم حضرات ! امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عظمتِ قرآن کے تحفظ کی خاطر حجرۂ فاطمی کی بہاروں کو چھوڑ کر دشتِ نینوا میں آکر بہانگِ دہل اعلان کر دیا کہ حسین اپنا سر تو دے دے گا لیکن قرآنی احکام پر ذرا آنچ نہ آنے دے گا۔ حسین اپنے ننھے ننھے بچوں سے جدائی تو گوارہ کر سکتا ہے مگر قرآن کا ساتھ چھوٹ جائے یہ کبھی گوارہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ سید الانبیاء ارشاد فرما چکے ہیں۔ کِتَابُ اللّٰہِ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَاءِ اِلَی الْاَرْضِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلُ الْبَیْتِ وَلَنْ یَّتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ۔ یہی وجہ ہے کہ حسین قرآن کے ساتھ تھے قرآن حسین کے ساتھ تھا۔ حسین و قرآن کا ہمیشہ ہمیشہ آخری لمحات تک چولی دامن کا ساتھ رہا۔ دشتِ کربلا میں دو قرآن دوش بدوش تھے ایک قرآن خاموش تھا اور ایک قرآن ناطق تھا۔ حسین بھی قرآن تھے اور قرآن بھی قرآن۔ ایک قرآن نے محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نزول فرمایا تھا۔ اور ایک قرآن دوشِ رسول کا راکب بنا تھا۔ عاشق کیرانوی کہتا ہے ؎

ایمان حسین مرکزِ ایمان حسین ہیں
دوشِ نبی کی رحل کا قرآن حسین ہیں

حسین ـــــ کی عظمت کا اعلان قرآن نے کیا۔
قرآن ـــــ کی عظمت کا علم حسین نے بلند کیا۔
حسین ـــــ کا احترام قرآن نے بتایا۔
قرآن ـــــ کا احترام کر کے حسین نے دکھایا۔
حسین ـــــ سے محبت کرنے کا اعلان قرآن نے کیا۔
قرآن ـــــ سے محبت کرنے کا طریقہ حسین نے سکھایا۔
حسین ـــــ کی شان قرآن نے بیان کی۔

Scanned by CamScanner

قرآن ... کی شان حسینؑ نے بیان کی۔

حسینؑ ... کی ابدی زندگی اور سرمدی حیات کی گواہی قرآن نے دی۔

قرآن ... کی حفاظت کے لئے اپنی جان حسینؑ نے پیش کر دی۔

حسینؑ ... نے کہا قرآن زندہ اور زندگی بخش کتاب ہے۔

قرآن ... نے کہا حسین زندہ اور حزن و ملال سے پاک ہے۔

حسینؑ ... نے کہا قرآن ہمارا ہے۔

قرآن ... نے فرمایا حسین میرا ہے۔

حسینؑ ... نے کہا کہ قرآن کی حفاظت اللہ کے ذمہ ہے۔

قرآن ... نے امام الانبیاء کی زبان سے اعلان کیا اے میرے امتیوں ہم تم سے اپنی تبلیغ کا صرف یہ بدلہ مانگتے ہیں کہ ہمارے اہلِ بیت سے محبت اور مودت کرو۔

حسینؑ ... نے تیر و تلوار کی بارش میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ جان جاتی ہے تو جائے لیکن قرآن کے قوانین کا احترام کرو۔

قرآن ... نے اعلان فرمایا کہ حسین رسولِ ہاشمی کے نواسے ہی نہیں بیٹے بھی ہیں۔

حسینؑ ... نے خطبہ دیا قرآن کسی مخلوق کا کلام نہیں یہ خالق کا کلام ہے۔ خدا کا قانون ہے، اور قانونِ خداوندی کو تبدیل کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

قرآن ... نے فرمایا حسین تم رسولِ صادق کے نواسے ہو اور خدا کی امانتوں کے امین ہو خدا تم سے اپنی امانتیں واپس مانگتا ہے۔

حسینؑ ... نے کہا میں حاضر ہوں۔

قرآن ... نے کہا حسین زندہ حسین ابدی حیات کے مالک ہیں ربِ جلیل کے پاس رزق پاتے ہیں

Scanned by CamScanner

حسین نے قرآن کے اس دعوے کی دلیل بن کر دنیا والوں کو دکھا دیا حسین کا سر مبارک جسدِ اطہر سے جدا ہو کر بھی کوفے کی گلیوں سے نکلتا ہوا قرآنِ عظیم کی تلاوت کرتا جارہا تھا اور اعلان کر رہا تھا کہ حسین کے جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بھی قرآنِ عظیم کا ساتھ نہیں چھوڑے گا۔ حسین نے اپنے سرفروشانہ جذبۂ عمل سے اسلام اور قرآن کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو سر دے کر پار لگایا۔ مگر قرآن کا ساتھ نہ چھوڑا، حسین نے حق وصداقت کی حمایت میں اور اللہ کی راہ میں تسلیم ورضا کے لئے اپنی گردن دے دی لیکن قرآن کی خلاف ورزی نہ ہونے دی۔ حسین نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے جوانوں کی جوانی لٹادی لیکن قرآن کی آبرو نہ لٹنے دی۔ حسین نے اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو ہاتھوں میں لیکر قرآن کی آبرو پر نچھاور کر دیا لیکن قرآن کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اس لئے کہ پیارے آقا فرما چکے ہیں کہ حسین اور قرآن کبھی جدا نہ ہوں گے۔ ہمیشہ ہمیشہ ساتھ رہیں گے۔ یہاں تک کہ سرزمین کربلا پر بھی قرآن کی سچائی اور حقانیت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو یاد رکھنا قرآن پاک طیب وطاہر ہے اس کے پاک و مقدس منشور کو بدلنے نہیں دوں گا۔ اس کے قانون کو توڑنے نہیں دوں گا۔ اس کے ضابطے میں تبدیلی نہیں آنے دوں گا۔ قرآن ہماری آنکھوں کا نور ہے، قرآن دل کا سرور ہے، اس کی روشن شمع کو بجھنے نہیں دوں گا۔ قرآن کے ایک ایک حرف کے احترام کی خاطر اپنے خون کے ہر ہر قطرے کو بہا دوں گا۔ لیکن قرآن کے ایک حرف میں تبدیلی نہیں ہونے دوں گا، قرآنِ پاک کے طیب وطاہر دستور میں یزید پلید کے اختراعی اور نجس قوانین کی آمیزش نہیں ہونے دوں گا۔ سرزمین کربلا پر سیدنا حضرت امام عالی مقام کے متعدد ومختلف خطباتِ عالیہ کا ماحصل یہی تھا کہ قرآن کے خلاف کوئی آئین برداشت نہیں کیا جائے گا۔ قرآن کے خلاف کوئی ضابطہ نہیں بنایا جائے گا۔ آئین ہوگا تو قرآن کا، دستور ہوگا تو قرآن کا، قانون ہوگا تو قرآن کا، اصول

ہوگا تو قرآن کا، حکومت ہوگی تو قرآن کی، بات ہوگی تو قرآن کی۔

زہرا کے لال پر تیروں تلواروں اور پتھروں کی بارشیں ہو رہی تھیں لیکن حسین کوہِ گراں کی طرح قرآن کے تحفظ کے لئے اپنے حقیقی منصب پر جمے رہے۔ آپ کے پائے استقلال میں ذرا جنبش نہ آسکی ؎

چھائے تھے بادل ظلم و تشدد کے آل پر
پتھر برس رہے تھے محمد کے لال پر

امام عالی مقام پر یہ ظلم و تشدد اور جبر و ستم صرف اس لئے ڈھائے گئے تھے کہ آپ نے قرآنی احکام توڑنے والی حکومت کو خلافت اللہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ قرآن حسین کے سینے کے ساتھ لگا ہوا لرز رہا تھا۔ لیکن محافظ قرآن استقلال و استقامت کی چٹان بن کر قرآن کی طرف آنے والا ہر تیر اپنے مقدس سینے پر روک رہا تھا اور حق و صداقت کا یہ خطبہ ارشاد فرما رہا تھا۔ کہ اے لوگو حسین نے تمہیں دعوتِ حق دینے کا فریضہ ادا کر دیا اب تمہاری مرضی ہے اسے قبول کرو یا نہ کرو۔ جب حسین جلالِ حیدری کی تصویر بنکر ہزاروں دشمنوں کے سامنے ایک تاریخی خطبہ ارشاد فرمانے کے لئے آگے قدم بڑھاتے ہیں تو فضاؤں میں انتہائی دردناک آوازیں گونجتی ہوئی حسین کے کانوں سے جا ٹکراتی ہیں۔ ہر چہار جانب سے دھمکیوں کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں لیکن حسین ہیں کہ ایسی دردناک اور بھیانک صداؤں کو سن کر مسکراتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ پورا خاندان حسین کی نظروں کے سامنے موت کے گھاٹ اتر چکا ہے۔ عون و محمد کو بھی موت نے اپنے چنگل میں دبا لیا۔ اصغر و اکبر بھی موت کے شکنجے میں پھنس چکے ہیں۔ قاسم و عباس جیسے علمبرداروں کو بھی موت نے اپنی آغوش میں سلا لیا ہے اب وہ ہی بھیانک موت امام عالی مقام کے سامنے رقص کرتی نظر آرہی ہے لیکن میرے حسین کے ان نازک لبوں پر اب بھی مسکراہٹ کے

آثار نمودار ہیں شاید اسی کی منظر کشی شاعر نے یوں کی ہے:

وہ جو خونی غم کو سانچے میں خوشی کے ڈھال کر
مسکرایا موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر

حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یزیدی لشکر کے سامنے آتے ہیں، تو بڑا ہی پُر زور فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرماتے ہیں:

"اے لوگو تم مجھے پہچانو، میرا حسب و نسب دیکھو، میرے موقف کی صداقت پر غور و خوض کرنے کی کوشش کرو، واللہ اس صفحۂ ہستی پر میرے سوا نبی کی بیٹی کا کوئی بیٹا موجود نہیں، میری رگوں میں تمہارے نبی کا قیمتی خون ہے۔ تم اس خون کی توہین کرنے پر آمادہ ہو چکے ہو یاد رکھو کل قیامت کے دن امام الانبیاء کو کیا منہ دکھاؤ گے تم ہمارا حق پہچانو، ہماری حقیقت سے واقف ہو جاؤ، میں نبی کا نواسہ ہوں، علی کا لاڈلہ ہوں، فاطمہ بنت رسول کا چہیتا ہوں، ظالموں ظلم کی کی کوئی حد ہوتی ہے اب بھی باز آ جاؤ! خونِ حسین سے تم نے ہمارا پورا خاندان اُجاڑ دیا ہے۔ رسول کے باغ کو تم نے اپنی تلواروں سے کاٹ ڈالا۔"

ابھی حسین کے خطبہ کا آغاز ہوا ہی تھا کہ شمر نے کہا! حسین موت سے ڈر گئے۔ جو ہمارے سامنے اپنی حقیقت کا اظہار کرتے ہو۔ اپنا تعارف نبی کے نواسے کے حوالے سے کراتے ہو۔ جان بچانے کی صرف ایک ہی صورت ہے تم اطاعت یزید کر لو۔ تم نے اگر یزید کی بیعت کر لی تو ابھی امان دے دی جائے گی، مسرت و شادمانیوں کی محفلیں پھر آراستہ کر دی جائیں گی۔ بزمِ عیش و طرب منانے کا موقع دے دیا جائے گا۔ زندگی کی راحتوں سے

Scanned by CamScanner

مالا مال کر دیا جائے گا۔ ورنہ موت تمہارے سامنے ہے۔

امامِ عالی مقام نے جب شمر کے یہ جملے سنے تو جذبات میں مچل اٹھے اور فرمایا نادان موت کی دھمکی دیتا ہے۔

کیا موت سے ڈر، موت کی سختی کیسی؟

میلی ہے یہ پوشاک بدل ڈالوں گا!

فاطمہ کا لال غضبناک ہو گیا، چہرے پر خون اتر آیا۔ آنکھوں سے قہر کے آثار پیدا ہو گئے۔ آپ نے فرمایا —— نابکار —— خاموش ہو جا۔ دشمنِ رسول —— اگر مجھے جان بچانا ہوتی تو میں قاسم کی زندگی بچاتا۔ علی اکبر کی جوانی بچاتا، عباس علمبردار کی جان بچاتا، —— بے وقوف —— اگر مجھے جان بچانا ہوتی تو ننھے علی اصغر کی جان بچاتا، ، عون و محمد کی پیاری پیاری جانیں بچاتا، پسرانِ علی و عقیل کی جانیں بچاتا، اپنے وفادار ساتھیوں کی جانیں بچاتا —— نادان —— رسولِ اعظم کا سارا باغ ویران کر لینے کے بعد بھی مصطفےٰ کے باغی اور خدا کے دشمن کی اطاعت کا مشورہ دیتا ہے۔

پھر آپ نے عمر و سعد کو مخاطب کر کے فرمایا۔ او سعید باپ کے شقی بیٹے تو بھی سن لے، ہم نے اپنے خطبے میں تم سب کو بتا دیا تھا کہ ہمارا حق پہچانو! ہم اہلِ بیت رسول ہیں یہ بھی بتایا تھا کہ میرے سر پر عمامہ رسول ہے اور میری کمر میں خاتونِ قیامت کا پٹکا ہے، میرے پاس سید الشہدا امیر حمزہ کی ڈھال ہے۔ اور دیکھ یہ نیزہ جعفر طیار کا ہے یہ تلوار حیدرِ کرار کی ہے۔ مگر تم لوگوں نے میری کوئی بات نہ سنی تم تو حکومت کے نشے میں اندھے اور بہرے تھے ظالموں تمہاری دنیا بھی برباد اور آخرت بھی برباد۔ شمر نے کہا ہم نے تمہیں وعظ و نصیحت کرنے کے لئے نہیں بلایا ہے۔ دل کی حسرت ہے تو نکالو! کوفیو کا خیال تھا کہ اب حسین ہیں لڑنے کی سکت نہیں۔ تین دن کا پیاسا ہے اور پھر صبح سے آنکھوں کے سامنے پورا خاندان کٹتا

12

Scanned by CamScanner

ہوا دیکھ رہا ہے ، لاشیں اٹھا اٹھا کر کمر دوہری ہوگئی ہے ۔ اب ہمارا یہ کیا مقابلہ کرے گا۔ ان کے ایک آدمی نے بڑھ کر امام حسین پر حملہ کیا ، امام حسین نے وار خالی دے کر ایسا نیزہ مارا کہ سینے کے آر پار ہو گیا۔ عمرو نے جو اپنا آدمی کٹتا ہوا دیکھا تو حملہ کرنے کا عام حکم دے دیا کہ سب لوگ مل کر یکبارگی حملہ کریں۔ اور جلد از جلد امام عالی مقام کا سر قلم کر کے فتح کے نقارے بجاتے ہوئے ابن زیاد کے پاس پہنچ جائیں اور یزید سے انعام حاصل کریں ۔ ابن زیاد سے شاباشی وصول کریں۔ علی کے اکیلے شیر پہ ہزاروں دشمنوں نے حملہ کر دیا تھا ۔ سینکڑوں تلواریں چل رہی تھی ، ہزاروں تیر بیک وقت کمانوں سے چھوٹ رہے تھے ۔ بیسوں نیزے بیک وقت ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے ۔ امام عالی مقام پر برسنے والے تیر خود ان کے گھوڑوں کو بھی زخمی کر رہے تھے ۔ علی کا شیر ذوالفقار حیدری کو میدان میں اس طرح گھما رہا تھا ۔ جیسے سینکڑوں بجلیاں بیک وقت چمک جاتی ہیں ۔ تلوار کی کاٹ تھی یا بجلی کا رقص جو فسق و فجور کے نشیمن کو جلانے کے لیے اتری ہوئی تھی ۔ ابن حیدر کی تلوار جلال حیدری کی تصویر لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار کی تفسیر بنی ہوئی تھی۔ سخت دوپہر ہو چکی تھی ۔ زمین آگ اگل رہی تھی ، آسمان آگ برسا رہا تھا ، میدان کربلا میں چلنے والی ہوا اس قدر گرم تھی جیسا آگ کے شعلوں کو چاٹ کر آ رہی ہے ۔ اور تیغ امام بھی گرم ہو چکی تھی ، جس کو چھو جاتی اس کو جلا کر خاک کر دیتی اور وہ آگ آگ کہتا ہوا واصل جہنم ہو جاتا۔ میر مونس کہتے ہیں :

کیا جنگ میں تھی تیز شہنشاہ زمن گرم ❖ سرگرم ہوا گرم زباں گرم دہن گرم
پڑ جاتا تھا سایہ بھی تو ہو جاتے تھے تن گرم ❖ مرنے پہ بھی خونخواروں کے تھے زخم بدن گرم

شمشیر چل رہی تھی شبیر بڑھ رہے تھے ، شریر کٹ رہے تھے ، زمین کانپ رہی تھی ، آسمان لرز رہا تھا ، میدان ہل رہا تھا ، خون برس رہا تھا ، فضا کا سینہ دھڑک رہا تھا شریروں کی فوج بائیس ہزار تھی ، شبیر اکیلا تھا ۔ اس وقت ایک بدبخت اشارہ کرتا ہے کہ حسین

ادھر دیکھو وہ فرات کا پانی چمک رہا ہے مگر تمہیں ایک قطرہ بھی نہ دیا جائے گا اور تمہیں پیاسا ہی قتل کر دیا جائے گا اس وقت آپ یہ سُن کر زبردست جدال وقتال کرتے ہوئے ساحل فرات پر پہنچ گئے۔ مگر پانی تو پینا ہی نہ تھا۔ علی اصغر کے پیاسے چلے جانے کے بعد پانی کیا پیتے۔ جس کا جوان علی اکبر پیاسا شہید ہو چکا ہو، جس کے عابد بیمار کو ایک گھونٹ پانی نہ مل سکا ہو۔ جس کی سکینہ پانی کے لئے تڑپ رہی ہو، جس کی گھر والیاں پانی کے ایک ایک قطرے کو ترس رہی ہوں، جس کی ہمشیر کا حلق سوکھ کر کانٹا ہو چکا ہو، وہ پانی کیا پیتے صرف دشمنوں کو بتانا تھا کہ فرات حسین کی زد میں ہے، فرات ہی کیا اگر آپ چاہتے تو کوثر کا چشمہ کناروں سے بہتا ہوا میدان میں آجاتا۔ مگر آپ کو تو پیاسا رہ کر ہی امتحان دینا تھا۔ یہ تمام مصیبتیں اور تمام بلائیں پیاسے رہ کر ہی برداشت کرنا تھیں اور پوری رضامندی کے ساتھ بارگاہِ ایزدی میں اپنی مقدس جانیں پیش کرنا تھیں۔ اس بلائے عظیم کو برداشت کر کے ہی تو تکمیل ذبح عظیم ہونا تھی۔ وقت کی ان نزاکتوں کو دیکھ کر آپ کے اوپر ان ناقابلِ برداشت مظالم کے انبار دیکھ کر جنوں کا سردار وہی زعفر جو حضرت علی کے ہاتھوں پر مسلمان ہو چکا تھا آتا ہے اور آکر درخواست کرتا ہے کہ حضور والا میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے ساتھیوں کی تعداد بہت کم ہے اور دشمنوں کی کثرت ہے۔ مجھے حکم فرمائیں تاکہ میں دشمنوں کو چند لمحوں میں نیست و نابود کردوں۔ مگر آپ نے اس کی یہ درخواست منظور نہیں فرمائی۔ جنوں کا سردار ہی کیا آپ تو خود رسولِ عربی کے نواسے تھے، اگر آپ چاہتے تو اپنی ہی تلوار سے پورے یزیدی لشکر کو نیست و نابود کر دیتے۔ جو زبان سے نکلتا وہ ہو کر رہتا لیکن حسین کی تلوار بھی چلانا تھا اور شہید بھی ہونا تھا۔ حسین کا منصب یہ تھا کہ آپ کو مجاہدانہ شہادت نصیب ہو۔ اگر آپ قوتِ روحانی سے فوجِ یزید کو ختم کر دیتے تو آپ کو شہیدِ اعظم کون تسلیم کرتا۔ اگر آپ تلوار نہ اٹھاتے تو آپ کو مجاہدِ اعظم کون مانتا۔

جنگ پورے زور و شور پر جاری ہے، تیر چل رہے ہیں، تلواریں برس رہی ہیں

نیزے ٹکرا رہے ہیں حیدر کا شیر کبھی نعرۂ تکبیر لگاتا ہے، اور کبھی نعرۂ حیدری پکارتا ہوا مجاہدانہ شان سے دشمنوں کی صفوں کی صفوں کو الٹ رہا ہے۔ تیغِ امام چل رہی ہے، دشمن جہنم میں جا رہے ہیں۔ پیارے مصطفیٰ کا نواسہ تین دن کا پیاسا اپنے فرضِ منصبی کو پورا کر رہا ہے آپ کے جسمِ انور پر تیروں تلواروں، نیزوں اور برچھیوں کے بے شمار زخم آچکے ہیں۔ زخموں سے خون بہہ بہہ کر فاطمہ کے لال کا لباس سرخ ہو چکا ہے۔ تصویرِ مصطفیٰ کے ساتھ ساتھ قبائے مصطفیٰ بھی تار تار ہو چکی ہے۔ گھوڑا بھی خونِ حسین سے نہا چکا ہے۔ امامِ حسین پیکرِ استقامت بن کر ظالموں کا برابر مقابلہ کر رہے ہیں۔ آپ کے جسمِ انور سے خون بہت نکل چکا ہے نقاہت جسمانی لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جارہی ہے۔ مگر قوت عزم و اعتماد اور ایمان و یقین پورے جاہ و جلال کے ساتھ مصروفِ کارزار ہیں۔ امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح سے نواسہ کا امتحان ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ خون کی شیشی ہاتھوں میں لئے ہوئے نواسے کا مقدس خون کا انتظار فرما رہے ہیں۔ اب یہ انتظار ختم ہونے والا ہے کربلا کے دولہا کے لئے جنت کی سواری آچکی ہے حوریں صف بہ صف فاطمہ کے لال کے استقبال کے لئے کھڑی ہیں۔ چشمۂ کوثر بار بار تین دن کے پیاسے کے لئے جوش میں آکر کناروں سے اوپر بہہ نکلتا ہے۔ جبرائیل ہاتھوں میں ذبحِ عظیم کی سند لئے بڑی شدت سے انتظار کر رہے ہیں کہ وارث ذبحِ عظیم آجائے تو یہ تحفہ پیش کروں اتنے میں ایک تیر آکر حسین کے حلق میں پیوست ہو جاتا ہے۔ حلقومِ حسین سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ نانا جان اپنے پیارے نواسے کے آخری سجدہ کا انتظار کر رہے ہیں دیدارِ الٰہی کا وقت قریب سے قریب تر ہوتا جارہا ہے۔ امام الانبیاء اپنے نواسے کو بارگاہِ خداوندی میں پیش کرنے والے ہیں۔ وصال کی گھڑیاں اور بھی قریب آجاتی ہیں نیزے کے بوچھار سے جسدِ حسین زمین سے گر جاتا ہے فاطمہ کا لال گرم گرم ریت میں رل جاتا ہے۔

تیغوں سے بند بند جدا تھا جناب کا
شیرازہ کھل گیا تھا خدا کی کتاب کا

حسین جب گھوڑے سے گرے تو گرتی ہوئی انسانیت سنبھل گئی، فاطمہ کا لال خون میں ڈوب گیا تو اسلام کی ڈوبتی ہوئی کشتی کنارے پر پہنچ گئی، پیارے حسین کیا گرے کہ فسق کی دیواروں کو لرزہ آگیا، صبر و تشدد کے محلات پر لرزہ طاری ہوگیا۔ خونِ حسین کی سرخ لکیروں نے حق و باطل کی حدوں میں امتیاز کردیا۔ زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ دیکھ رہا تھا کہ قرآن کا ناطق گر چکا ہے اور شمر کا پاؤں گردنِ حسین پر رکھا ہوا ہے۔ ادھر سنان بن انس شور مچا رہا ہے کہ حسین کا سر کاٹ دو! حسین اُٹھ ہونے کے لئے زور لگا رہے ہیں آخری سجدہ کرنے کے لئے آخری قوت صرف کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا شمر میری گردن سے پاؤں اٹھالے تاکہ میں اپنے رب کے حضور سجدہ کرلوں مگر بدبخت شمر نے اپنا ناپاک پاؤں نہ ہٹایا آپ نے اس حالت میں بھی زورِ یداللّٰہی سے اپنا رُخ بدل کر سرِ نیاز کو بارگاہِ خداوندی میں رکھ دیا علامہ اقبال کہتے ہیں:

اسلام کے دامن میں بس اس کے سوا کیا ہے
اِک ضرب یداللّٰہی، اِک سجدۂ شبیری،

یہی سجدۂ نیاز تھا جس نے انسان کو کرّمنا بنی آدم کا تاج پہنا کر فرشتوں سے اشرف اور تمام مخلوقات سے ممتاز کردیا۔ اُدھر شمر گردن پر خنجر پھیر رہا ہے اِدھر سجدۂ محبت ادا ہو رہا ہے، ملائکہ کی صفیں کربلا کے شہنشاہ کو سلامی پیش کر رہی ہیں۔ فاطمہ کا لال اپنے امتحان میں پوری کامیابی کے ساتھ پاس ہو کر اس دارِ فانی کو خیرباد کہہ کر داعیٔ اجل کو لبیک کہتا ہوا بارگاہِ ربِ جلیل میں پہنچ جاتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

یزیدی کتوں نے حسین کا سر کیا قلم کیا پوری انسانیت کا سر قلم کیا اور پھر اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ان ظالموں نے آپ کے کٹے ہوئے سرِ اقدس کو نیزے پر چڑھا کر گلی گلی

Scanned by CamScanner

گھمایا، لیکن سنو ظالموں نے کچھ بھی سوچ کر سرِ حسین نیزے پر چڑھایا ہو مگر سرِ حسین جاتے جاتے نیزے پر بلند ہو کر یہ حقیقت دنیا والوں کے سامنے پورے طور سے ظاہر کر دینا چاہتا ہے کہ حق ہمیشہ سربلند ہی رہتا ہے، صداقت کو ہمیشہ سرفرازی ہی نصیب ہوتی ہے۔

یہ تھی وہ داستانِ عشق و محبت جس کے ہر موڑ پر ایثار و قربانی، عزم و استقلال کا کوئی عظیم پیکر جیسے اعلان کر رہا ہو۔

ناؤ طوفان کے دھاروں کو بنایا ہم نے
بستر آگ کے شعلوں پہ بچھایا ہم نے
جان تو دی مگر ایمان کو جانے نہ دیا
عظمتِ دین پہ سر اپنا کٹایا ہم نے

ظہورِ قدسی

از قلم: مولانا زاہد علی سلامی رضوی سنبھلی (عالم فاضل الہ باد، ادیب کامل علیگ،
متعلم دار العلوم جامعہ نعیمیہ، مراد آباد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ؁ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی حَبِیْبِہِ الْکَرِیْم

کیا شانِ احمدی کا چمن میں ظہور ہے ؁ ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے

اِک نامِ مصطفےٰ ہے جو بڑھ کر گھٹا نہیں ؁ ورنہ ہر اک عروج میں پنہاں زوال ہے

؎ خزاں کے بعد بہار آئی پھر گلستاں میں

کرۂ ارض کی اس وسیع فضا میں حضرت ابن مریم علیہ السلام کے دورِ نبوت کے بعد اس خود سر دنیا میں کسی دینی مربی کا سایہ نظر نہیں آتا تھا۔ خدائے واحد کی وحدانیت کا پرچار کرنے والا کوئی قافلہ دکھائی نہ پڑتا تھا، دم توڑتی ہوئی انسانیت کو سہارا دینے والا کوئی گروہ دُور تک نظر نہیں آتا تھا، قہار و جبار کی تسبیح و تہلیل کرنے والا کوئی نہ تھا روحوں کی بے قراری کو قرار دینے والا کوئی نہ تھا۔ خالقِ ارض و سما مالکِ انس و جاں کی عبادت کرنے والا کوئی نہ تھا۔ رب الارباب کے دین کو پھیلانے والی کوئی طاقت دکھائی نہ دیتی تھی۔ حتیٰ کہ کسی ہادی کی پرچھائیں تک نظر نہ آتی تھی، بلکہ جگہ جگہ انتشار تھا، جگہ جگہ بے چینی تھی، خدائے لم یزل کی عبادت کے بجائے خود ساختہ بے جان بتوں کی پرستش کی جا رہی تھی۔ آگ کے دہکتے ہوئے فلک شگاف شعلوں کو معبودِ برحق سمجھ کر ان کی عبادت

کی جا رہی تھی۔ وحشت و بربریت انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ ایک بھائی کی تلوار دوسرے بھائی کی گردن کاٹنے کے لئے ہمہ وقت نیام سے باہر رہتی تھی۔ بیواؤں، یتیموں اور بیکسوں کی قدر و منزلت انسانی نگاہوں سے اوجھل ہو چکی تھی۔ پوری انسانی آبادی گناہوں کے بار سے دبی ہوئی چیخ رہی تھی۔ افراد انسان کے قلوب سے عزت و شرافت کی کھلی ہوئی کلیاں سسک سسک کر دم توڑ رہی تھیں۔ ہر سمت کبر و نخوت کی گھٹا ٹوپ بدلیاں منڈلا رہی تھیں جہالت و گمراہی کی تاریکیاں دل و دماغ کے ہر ہر گوشے پر چھا چکی تھیں۔

الغرض! ہر صورت سے خدائے واحد کی وحدانیت کا انکار کیا جا رہا تھا کہیں پر دریا کی بے قرار لہروں کے سامنے اپنی بندگی کا اظہار کیا جا رہا تھا، کہیں پر چاند و سورج اور جھلملاتے ہوئے ستاروں کے روبرو جبینِ عقیدت کو خم کیا جا رہا تھا۔ کہیں پر اپنی اپنی کامرانیوں کے لئے خود تراشیدہ بتوں کے سامنے سر ٹیکا جا رہا تھا۔ عدل و انصاف کا نام و نشان صفحۂ دہر سے محو ہو چکا تھا۔ حقوق العباد غصب کرنا عام طور پر ضروری بن چکا تھا۔ بدکاری کا زہر پوری انسانیت میں پھیل چکا تھا۔ لوٹ، کھسوٹ، چوری، عیاشی اور شراب نوشی ان کا محبوب ترین مشغلہ بن چکا تھا۔ بات بات میں گالیاں دینا ان کا تکیہ کلام بن چکا تھا اپنے اور بیگانے کا امتیاز اٹھ چکا تھا۔ تہذیب و تمدن کا ٹمٹماتا ہوا چراغ بجھ چکا تھا، ماں کی آغوشِ محبت سے ننھی ننھی بے گناہ بچیوں کو چھین کر سپردِ خاک کر دیا جاتا تھا۔ یتیموں اور بیواؤں کی عصمت و عفت کو سرِ بازار نیلام کر دیا جاتا تھا۔ عام رسم تھی کہ فرزند اکبر اپنے باپ کی بیبیوں کو جائداد کی طرح قبضے میں کر لیا کرتا تھا۔ عورت کو اس مقام پر لا کر کھڑا کر دیا تھا۔ کہ اس کو محض حظِ نفس کی تکمیل کا ذریعہ یا آلۂ تفریح سمجھتے تھے، عورتوں سے حقوقِ زندگی چھین لئے گئے تھے، حق و صداقت کے راستے انسانی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تھے۔ وادیٔ ضلالت میں بھٹکنے والے نشۂ غفلت میں بدمست سرشار، جو انسانیت سے عاری

ہونے کے باوجود انسان کہلانے پر نازاں تھے۔ تہذیب و تمدن اور اخلاق و معاشرت سے ناآشنا تھے۔ باہمی خلوص و ہمدردی، عقیدت و محبت سے بے بہرہ تھے۔ زبردست کی شہنشاہی اور کمزور کی تباہی کے ایام تھے۔ زبردست زیردستوں کی ہڈیاں چوس رہے تھے غرضیکہ عرب کے وہ باشندے کردار و اخلاق، عادات و اطوار، محبت و اخوت کی لذتوں سے کوسوں دور نکل چکے تھے۔

اللہ اللہ! کتنی بھیانک تھی وہ گھڑی جب کفر و الحاد کی گھنگھور گھٹائیں انسانی سروں پر منڈلا رہی تھیں۔ کتنی کرب انگیز تھی وہ ساعت جب کشتیٔ انسانیت کفر و شرک کی تلاطم خیز لہروں میں ہچکولے کھا کھا کر غرقِ آب ہو رہی تھی، کتنے پُرخطر تھے وہ لمحات جب شوہر کے انتقال پر نوجوان بیوہ کو نذرِ آتش کرنے میں کسی کی جبین پر ہلکی سی شکن تک نہ آتی تھی، کتنے افسوس ناک تھے وہ اوقات جب ربّ الارباب کا نام لینے والا کوئی دور دور تک بھی دکھائی نہ پڑتا تھا، کتنے دردناک تھے وہ صبح و شام جب حقانیت کا پرچار بلند کرنے والا کہیں سے کہیں تک نظر نہ آتا تھا۔ کس قدر قیامت خیز تھا وہ دور جب کوئی مونس و غمخوار نہ ملتا تھا جو سسکتے اور بلکتے ہوئے مظلوموں، جو تڑپتے اور دم توڑتے ہوئے انسانوں جو بے کسوں اور بے بسوں کے بہتے ہوئے اشکوں کو جذب کر لیتا، کتنا پُرآشوب تھا وہ ماحول جب بات ہی بات میں آن ہی آن میں ہزاروں خون آشام شمشیریں بے نیام ہو جایا کرتی تھیں اور کشتے کے پشتے لگ جایا کرتے تھے۔ کیسا پُرملال تھا وہ وقت جب اکنافِ عالم میں ظلم و بربریت کا پہرہ لگا ہوا تھا، ہر چہار جانب تاریکی ہی تاریکی نظر آ رہی تھی۔ ہاں ہاں!! یہ اسی وقت کی بات ہے جب زمین اپنے سینے پر ایک محسنِ انسانیت کے پاؤں کے تلووں کی لذت پانے کے لئے بیقرار تھی، جب آسمان ایک بندۂ حق پر رحمتوں کی برسات برسانے کے لئے مضطر تھا، جب مصر اور ہندوستان، بابل اور نینوا، یونان اور چین

کی تہذیبیں اپنی شمعیں گل کر چکی تھیں۔ جب روم اور فارس اگرچہ تمدنی عظمت کا پرچم بلند رکھنے کے دعویدار تھے مگر ان کے شیش محلوں میں بدترین مظالم کا دور دورہ تھا۔ جب گراہتی سسکتی زندگی کے تراشیدہ زخموں سے تعفن اُٹھ رہا تھا۔ جب عرب کے ریگزاروں میں قبائلی عصبیت نے حیاتِ انسانی کا گلا دبوچ رکھا تھا۔ جب انسان صراطِ مستقیم سے بھٹک کر افراط و تفریط کا شکار ہو چکا تھا، جب انسان نیکی اور ہدایت کی باتوں سے بدکتا تھا۔ تو ٹھیک اس وقت ایسے بے راہ روی کے ماحول میں ضرورت تھی ایک ایسے محسنِ انسانیت کی جو ایک ہی وقت میں مونس و غم خوار بھی ہو، جو بیواؤں اور یتیموں کا ساتھی بھی ہو، جو زیردست اور غلاموں کا ہمدرد بھی ہو، جو حق و صداقت کا علم بردار بھی ہو، جو رشد و ہدایت کا پیکر بھی ہو جو عدل و انصاف کا مرکز بھی ہو، جو نبوت و رسالت کا سنگم بھی ہو، جو مسیحائے زخم و جگر بھی ہو، جو محسنِ انسانیت بھی ہو، جو آنکھوں کا سرور اور دل کی ٹھنڈک بھی ہو، جو بے سہاروں کا سہارا بھی ہو، جو روتے ہوئے بیکسوں اور بے بسوں کے بہتے ہوئے اشکوں کو اپنے دامن کرم میں جذب کرنے والا ہو، جو دل کا درمان اور کشور بدن کا سلطان بھی ہو،

ضرورت تھی ایک ایسے ریفارمر کی جو پوری قوم انسانیت کو ضلالت و گمراہی کی پٹری سے اتار کر رشد و ہدایت کے ایک ہی پلیٹ فارم پہ لاکر کھڑا کر دے، ضرورت تھی ایک ایسی ذاتِ گرامی کی جو عالم میں انقلاب پیدا کرے ___ ضرورت تھی ایک ایسے آسمانِ نبوت کی جو دنیا کو سعی بہیمی خواص کے پنجے سے چھڑا کر ملکی صفات سے متصف کرا دے۔

ضرورت تھی ایک ایسے بدرِ کامل کی جو نفسانی کدورتوں کے بجائے ربانی انوار سے قلوب کو معمور فرما دے۔

ضرورت تھی ایک ایسے مرشدِ ربانی کی جو انسانی نفوس کو شائستگی عنایت فرما دے

ضرورت تھی ایک ایسے مغیثِ اعظم کی جو دنیا کو دستگیر بن کر تعرِ ضلالت سے نکال دے۔

ضرورت تھی ایک ایسے منصفِ اعظم کی جو عدل و انصاف کے قوانین جاری فرمادے۔

ضرورت تھی ایک ایسے فاتحِ اعظم کی جو ظلم و جہالت کی افواج کو شکست دے کر فتح و نصرت کے علم بلند فرمادے ــــ ضرورت تھی ایک ایسے رہبرِ اعظم کی جو دور افتادوں کو منازل قرب تک پہنچادے ــــ ضرورت تھی ایک ایسے رسولِ اعظم کی جو چھوٹے ہوؤں کو رب سے ملادے!

تو اس وقت ہاں ہاں اسی وقت فرشِ گیتی کا ایک ایک ذرہ ان معصیت کیش انسانوں کے بارِ گناہ سے تنگ آکر دعا کرتا ہے۔ دعا فضائے آسمانی میں گھومتی ہوئی افلاک کو چیرتی ہوئی بابِ اجابت سے ٹکراتی ہے، یکایک رحمتِ خداوندی کو جوش آہی جاتا ہے اور رشد و ہدایت کا سرچشمہ سرزمین مکہ سے پھوٹ پڑتا ہے اچانک نسیم سحری کا ایک جھونکا آیا اور عندلیبانِ چمن ایک دوسرے کو مژدۂ جانفزا سنانے لگیں۔ طائرانِ خوش الحان اپنی روح نواز نغمہ سنجیوں سے دلوں پر کیف و مستی نازل کرنے لگیں۔ گلوں کی نرم و نازک پنکھڑیاں مستی میں آکر دوشِ نسیم کے سہارے جھومنے لگیں، لبوں پر مسکراہٹ کی بجلیاں چمکنے لگیں، کفر و الحاد کی عمارتیں پارہ پارہ ہوگئیں۔ توحید کا سورج طلوع ہوگیا۔ عالم کا نقشہ بدل گیا، تمام عالم مرفہ الحال ہوگیا روحانیات کے ورود سے تمام صحنِ زمین پُر ہوگیا۔ مرجھائی ہوئی کلیوں کا رنگ جوشِ مسرت سے بدل گیا، آتشکدۂ فارس بجھ گیا، مجوسیت کا شیرازہ بکھر گیا، عالمگیر مصیبت کے بجائے رحمتِ عامہ کا نزول ہوا۔ تمام جہان نور سے معمور ہوا، بامِ کعبہ پر علم سبز نصب ہوا۔ ہر طرف اجالا

ہی اُجالا نظر آنے لگا۔ جہان کا پودا پودا نئے لباس سے آراستہ نئی ہوا میں جھومتا، لہلہاتا نظر آنے لگا، زمین کے افسردہ خاطروں پر طرب کی موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ باغِ ہستی میں بہار آنے لگی، صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی، بت خانوں میں ہلچل مچ گئی، جھوٹی خدائی کی جھوٹی شان و شوکت خاک میں مل گئی، ظالموں کا ظلم اور آقاؤں کی ڈکٹیٹری ختم ہوگئی وحشت و بربریت نیست و نابود ہوگئی، پوری کائنات انوار و تجلیات سے بھر گئی خنک ہواؤں میں دلفریب بھینی بھینی مہک بس گئی۔ آرزومندانِ جمال کی چشمِ تمنا وا ہوئی، آتش خانوں کی صدہا سالہ آگ سرد ہوئی، قحط سالی رفع ہوئی، گلشنِ تمنا میں بادِ مراد چلی، خشک اور چٹیل میدان سرسبز و شاداب ہوئے، غنچے چٹک چٹک کر، پھول کھل کھل کر شگفتہ ہوگئے مدتوں کے سوئے ہوئے گل اپنی رنگا رنگ صورتوں کے ساتھ رنگین و تازہ ہتھیلیوں سے آنکھیں مل مل کر بیدار ہوگئے۔ دبلے اور کمزور جانور فربہ ہوگئے، عز و جبروت والے بادشاہ کے قصر و ایوان کے چودہ کنگرے سربخاک ہوگئے، شیاطین کے تخت الٹ گئے، بت خانے ویران ہونے لگے، بھوکے قحط زدہ سیر معلوم ہونے لگے، سوکھے ہوئے درخت پھل لانے لگے پھول مہکنے لگے، غرض کہ فصلی اور موسمی تغیرات نے ایک عظیم انقلاب پیدا کرنے والی ہستی کے ورود کی خبر دی۔ باطل معبودوں کی ذلت و رسوائی نے ان کے بطلان کی شہادت دی، ، نظامِ قدرت کے عظیم تبدل سے ایک سرِ الٰہی کے ظہور کا پتہ ملا۔ نرگسِ منتظر کا فرش بچھا۔ رحمتِ الٰہی کا شامیانہ تنا۔ فرح و طرب نے عالم پر قبضہ کیا، شبِ غم نے بستر اٹھایا۔ صبحِ امید نے چہرہ دکھایا۔ اور ۲۳ اپریل ۵۷۱ء مطابق ۱۲ ربیع الاول شریف یا بروایتِ دگر ۲۰ اپریل ۵۷۱ء مطابق ۹ ربیع الاول کو صبحِ صادق کے وقت صبحِ صادق نے طلوع فرمایا۔

سرزمینِ مکہ پر عبداللہ کے گھر میں آمنہ کی گود میں محبوبِ خالقِ اکبر، کونین کے

سرور، دارین کے تاجور، مجموعۂ مخلوقات کے حرفِ اولین، مورثِ فضائل وکمالاتِ آخرین، دیوانِ حشر کے صدر نشیں، شہنشاہِ انبیاء و مرسلین، تفسیر قرآنِ مبیں، طٰہٰ ویٰسٓ، کاتب قدرت کے قلم ایجاد کے اوّل شاہکار، نادرِ روزگار، خلاصۂ لیل و نہار، زہرہ جبین انوار، نورِ عیونِ اخیار گلزارِ خلائق کے سب سے نفیس پھول، مبدارِ ضوابط فروع و اصول، رابطۂ علت و معلول واسطہ جاعل و مجعول، آسمانِ نبوت و رسالت کے نیرِ اعظم، نورِ دیدۂ ابراہیم و آدم، فخرِ آدم و بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشنگانِ جمال کو شرابِ دیدار سے سیراب کرتے ہوئے ظہور پذیر ہوتے ہیں سبحان اللہ! ؎

بصد اندازِ یکتائی بغایت شانِ زیبائی
امیں بن کر امانت آمنہ کی گود میں آئی!

ذرا غور کیجئے خالق اکبر نے محبوب اکبر کو کس تزک و احتشام اور کس شان و شوکت کے ساتھ ظاہر فرمایا۔

وہ آیا تو نسیم سحری خرام ناز سے چلنے لگی، وہ آیا تو پوری روئے زمین میں امن و شانتی کی فضا پھیل گئی، وہ آیا تو پوری دنیا اتحاد و اتفاق کی گہوارہ بن گئی، وہ آیا تو کائنات کے گوشے گوشے کے مردہ جسموں میں زندگی کی از سر نو ایک لہر دوڑ گئی، وہ آیا تو ضلالت و گمراہی نیست و نابود ہو گئی، وہ آیا تو تعصب و جہالت کی زنجیریں کٹ گئیں، وہ آیا تو انسان و انسانیت کی آزادی کا وقت ساتھ لایا۔ وہ آیا تو سارے جہان کے لئے رحمت اور نور بن کر آیا، وہ آیا تو اخلاق و کردار کا اعلیٰ نمونہ بن کر آیا۔ وہ آیا تو ایسا عظیم مصلح بن کر آیا جو ہر اصلاح سے پہلے خود اس کی عملی نظیر پیش کی، اگر اس نے نماز کا حکم دیا تو پہلے خود رات رات بھر اس طرح نماز پڑھ کر دکھائی کہ تورمت قدماہ (یعنی پائے مبارک ورم کر آتے تھے،

اگر اُس نے روزہ کا حکم دیا تو پہلے خود دائم الصوم رہا۔ اگر اُس نے تجارت کا حکم دیا تو پہلے خود تجارت کے بازاروں میں وَابتغوا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ کی عملی تفسیر بن کر تجارت کی۔ اگر اُس نے تنگ دستی پر صبر و قناعت کی تلقین کی تو پہلے خود اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھے، اگر اُس نے اپنے مفاد کو دوسرے کے مفاد کے لئے قربان کر دینا سکھایا تو پہلے خود بھوکے رہ کر اپنے صحابہ کو کھلایا، اگر اُس نے فرمایا کہ قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے تو پریکٹیکل طور پر جنگِ خندق کے موقع پر صحابہ کے دوش بدوش خندق کھود کر اس کو بھی ثابت کر دیا لیکن جب اسی محسنِ انسانیت اور اسی پیکرِ نبوت و رسالت نے چاہا کہ:

جگہ جگہ سر جھکانے والے انسان سے ایک خدائے واحد کی عبادت کرائی جائے ساری دنیا کو بتوں کی محبت کے چنگل سے آزاد کیا جائے، دَر بدر بھٹکتی ہوئی قوم کو صرف اور صرف ایک قہار و جبار کے آستانے پر جھکا دیا جائے، جہنم کے دہکتے ہوئے فلک شگاف شعلوں اور چمکتے ہوئے سُرخ انگاروں میں ڈوبنے والی امت کو نجات کی راہ دکھائی جائے عرب جیسی قوم کی بے ہودگیوں اور بدعقیدگیوں کی اصلاح کی جائے بگڑی ہوئی قوم کو راہ راست پر لانے کے لئے ان کے سامنے خدائے لم یزل کا نازل فرمودہ قانون پیش کیا جائے، برائیوں کو ختم کر کے نیکیوں کو فروغ دیا جائے، اولادِ آدم کے دِلوں سے معبودانِ باطل کی انسیت دور کر کے ان میں انوارِ الٰہی کی تجلیاں بسا دی جائیں، قومِ انسانیت کے دِلوں کی کدورتوں کو نکال کر ان میں انوار ربی اور تجلیاتِ صمدی کی مقدس آبادیاں بسا دی جائیں!۔

پیغمبر اسلام کا پہلا قدم

تو اُس وقت اسی مقصد کو لے کر پیغمبر اسلام آگے قدم بڑھاتے ہیں۔

دوستو! ایسی مہیب فضا میں اور ایسے گھناؤنے ماحول میں رشد و ہدایت کا کام کوئی معمولی کام نہ تھا۔ ایسے درندہ صفت انسانوں کے سامنے قانونِ الٰہی پیش

Scanned by CamScanner

کرنا کوئی معمولی کام نہ تھا۔ یاد رکھنا! کسی ایسی قوم کو جو کبھی کسی بادشاہ کے زیرِ فرمان رہی ہو اسے کسی عظمت و قوت والے تاجور کی صولتِ شاہانہ سے بہت جلد مسخر کیا جا سکتا تھا۔ وہ قوم جو ایک مرتبہ اپنی گردنوں میں کسی فرماں رواں کا حلقۂ غلامی پہن چکی ہو بہت آسانی اور شائستگی کے ساتھ کسی دوسرے زبردست طاقت ور کے حضور سرِ فرماں برداری خم کر سکتی تھی اور بہت جلد اس کے حقوق پہچان کر شاہانہ خدمات بجالانے کی خوگر ہو سکتی تھی۔ لیکن کسی ایسی قوم کو مسخر کر لینا جس پر کبھی کسی فرمانروا کا تسلط نہ ہوا ہو۔ جس نے کبھی کسی فرمانروا کی شکل پریشان خواب میں بھی نہ دیکھی ہو، کسی ایسی قوم کو اطاعت و فرماں برداری کی راہ پر لا کر کھڑا کر دینا جس کے آباء و اجداد تک صدیوں سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت اور اس کی لذت سے بالکل نابلد ہوں۔ کسی ایسی قوم کو تابع کر لینا جس کی گردنیں کسی دینی مقتدا کے سامنے جھکنے کی عادی نہ ہوں، کسی ایسی قوم کو ایک معبودِ حقیقی کے حضور سربسجود کر دینا جس نے جگہ جگہ پتھر اور مختلف چیزوں کے بت تراش تراش کر معبودانہ حیثیت سے نصب کر رکھے ہوں۔ کسی ایسی قوم کو مطیع و فرماں بردار بنا دینا جس کی گردنیں غلامی کے طوق سے اور جس کے کان حلقہ بگوشی کی رسم سے ناآشنا ہوں۔ کسی ایسی قوم کو راہِ راست پر لے آنا جو لوٹ مار، قتل و غارت، حرام کاری، شراب خوری کو ممنوع الترک اوراد کی طرح لازم جانتی ہو۔ کسی ایسی قوم کو شفقت و محبت کی بیڑیاں پہنا دینا جو ننھی ننھی بے گناہ جانوں کو انتہائی بے رحمی کے ساتھ خاک کے نیچے دبا دینا قابلِ ستائش تصور کرتی ہو، کسی ایسی قوم حساس ذمہ داری کی زنجیروں میں جکڑ دینا جو حریت و آزادی کی عادی بن چکی ہو۔

الغرض ایسی بے مہار قوم کو راہِ راست پر لے آنا، اس کو مطیع و فرماں بردار بنا لینا، اس کے ہاتھ پاؤں حکومتِ اسلامیہ کی رسی میں جکڑ لینا، اس کی آزاد اور متکبر گردنوں میں غلامی اور عاجزی کا طوق ڈال دینا۔ اس کی جان و مال کا مالک بن جانا، اس کے خصائل

بدل کر شائستگی اور تہذیب کے زنداں میں قید کر لینا، اس کو اطاعت کا سلیقہ سکھا دینا اور یکایک اس کا اطاعت قبول کر لینا اتنا ہی مشکل تھا جتنا آفتاب کو بعد غروب واپس لانا اور چاند کو کاٹ کر دوپارہ کر دینا مشکل ہے، لیکن پیغمبر اسلام تبلیغ حقانیت کی خاطر ان ساری دشواریوں کو برداشت کرتے ہوئے میدانِ عمل میں اتر کر سلسلۂ تبلیغ شروع فرما دیتے ہیں، ہم جانتے ہیں! کہ اعلانِ حق، اظہارِ صداقت، تبلیغ ہدایت، بہت اہم اور برتر ہے لیکن یاد رکھئے! جس قدر یہ اہم و برتر ہے اس سے کہیں زیادہ یہ دشوار اور نازک تر بھی ہے۔ یہ مرحلہ تبلیغ بڑا ہی کٹھن مرحلہ ہے۔ اس کی ترویج و اشاعت کے لئے بڑی ہی پرُخار وادیوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس راہ میں قدم قدم پر مصیبتوں، رکاوٹوں اور مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے تبلیغ کرنے والوں کی راہوں میں کانٹے بھی بچھائے جاتے ہیں، تبلیغ کی پاداش میں گالیاں بھی سننا پڑتی ہیں، تبلیغ کے میدان میں پتھروں کی بارشیں بھی سہنا پڑتی ہیں، اس فریضہ کی ادائیگی میں جسموں کا لہولہان ہونا بھی برداشت کرنا پڑتا ہے، طرح طرح کے مصائب و آلام کو گلے لگانا پڑتا ہے تب کہیں جاکر تبلیغ کا کماحقہٗ حق ادا ہوتا ہے، لیکن ان تمام کٹھنائیوں سے گزر کر اس اہم فریضے کو انجام دینا یہ صرف اور صرف انہیں حضرات کا حصہ ہے جن کو رب کی جانب سے مخصوص صلاحیت ولیاقت اور ہمت و عزیمت کا تحفہ نصیب ہو چکا ہو۔ تاریخ کے اوراق پر ابھرے ہوئے ایسے انسان بھی نظر سے گزرے ہیں جنہوں نے مصائب و شدائد سے گھبرا کر مشکلات و پریشانیوں سے عاجز آکر اس فریضہ اسلام سے منہ پھیر لئے ہیں۔ مگر نبی و رسول کو ربّ تعالیٰ صبر و رضا، استقلال و استقامت ہمت و عزیمت کی وہ اعلیٰ قابلیت عطا فرماتا ہے کہ اگر مخالفت کی تیز و تند آندھیاں ان مقدس دامنوں سے الجھ کر سلسلۂ تبلیغ کو منقطع کرنا چاہیں تو خود تو اپنا وجود کھو سکتی ہیں لیکن نبی کے پائے استقلال میں ذرا تزلزل پیدا نہیں کر سکتیں رسول کے اس عزم مصمم

میں ذرا تذبذب پیدا نہیں کرسکتیں۔

کتب سیر کا مطالعہ کیجئے! آج بھی آپ کی راہ نمائی کے لئے تاریخ کے صفحہ قرطاس پر ابھرے ہوئے نقوش چیخ چیخ کر پکار رہے ہیں۔ یاد کیجئے جس وقت ہادیٔ اعظم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اصلاح وہدایت کا نمونہ بن کر تبلیغ اسلام کی خاطر قوم کے سامنے تشریف لائے تو اس وقت عام انسانوں کی طرح تلواروں کی دھاروں، نیزوں کی انیوں برچھیوں کے پھل اور تیروں کی سوغات سے آپ کا استقبال کیا گیا۔ ان درندہ صفت انسان نما حیوانوں نے اپنی پوری درندگی کا حق ادا کردیا۔ اور پیارے رسول کے مقدس جسد اطہر کو زخمی اور چھلنی کردیا۔ صرف اور صرف اس لئے کہ یہ عاجز اور پریشان ہوکر، زخموں سے چور ہوکر اپنی اس تبلیغ سے باز آجائیں۔ لیکن قربان جائیے اس پیکرِ ہمت واستقامت پر کہ یہ ساری رکاوٹیں اور یہ تمام مصائب وآلام اس کے قدم استقلال میں ذرا لغزش پیدا نہ کرسکے وہ مقدس رسول ہر زبردست سے زبردست مصیبت وتکلیف کو پیکرِ ضبط وتحمل بن کر برداشت کرتے رہے۔ بڑی سے بڑی مصیبتوں اور کلفتوں کے اوقیانوس آئے مگر پیارے رسول کو تبلیغ وتذکیر سے باز نہ رکھ سکے۔

آیئے! آج اسی پیارے رسول کی کتابِ حیات کا مطالعہ کرتے جایئے وہ ہی پیارا رسول جس کے روح پرور ارشادات اور انقلاب آفریں تعلیمات نے خود فراموش انسان کو خود شناش بنادیا۔ وہ ہی پیارا رسول جس نے انسان کے دل میں اپنی منزلِ رفیع پر پہنچنے کی بے چین تمنا پیدا کردی۔ ذرا دیکھئے اس کے اپنے شب وروز کیسے بسر ہوتے تھے اس کی اپنی معاشی اور سماجی زندگی کس رنگ وبو میں گزرتی تھی۔ وہ اپنے اخلاق وکردار کے کس اہم معیار پر قائم تھا؟ تو میں آگے کچھ عرض کرنے سے پہلے یہاں ایک شبہ کا ازالہ بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ یاد رکھئے! "اخلاق،، صرف رحمت ورافت تواضع و

Scanned by CamScanner

انکساری ہی کا نام نہیں میری نظر میں اخلاق کا یہ نہایت ہی محدود تصوّر ہے۔ بلکہ انتہائی اشتعال انگیز ماحول میں مچلتے ہوئے جذبات کو قابو میں رکھنا، باطل کی طاغوتی قوتوں کے سامنے سربلند کرکے سینہ سپر ہونا، اپنے مقصدِ حیات سے لازوال وابستگی اختیار کرنا وفاکیش میدان جنگ، ناموافق ماحول میں جرأت وہمت کا اظہار کرنا، یہ سب کے سب اخلاقِ حسنہ ہی کے اہم ترین پہلو ہیں۔ آپ کی کتاب کا ہر ہر ورق جملہ مکارم اخلاق سے روشن وتابندہ ہے۔

آپ کو یاد ہوگا! جس وقت پیغمبر اسلام نے دعوتِ حق کی ابتدا کرتے ہوئے پوری قومِ عرب کو للکارا تو آپ کی للکار کی ہیبت سے باطل کے ایوانوں میں زلزلے آگئے ظالموں نے شمع حق کے پروانوں پر ظلم وستم کی انتہا کردی مگر ان کے دہکتے ہوئے ایمانی شعلوں کو خاموش نہ کرسکے۔ ان پروانوں پر ظلم کے بادل برستے رہے، ستم کی بجلیاں کوندتی رہیں۔ لیکن قربان جائیے ان جاں نثارانِ رسالت پر کہ جبر وشقاوت کی برستی ہوئی برسات میں، ابتلا وامتحان کے ہر میدان میں صبر واستقامت، عزم واستقلال کے پیکر ومجسمے بنے ہوئے جبر واستبداد، آزمائش وامتحان کے ہر موڑ سے ببانگِ دہل یہ اعلان کرتے ہوئے گزر گئے ؎

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کرچکا ہے تو امتحاں ہمارا

آخر کار جب اہلِ قریش نے دیکھا کہ محمد عربی کے دیوانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا ہی چلا جارہا ہے، آپ کے ماننے والے کی تعداد دن بدن بڑھتی ہی جارہی ہے تو ایک دن سب اہلِ قریش جمع ہوکر جناب ابوطالب کے پاس پہونچے اور جاکر کہنے لگے کہ جناب ہم لوگ آپ کے پاس اس لئے آئے ہیں کہ آپ کے بھتیجے محمد نے ہمیں

بُری طرح پریشان کر ڈالا ہے ہم سب کا جینا دشوار ہو چکا ہے۔ اُس نے اپنا یہی پیشہ بنا لیا ہے کہ وہ ہمارے بتوں کی توہین کرتا ہے، ہمارے آبائی دین اور ہماری عزت و آبرو پر حملہ کرتا ہے ہمارے پُرانے مذہب کو جڑوں سے اکھاڑنا چاہتا ہے، وہ اپنے ایک نئے مذہب کی داغ بیل ڈالنا چاہتا ہے، ہمارے رفقاء و احباب کو اپنی غلامی کی زنجیروں میں جکڑ لینا چاہتا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ جس مذہب کا وہ پرچار کر رہا ہے اس کے ماننے والوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ اس کی طاقت و قوت میں دن بدن اضافہ ہوتا ہی چلا جا رہا ہے۔ مگر چونکہ آپ ہماری جماعت کے بزرگ ہیں، ہماری قوم کے بڑے ہیں، ہم پر آپ کا احترام لازم ہے۔ اُس لئے ہم نے اب تک بھی آپ کے بھتیجے کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا ہے، لیکن اب ہم اس کی ان باتوں سے عاجز آ چکے ہیں اب ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلکنے کے قریب آ چکا ہے لہٰذا اب مناسب یہی ہے کہ آپ اپنے بھتیجے کو سمجھائیے کہ آئندہ وہ ایسی حرکتیں نہ کرے۔ یا پھر اس سے پوچھئے کہ وہ اس فتنہ انگیزی اور اس شرارت سے کیا حاصل کرنا چاہتا ہے، اگر وہ دولت چاہتا ہے تو اس سے باز آجائے ہم اس کے پاس خزانوں کے ڈھیر لگا دیں گے۔ اگر اسے کوئی رشتہ مطلوب ہے تو وہ اس اعلان کو چھوڑ دے ہم اس کی دامادی کو اپنے لئے باعثِ فخر سمجھیں گے، اگر اسے بادشاہ بننے کا شوق دامنگیر ہے تو وہ اپنی اس تبلیغ سے رک جائے ہم اسے بدل و جان اپنا سربراہ ماننے کو تیار ہیں لیکن وہ ان تمام باتوں کے باوجود بھی باز نہ آئے تو پھر اس کے بعد ہم آپ کا احترام باقی نہ رکھ سکیں گے۔ جناب ابو طالب نے قوم کی یہ پکار سننے کے بعد ان سے وعدہ کر لیا کہ ٹھیک ہے اب ہم اسے سمجھا دیں گے۔ قوم یہ عہد و پیمان لیکر چلی جاتی ہے۔ اچانک کچھ ہی دیر کے بعد پیغمبرِ اسلام اپنے چچا کے پاس تشریف لے آتے ہیں۔ پیارے چچا پیارے بھتیجے کی جانب

متوجہ ہوئے اور ابھی کا گزرا ہوا قوم کا سارا واقعہ سنا کر انتہائی شفقت و محبت بھرے لہجے میں کہنے لگے اے دل کی ٹھنڈک پیارے بھتیجے میں ابھی تک قوم کا بھی بڑا گِنا جاتا ہوں اور تمہارا ابھی بڑا ہوں ۔ اور اب میرے بڑھاپے کا وقت ہے ، میں بہت ہی ضعیف و ناتواں ہو چکا ہوں ۔ مجھ میں اب اتنی قوت و طاقت باقی نہیں رہی کہ تنہا ساری قوم کا مقابلہ کر سکوں اس لئے میں آج تم سے کہہ رہا ہوں کہ اب تم اپنی اس تبلیغ سے باز آجاؤ ، ان معبودوں کو برا کہنا چھوڑ دو ، ورنہ بات بڑھ جائے گی ۔ جناب ابو طالب کا یہ کہنا تھا کہ پیغمبر اسلام کا چہرہ فوری متغیر ہو گیا اور نہایت رعب بھرے لہجے میں انتہائی جوش کے ساتھ فرمایا ! اے عم محترم ! یہ اہل مکہ زر تو زر ، بادشاہت تو بادشاہت اگر میرے داہنے ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند لا کر رکھ دیں اور پھر کہیں کہ اپنی اس تبلیغ سے باز آجاؤ ۔ تو قسم ہے اس رب ذو الجلال کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں جب بھی اپنی اس تبلیغ حقانیت سے ہرگز ہرگز باز نہ آؤں گا ۔ پیارے چچا ! یہ سلسلۂ تبلیغ اس وقت تک باقی رکھوں گا جبتک کہ یہ پیغام پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ جائے ۔ یا جبتک میری زندگی کے دن پورے نہ ہو جائیں سُبحان اللہ ! کیا جلالت ہے اس حسن و جمال میں ، کیا تمکنت ہے پیکر علم و حکمت کے اس جواب میں ۔ ذرا اندازہ کیجئے ! پیغمبر اسلام کو اپنی اس تبلیغ سے کس درجہ محبت تھی ۔ یہی وہ جذبات ہیں جو رکاوٹوں اور مخالفتوں کی مضبوط سے مضبوط تر چٹانوں کو ریزہ ریزہ کر دیتے ہیں اور آگے بڑھ کر فتح و نصرت کے راستے ہموار کر دیتے ہیں ۔

پیغمبر اسلام کوہ صفا پر

آیئے اس سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے یاد کیجئے اس منظر کو جس وقت پیغمبر اسلام نے کوہ صفا کو منبر بنا کر حق و صداقت ، رشد و ہدایت کا وہ عظیم المرتبت پیغام اہل عرب کو

Scanned by CamScanner

نام بنام پکار کر پیش کیا تھا آپ کا کوہِ صفا کی بلند چوٹی سے اہلِ عرب کو پکارنا تھا کہ تمام کے تمام سیلاب کی طرح موجیں مارتے ہوئے کوہ کے ارد گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ ہر شخص اپنے ذہن وفکر میں یہ سوچتا ہوا چلا آرہا ہے کہ نہ جانے آج محمد بن عبداللہ صفا کی چوٹی سے کیوں پکار رہے ہیں۔ نہیں معلوم آج انہیں کونسی اہم ضرورت پیش آگئی ہے چلو چل کر دیکھیں آخر معاملہ کیا ہے ہو سکتا ہے کہ کوئی اہم کام ہو، ہو سکتا ہے کہ کسی خاص بات کی اطلاع دینا مقصود ہو، ہو سکتا ہے کہ ہمارے ہی لئے کوئی منفعت کی تدبیر سوچی ہو۔ چونکہ ان لوگوں کو چالیس سالہ تجربہ ہو چکا تھا کہ محمد عربی انتہائی صادق وامین ہیں۔ یہ ضبط وتحمل کے پیکر ہیں بسنجیدگی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے ہیں آنے والوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ایک آیا، دوسرا آیا۔ گروہ کے گروہ، قافلے کے قافلے آتے گئے یہاں تک کہ مجمع کی تعداد بہت وسیع ہو جاتی ہے۔ آنے والوں میں وہ بوڑھے قریش بھی جنہوں نے زمانے کو الٹتے پلٹتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ جنہوں نے لیل ونہار کی گردشوں کو بھی دیکھا ہے، جو اس وقت نہایت تجربہ کار لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آنے والوں میں وہ نوجوان بھی ہیں جو عہدِ طفلی سے گزر کر عہدِ شباب کی منزلوں کو چوم رہے ہیں جنکے دلوں میں ولولے اور سینوں میں مچلتے ہوئے جذبات پنہاں ہیں آنے والوں میں وہ بچے بھی ہیں جو ابھی ایامِ طفلی میں کھیل کود سے وقت گزارا کرتے ہیں۔ آنے والوں میں وہ پتھر دل عورتیں بھی ہیں جو اپنی ننھی ننھی بچیوں کی شفقت ومحبت کی لذتوں سے کوسوں دور نکل چکی ہیں۔ آنے والوں میں وہ بیوہ عورتیں بھی ہیں جو اپنے اپنے سہاگ لٹا چکی ہیں، آنے والوں میں وہ کنواری دوشیزائیں بھی ہیں جو ابھی تک اپنے اپنے شوہروں کی محبت بھری نگاہوں سے نا آشنا ہیں۔

الغرض جس کے کان میں بھی صدائے رسالت ٹکراتی ہے خود بھاگا چلا آتا ہے یا پھر اپنے نائب کو بھیج دیتا ہے۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ ممکن ہے محمدؐ نے دشمن کے کسی حملے کی

Scanned by CamScanner

خبر دینے کے لئے بلایا ہو۔ لہٰذا خالی ہاتھ جانا مناسب نہیں کوئی نہ کوئی ہتھیار ساتھ ہونا چاہیئے معلوم نہیں کس وقت، کہاں، کیا ضرورت پیش آجائے۔ چنانچہ جس کے ہاتھ میں جو آیا وہ اسی کو لے کر چل دیتا ہے حتّٰی کہ اگر کسی کے ہاتھ میں کوئی معمولی سی چھری بھی تھی تو وہ بصد شوق اسی کو لیتا ہے اور بارگاہِ رسالت پناہ میں حاضر ہو جاتا ہے۔ پیغمبر اسلام انتہائی وقار و متانت اور احساس ذمہ داری کے ساتھ صفا کی بلند چوٹی پر جلوہ افروز ہیں، ہر چہار جانب قریش مکہ کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ٹکٹکی باندھے آپ کے نورانی رخِ زیبا پر ملکوتی حسن کی زیارت کر رہا ہے۔ مجمع میں ظاہری طور پر انتہائی سکون و اطمینان نظر آرہا ہے لیکن باطنی طور پر انتہائی کرب و بے چینی کا عالم ہے۔ آج مکہ کی پوری دنیا اس انتظار میں ہے کہ نہ جانے محمد عربی کی زبان فیض ترجمان سے کیسے پھول کھلیں گے سارا مجمع گوش بر آوازہ ہے۔ یکایک لبہائے نبوت میں جنبش ہوتی ہے۔ اللہ کا مقدس رسول فرماتا ہے: ارئیتم ان اخبرتکم ان خیلاً تخرج من صفح هذا الجبل کنتم مصدقی ارشادِ رسالت ہوتا ہے کہ اے لوگو! دیکھو میں قلعہ کوہ پر کھڑا ہوں اور تم سب اس کے نیچے ہو۔ سنو جس طرح میں اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں، یقین جانو! بالکل اسی طرح میں اپنے دائیں بائیں پہاڑ کی دونوں طرف بھی دیکھ رہا ہوں۔ بتاؤ؟ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ ایک ہتھیار بند لشکر دور سے آتا ہوا دکھائی دے رہا ہے جس کا ارادہ ہے کہ تم لوگوں پر چڑھائی کرے تو کیا تم لوگ میری اس بات کو سچ جانو گے؟ اتنا فرمانا تھا کہ مجمع میں ایک شور مچ جاتا ہے ہر طرف سے نعم ما جربنا عليك الا الصدقا کی صدائیں بلند ہونے لگتی ہیں۔ پورا مجمع بیک زبان ہو کر کہتا ہے کیوں نہیں ضرور ضرور یقیناً ہم آپ کی کہی ہوئی بات کو سچ مانیں گے اس لئے کہ ہم نے آپ کو جھوٹ بولتے سنا ہی نہیں۔ آپ تو انتہائی صادق و امین ہیں۔ بھلا ہم آپ کو کیونکر جھٹلا سکتے ہیں۔ اتنا

Scanned by CamScanner

اقرار کرانا تھا کہ مجمع کی بے چینی میں اور اضافہ ہو جاتا ہے وہ لوگ چاہتے تھے کہ محمد جو کچھ بھی کہنا چاہتے ہیں وہ جلد سے جلد کہہ ڈالیں۔ کیونکہ ابھی ابھی ان کو ایک مسلح لشکر کے آنے کی خبر مل چکی تھی جس کی وجہ سے پورے مجمع میں کھلبلی مچی ہوئی تھی، جس کی وجہ سے تمام لوگوں میں کرب و اضطراب کی ایک لہر دوڑ چکی تھی۔ مکہ کا ہر ہر فرد و بشر آپ کی صداقت و امانت کا دل و جان سے معترف ہو چکا تھا۔ ان کے ذہن و فکر پر آپ کی حقانیت و سچائی کا سکہ بیٹھ چکا تھا۔ وہ سمجھ چکے تھے کہ محمد اپنے دل سے گڑھ کر کچھ نہیں کہتے ہیں۔ جس قافلے کی خبر انھوں نے دی ہے وہ یقیناً ہمارے اوپر چڑھائی کرنے کے لئے آرہا ہوگا۔ وہ اندر ہی اندر سوچ رہے تھے کہ غالباً محمد اب ہم کو ان حملہ آوروں سے بچنے کے لئے کوئی نہ کوئی تدبیر بتائیں گے چونکہ وہ لوگ جانتے تھے کہ محمد عربی جہاں حد درجہ کے صادق و امین ہیں وہیں وہ اعلیٰ درجہ کے مفکر و مدبر بھی ہیں۔ وہیں وہ ہوش و فراست کے پیکر بھی ہیں۔ دوستو ذرا کلام رسالت کی فصاحت و بلاغت کا اندازہ لگائیے۔ قربان جائیے اندازِ رسالت پر، آقا سب سے پہلے چند ہی لفظوں میں اپنی حقانیت کا سکہ ان کے دلوں میں بٹھا دیتے ہیں، ان کی زبانوں سے اپنی صداقت کا اقرار کرا لیتے ہیں، پہلے اپنے آپ کو خوب منوا لیتے ہیں۔ اس کے بعد نبوت کا اظہار فرماتے ہیں۔

ذرا غور کیجیے اور دیکھئے کہ ان مختصر سے دو ہی جملوں میں نگاہِ نبوت کی کیسی خوبصورت مثال پیش کی گئی ہے۔ مقصد یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا مقدس نبی دنیا و آخرت کو اس طرح دیکھتا ہے جس طرح ایک پہاڑ پر چڑھنے والا پہاڑ کے دونوں سروں کو یکساں دیکھتا ہے۔ مگر اہلِ دنیا آخرت کو اسی طرح نہیں دیکھ سکتے، جس طرح کہ ایک طرف سے دامنِ کوہ میں کھڑا ہونے والا شخص پشتِ کوہ کو نہیں دیکھ سکتا۔ نیچے رہنے والے کو اس پار کی ہر چیز اوپر کھڑے ہونے والی کی زبان ہی سے اگر وہ سچا ہو تو تسلیم کرنا پڑتی ہے۔ پیغمبر اسلام اس تمہید کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ اے لوگوں! سن لو موت تمہارے سر پر کھڑی ہے

یقین کر لو ایک نہ ایک دن تم سب کو ربِّ حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہی ہے، کئے ہوئے اعمال کا حساب و کتاب ہونا ہی ہے۔ قیامت ضرور ضرور قائم ہونی ہی ہے۔ اپنے کئے کی جزا و سزا ملنی ہی ہے۔ اور اپنے سرداران قریش سن لو! یہ باتیں میں ہرگز ہرگز اپنی طرف سے گڑھ کر نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ ان تمام باتوں کا میں مشاہدہ کر رہا ہوں جس طرح تم سب مجھے اور اپنے سامنے والی تمام اشیاء کو دیکھ رہے ہو۔ عالمِ آخرت کو بھی اسی طرح دیکھ رہا ہوں، جس طرح تم اس دنیا اور اس کی چیزوں کو دیکھ رہے ہو۔ اللہ اکبر ذرا اندازہ کیجئے علمِ نبوت کا۔ کہاں ہیں وہ ظالم؛ جو علمِ رسالت کو پاگلوں، مجنونوں، بچوں اور معاذ اللہ چوپایوں کے علم سے تشبیہ دیتے ہیں، کہاں ہیں وہ غدارانِ رسالت؟ جو علمِ نبوت کو شیطان لعین کے علم کے مقابلے میں کم اور ناقص قرار دیتے ہیں سن لیں وہ لوگ! اور کان کھول کر سن لیں! اللہ نے اپنے اس حبیب کو ابتدائے آفرینش سے لے کر دخولِ جنت تک کے سارے علومِ غیب عطا فرما دیئے ہیں جس کے ثبوت میں قرآن کی بے شمار آیتیں شاہد ہیں لیکن نظر آنے کے لیے ضرورت ہے نگاہِ محبت کی۔ ارے آپ سے اور کوئی غیب کیا پوشیدہ رہ سکتا ہے جب غیوب الغیب ربّ کائنات ہی پوشیدہ نہ رہ سکا، اسی مفہوم کو سیدنا سرکار اعلیحضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سلکِ نظم میں پروتے ہوئے کیا ہی خوب ارشاد فرماتے ہیں:

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

پیغمبرِ اسلام کا یہ پیغام ان بتوں کے پجاریوں کے لئے ایک عجیب سا پیغام تھا ان لوگوں کے دل و دماغ میں کبھی یہ خیال بھی نہ گزرا تھا کہ اس دنیا کے علاوہ آخرت بھی کوئی چیز ہے ان کے مفکروں نے تو ان کے ذہن و فکر کے گوشے گوشے میں یہ بات اتار دی تھی ؎

مٹی میں مل کر اور پھر زندہ ہونا یہ کیا ٭ خرافات ہے؟ دیوانوں کی سی باتیں

بدبخت ابوجہل جو اپنے گدھے پر سوار تھا، کھجور کی چھڑی سے خاک اڑا کر کہنے لگا۔ صرف اتنی سی

بات کہنے کے لئے اتنے بہت سے آدمیوں کو تکلیف دی ہے دوسرے لوگ بھی واپس ہوتے ہوئے آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ جگہ جگہ چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ کیا ہوگیا آج محمد بن عبداللہ کو وہ صفا کی چوٹی پر کھڑے ہو کے ایسی ایسی باتیں کہہ رہے ہیں جن کو ہمارے کانوں نے آج سے پہلے کبھی نہیں سُنا۔ غرض کہ طرح طرح کی باتیں سامنے آنے لگیں لیکن پیغمبرِ اسلام ان تمام باتوں کو اپنے قدمِ استقلال سے روندتے ہوئے تبلیغ عام فرما دیتے ہیں، گلی گلی، کوچہ کوچہ ڈگر، ڈگر، نگر نگر، بازاروں، چوراہوں، شاہراہوں، عام راہوں پر اعلان ہو رہا ہے کہ اے لوگو! تمہاری یہ پیشانیاں جن کو تم شجر و حجر کے سامنے جھکا رہے ہو، دریا کی بے قرار لہروں کے روبرو خم کر رہے ہو، لپکتی آگ کے شعلوں کی نذر کر رہے ہو۔ دیکھو! یہ تمام چیزیں فانی ہیں انہیں کبھی بقا نہیں۔ یہ ہرگز ہرگز عبادت کے لائق نہیں۔ لہٰذا تم لوگ ان فانی چیزوں کی عبادت نہ کرو! بلکہ اس ذات واجب الوجود کی عبادت کرو جس کو کبھی فنا نہیں جو ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گی وہ ہی ذات عبادت کے لائق ہے وہ ہی تمہارے ان سجدوں کے لائق ہے۔ تبلیغ رسالت کا عام ہونا تھا کہ اہل عرب کے سکھ و چین تباہ ہوگئے۔ محمد عربی سے بچنے کے لئے طرح طرح کے طریقے اپنائے گئے پورے مکے میں اعلان کرا دیا گیا کہ اے لوگو عبداللہ کے بیٹے محمد کی باتوں میں آکر اپنے آباء و اجداد کا دین مت چھوڑنا، اپنے اسلاف کے طریقوں سے قدم مت ہٹانا، وہ لوگ بیوقوف نہیں تھے تم سے زیادہ جانتے تھے وہ نادان نہیں تم سے کہیں زیادہ دانا و بینا تھے وہ بے عقل نہیں تم سے زیادہ عقلمند تھے انہوں نے خوب سوچ سمجھ کر ہی یہ راستہ اختیار کیا ہوگا۔ اور پھر جن بتوں نے صدیوں سے تمہاری حاجت روائی کی ہو، جن بتوں نے آڑے وقت میں تمہارا ساتھ دیا ہو ان سے اس طرح منھ موڑ لینا کس قدر شانِ مروّت اور احساس شناسی کے خلاف ہے۔ سنو! بہادر اور لائق مردوں کی ایک زبان ہوتی ہے جس کو ایک بار بزرگ اور بڑا کہہ دیا بس ساری زندگی اس کی بزرگی کے گیت گاتے رہیں گے۔ انہیں بد تصورات اور توہمات نے پیغمبرِ اسلام کی آواز کو دل تک پہنچ پہنچ کر واپس کر دیا۔ لیکن قربان جائیے اس مقدس نبی کے

۲۳ سالہ دورِ نبوت پر کہ ان ساری رکاوٹوں اور ان ساری مخالفتوں کے باوجود صرف ۲۳ سال کی قلیل مدت میں آپ کے وصال کے وقت روئے زمین پر تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ترقی کی راہوں کو عبور کرتا ہوا رواں دواں نظر آتا ہے۔ اللہ کے وہ مقدس خوش نصیب بندے جن کو سب سے پہلے ایمان لانے کی توفیق رفیق نصیب ہوئی، اور جو سب سے پہلے اسلام کی سعادت مندی سے سرفراز ہوئے (۱) آزاد مردوں میں سب سے پہلے سیدنا ابوبکر بن قحافہ (۲)، بچوں میں سب سے پہلے سیدنا علی بن ابوطالب۔ (۳) عورتوں میں سب سے پہلے سیدتنا خدیجہ بنت خویلد۔ (۴) موالی میں سب سے پہلے سیدنا زید بن حارثہ (۵) غلاموں میں سب سے پہلے سیدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ ایمان کی آغوش میں

آیئے میں اپنے اس مضمون کو ختم کرتے ہوئے سیدنا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ عرض کرتا چلوں۔ ذرا تعصب کی عینک اتار کر چشمانِ ایمانی سے مطالعہ کیجئے خدا کی قسم حرارتِ ایمانی مچل اٹھے گی۔ اگر آپ رسولِ عربی کی کتابِ صبر و رضا پڑھنا ہی چاہتے ہیں تو پہلے دل پر پتھر کی سِل رکھ لیجئے اس کے بعد ورق حیات الٹیے! عجب عجب مناظر نظر سے گزریں گے۔ اگر اس سے قبل آپ نے تاریخ کا مطالعہ کیا ہے تو مجھے امید ہے کہ تاریخ کا وہ روح فرسا تراشا ذہن و فکر سے محو نہ ہوا ہوگا۔ کہ جب کعبۃ اللہ میں اس مدنی چاند کی مبارک گردن میں چادر ڈال کر اس زور سے دبائی گئی کہ چشمانِ مبارک ابل آتی ہیں۔ تاریخ کا وہ دل خراش گوشہ بھی نظر سے گزرا ہوگا کہ حالتِ سجدہ میں اونٹوں کی اوجھڑیاں بھی سرِ اقدس پر ڈال دی جاتی تھیں۔ غرض کہ ہر وہ ستم جو کبھی کسی عام انسان پہ بھی روا نہ سمجھا گیا ہو۔ اس

Scanned by CamScanner

کو آپ پر آزمانا باعثِ فخر تصور کیا جانے لگا تھا۔ پڑھیئے! اور جگر تھام کر پڑھئے!! ابوجہل گالیاں دے رہا ہے۔ ابولہب مضحکہ اڑا رہا ہے، عتبہ و شیبہ خبیث تالیاں بجا رہے ہیں ابن قمیہ اور ابن حمید ایذا رسانی میں حدِ غایت کو پہنچ چکے۔ ام جمیل جیسی کی تخم ہاشمی عناد اس درجہ پہنچ چکی ہے کہ شب بھر جنگل میں سرگرداں پھر کر خار و خسک کا گٹھر باندھ کر لاتی ہے اور اس مدنی چاند کی راہ گذر میں بکھیر دیتی ہے محض اس نیت سے کہ جب بھی محمد عربی اس راہ سے گذریں تو یہ کانٹے ان کے پائے مبارک کو ایذا پہنچائیں۔ آیئے اور آگے آیئے! سرزمین مکہ سے گذر کر مقبرہ جیحون کی طرف چلیئے۔ مگر چھری لے کر پہلے جگر کے ٹکڑے کر لیجئے اس کے بعد اس دردناک منظر کا نظارہ کیجئے۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک موقع پر مدنی تاجدار مقبرہ جیحون کی طرف تشریف لے جانے کا عزم فرماتے ہیں۔ اچانک کسی ذریعہ اس سفر کی خبر صنادید قریش تک پہنچ جاتی ہے۔ خبر کا پہنچنا تھا کہ ابوجہل بدبخت اپنے ہمراہ عدی بن حمرا، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عقبہ، امیہ بن خلف، عمارہ بن ولید، ابن قیمہ، ابن حمید اور ان جیسے چند سیاہ رو اشقیار کو لے کر راستہ میں روپوش ہو جاتا ہے۔ ادھر پیغمبر اسلام گورستان جیحون کے لئے سفر شروع فرما دیتے ہیں، چلتے چلتے جب اس راہ سے گذرتے ہیں تو یہ سب کے سب دیکھتے ہی کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس مدنی چاند کو سیاہ ہالہ کی طرح گھیر لیتے ہیں۔ گالیاں دے دیکر انتہائی سخت و سست بکنے لگتے ہیں لیکن آپ ہیں کہ مجسم رحم و کرم بن کر قرآنی تعلیم کے مطابق اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ہ خاموشی اختیار فرماتے ہوئے گذر جاتے ہیں۔ اور انھیں سوائے سکوت کے کوئی جواب نہ دیتے ہوئے ملول و حزیں گورستان جیحون میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ لیکن ادھر ان ظالموں کی آتش شرارت اب بھی خاموش نہ رہ سکی، شقاوتِ قلبی پھر جوش مارتی ہے اور ابوجہل خبیث اپنے حواریوں کو ہمراہ لے کر یہاں بھی آجاتا ہے آتے ہی اقوالِ قبیحہ رذیلہ بکنے لگتا ہے ہمراہ آنے والے خبثار پتھر برسانے لگتے ہیں۔ ہر چہار جانب سے پتھروں کی بارش ہونے لگتی ہے

آخر کار جسدِ نوری مجروح ہو جاتا ہے۔ تمام کپڑے خون میں رنگ جاتے ہیں اور اسی حالت میں آپ اپنے نسبی چچا حمزہ کے گھر کی جانب رُخ کر کے گورستان حیجون سے چل دیتے ہیں۔ واقعہ کی شہرت پورے مکہ میں بجلی کی طرح پھیل جاتی ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ آج حمزہ کو شکار میں گئے بے خواب و خورش تقریباً تین روز گذر جاتے ہیں مگر صحرائے نوردی بیابان گشتی کے سوا کوئی شکار نہیں پاتے ہیں۔ مجبوراً تین روز مکمل گذار کر آج واپسی کا ارادہ کر کے گھر کی جانب چل پڑتے ہیں۔ نہایت درجہ پریشانی کا عالم ہے۔ جوں ہی حمزہ مکہ میں داخل ہوتے ہیں تو اچانک عبد اللہ جدعان کی لونڈی کی نظر آپ پر پڑ جاتی ہے وہ دیکھتے ہی دور ہی سے طعنہ زنی کرتے ہوئے پکار اٹھتی ہے اے حمزہ! شکار میں سے کیا لائے؟ وہاں سے خالی ہاتھ لٹکائے ہوئے آئے ہو۔ کچھ معلوم بھی ہے آج خاندانِ ہاشمی پر جو انتہائی عار کا داغ لگ چکا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاید وہ شکار کے نفع میں رہے گا۔ اتنا سننا تھا کہ حمزہ کے حواس باختہ ہو گئے ذہن و دماغ پر حیرت و استعجاب کی ایک لہر سی دوڑ گئی اور نہایت ہی متحیرانہ انداز میں دریافت کرنے لگے کہ کیا ہوا؟ لونڈی نے فوری بلا تامل کے گذشتہ سارا درد بھرا واقعہ سنا ڈالا۔ واقعہ کے سنتے ہی چہرہ متغیر ہو گیا اور اس قدر غصہ آیا کہ کچھ تفصیل سے بات نہ کرتے ہوئے فوری گھر میں چلے گئے اندر جا کر کھانا طلب کیا۔ بیوی نے دستر خوان بچھا کر جو کھانا موجود تھا سامنے رکھ دیا حمزہ کھانا شروع ہی کرنا چاہتے تھے کہ اچانک نظر بیوی پر پڑ جاتی ہے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ بیوی کی آنکھوں سے اشکِ خونی رواں ہیں۔ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے اور حیرت بھرے لہجے میں دریافت کرنے لگے کہ کیوں روتی ہو؟ بیوی جواباً کچھ کہنے کے لئے لبوں کو جنبش دیتی ہیں مگر کچھ سوچ کر لبوں کی حرکت پھر خاموشی سے بدل جاتی ہیں۔ حمزہ پھر سوال کرتے ہیں کہ جلدی بتاؤ دیر نہ کرو۔ بیوی اشکوں کو دامن میں جذب کرتے ہوئے لرزتی ہوئی زبان سے دھیمی آواز میں جواب دیتی ہیں کہ اے ابو عمارہ! کیسے نہ روؤں؟ ایک یتیم تمہارے یتیموں کا

تمہارے ہوتے ہوئے یوں شکارِ بلا و مصائب بنے اور تم کو سیر و شکار سے فرصت نہ ملے، سنو!
جو تکالیف و ایذائیں اسے پہنچائی گئی ہیں اگر وہ تمہارا صرف رضاعی بھائی ہی ہوتا تب تم یہ
تکالیف و ایذائیں اس کے لئے برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ چہ جائیکہ آسمانِ نبوت و رسالت
کا آخری چشم و چراغ، نورِ دیدۂ ہاشم، سرورِ سینہ عبدالمطلب ہو کر اس طرح مصیبتوں میں گھرے
اور تم مزے میں آرام سے شکار کرتے پھرو اور دستر خوان پر بیٹھ کر خوب اطمینان سے پیٹ بھر کر
اٹھو۔ حمزہ کی بیوی جذبات میں آکر ذرا آواز کو بلند کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ اے ابو عمارہ! !
آواز دو اپنی غیرت کو، کہاں گئی خونِ ہاشمی کی حرارت، کیا تمہاری رگوں میں خونِ ہاشمی سرد ہو چکا
ہے کیا آج خون کی سرخی سفیدی میں بدل چکی ہے۔ بیوی کے یہ تیور اور ان کی یہ درد بھری گفتگو سننے
کے بعد حمزہ کی بے چینیوں میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اور انتہائی بیتابی کے ساتھ کہنے لگتے
ہیں کہ جلد بتاؤ اور صاف صاف کہو کس کے ساتھ کیا ہوا؟ بیوی اپنے جذبات پر قابو پاتے
ہوئے کانپتی ہوئی زبان سے کہنے لگیں۔ کیا بتاؤں! کوہِ غم سر پر ہے۔ آہ درد سینہ سے پے در پے
جاری ہے۔ کس طرح کہوں؟ آج ابو جہل نے تمہارے برادر زادہ محمد پر اس قدر پتھر
برسائے ہیں کہ تمام جسم خون سے رنگا ہوا ہے، پورا جسم زخموں سے چھلنی ہو چکا ہے۔ حمزہ
گفتگو کو جلد ختم کرتے ہوئے مختصر انداز میں فرمانے لگے۔ آخر یہ سب کچھ کیونکر ہوا؟ بیوی کہنے
لگیں۔ پوری تفصیل کا علم مجھے بھی نہیں۔ ہاں اتنا ضرور معلوم ہے کہ ابو جہل نے اپنی ایک جماعت
کے ساتھ اس کو کسی جگہ گھیر لیا تھا اور پھر اس قدر زد و کوب کیا ہے کہ اس کی مبارک پیشانی سے
خون رواں ہو گیا ہے۔ اس کے ان رخسارۂ نوری کو جن سے آفتاب و ماہتاب شرماتے ہیں۔
بڑی ہی بے رحمی کے ساتھ روندا ہے۔ کیا کیا بتاؤں، ان ظالموں نے تو آج اس پر طرح طرح
کے مظالم آزمائے ہیں۔ پیارے شوہر ٹھیک ہے ہم ایمان نہیں لائے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے اس
کی نبوت و رسالت کا ہم اقرار نہیں کر رہے ہیں۔ لیکن سنو! کیا خونی رشتہ کوئی حقیقت

Scanned by CamScanner

نہیں رکھتا ہے۔ کیا خونی رشتے کا کچھ پاس نہیں ہوا کرتا ہے۔ کیا تمہارا برادر زادہ چمنستانِ ہاشمی کا کھلتا ہوا ایک پھول نہیں ہے، کیا تمہارے اس بھتیجے کی بے حرمتی تم سب کی توہین نہیں ہے۔ آج اہلِ مکہ نے تمہارے بھتیجے پر اٹھایا ہے، یاد رکھنا کل کو وہی ظالم تمہارے اوپر بھی حملہ کر سکتے ہیں۔ لہٰذا جاؤ اور ان ظالموں سے آج ہی انتقام لو۔ اگر ابھی تم نے ان لوگوں پر قابو پالیا تو یاد رکھنا ہمیشہ ہمیشہ سکون و اطمینان سے رہو گے۔ ورنہ زندگی بھر پچھتانا پڑے گا بیوی کی یہ پر معنی گفت گو سنتے ہی حمزہ ایک سرد آہ بھرتے ہوئے سر پکڑ کر کہتے ہیں۔ افسوس ذرا بتاؤ تو ان کے چچا ابوطالب اس وقت کہاں تھے؟ بیوی نے عرض کیا کہ وہ اس وقت جنگل میں بکریاں چرا رہے تھے اور انھیں اب تک بھی اس قصہ کا علم نہیں ہے۔ حمزہ ذرا تیور بدل کر کہتے ہیں اور ابولہب کہاں تھا؟ بیوی عرض کرتی ہیں کہ اس خبیث نے تو خود امداد دی ہے۔ وہاں وہی ایک ایسا بدبخت تھا جو چیخ چیخ کر پکار رہا تھا کہ ہاں مارو۔ اور مارو! یہی ہے وہ جھوٹا جادوگر جو مکہ کی پوری دھرتی پر تفریق کی ہوا پھیلا رہا ہے۔ یہ سن کر حمزہ کے جذبات اور بھڑک جاتے ہیں۔ حمزہ بجلی کی طرح کڑکتے ہوئے چیخ کر کہتے ہیں۔ اور عباس کہاں تھے؟ بیوی نہایت ہی درد بھرے لہجے میں کہنے لگیں کہ ہاں: عباس تو پروانہ وار اس شمع نبوت کے ارد گرد پھر رہے تھے کہ رحم کرو، رحم کرو، مگر ان کی کون سنتا تھا۔ یہ سنتے ہی حمزہ کا خون اور دودھ جوش مارنے لگتا ہے۔ حمزہ فرطِ غم سے رونے لگتے اور اسی طرح تین روز سے فاقہ کئے دستر خوان سے اٹھ جاتے ہیں اور اپنے ان اشکوں کو دامن میں جذب کرتے ہوئے کہنے لگتے ہیں کہ اس وقت تک مجھ پر کھانا پینا حرام ہے۔ جب تک ان بے ایمانوں سے اپنے بھتیجے کا انتقام نہ لے لوں۔ یہیں پر میں یہ حقیقت بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ حمزہ اب تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود فرطِ عشق کا یہ عالم ہے کہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہے ہیں۔ حمزہ انتقام کا جذبہ لے کر تلوار ہاتھ میں لئے مکان سے باہر آجاتے ہیں۔ اول پیغمبرِ اسلام کو تلاش کرتے ہیں۔ چنانچہ معلوم کرنے پر لوگوں نے مسجد حرام کا پتہ

Scanned by CamScanner

بتایا۔ آپ وہیں سے دیوانہ وار مسجد حرام میں آجاتے ہیں۔ آکر دیکھتے ہیں کہ آقا خانہ کعبہ کے آگے سر جھکائے رونق افروز ہیں۔ حمزہ قریب آئے اور کہا السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابنَ أَخِي اس کے بعد کہنے لگے! اے بھتیجے میں نے سنا ہے کہ کفارِ قریش نے تمہارے اوپر پتھروں کی بارش کی ہے، ان لوگوں نے تمہیں اپنے تیروں کا نشانہ بنایا ہے، ظالموں نے تمہارے اوپر تلواروں کی بارش کی ہے۔ ذرا بتاؤ تو کس کس نے یہ ایذائیں پہنچائی ہیں۔ کون ہے وہ جس نے تمہارے اوپر تیر چلائے ہیں۔ کس کی ہمت و جرأت ہے کہ خاندانِ ہاشمی کے کسی بھی فرد پر تیر تو تیر انگشت نمائی بھی کر سکے۔ پیارے بھتیجے ملول و حزیں ہونے کی ضرورت نہیں جلدی بتاؤ اب تمہارا جاں نثار چچا حاضر ہے۔ ابھی سب کو تہ تیغ کر کے آتا ہے، لیکن قربان جائیے ان لبہائے مقدسہ پہ کہ جب جنبش ہوئی تو ان مبارک لبوں نے سلک گوہر صدف دیدۂ فر سے ڈالے اور ایک سرد آہ دلِ پُر درد سے کھینچ کر فرمایا۔ چچا جائیے، اپنا کام کیجئے غریب، یتیم بیکس کا نہ تو بھائی ہوتا ہے، نہ کوئی برادر، نہ چچا ہوتا ہے، نہ کوئی یاور نہ مونس ہوتا ہے نہ کوئی غمخوار، نہ محرم ہوتا ہے، نہ کوئی غم گسار، نہ ناصر ہوتا ہے۔ نہ کوئی مددگار، نہ عزیز ہوتا ہے نہ کوئی رشتہ دار۔ چچا آج میرا بھی یہی حال ہے۔ دور تک مجھے کوئی اپنا نظر نہیں آرہا ہے۔ آج میں تنہا ہوں۔ میرے ساتھ صرف اور صرف خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے اور وہی مجھے کافی ہے مزید تمہاری مدد کی ضرورت نہیں۔ حمزہ ایسا غیر متوقع جواب سن کر حیران رہ گئے مجال نہیں تھی کہ انچ بھر بھی ہٹ جاتے کیوں کہ حمزہ پر شاہ بطحا کا کچھ ایسا رعب طاری ہو چکا تھا کہ غلاموں کی طرح ہاتھ باندھے کھڑے روتے رہے۔ اور جوشِ محبت میں آگے بڑھے اور معذرت چاہنے لگے، اور نہایت ہی محبت و شفقت بھرے انداز میں کہنے لگے۔ پیارے بھتیجے مجھے خبر ہی بخدا اب ہوئی ہے۔ میں تین روز سے شکار کے لئے گیا ہوا تھا۔ للہ جلد پتہ بتائیے اب تابِ ضبط نہیں ہے، رگوں میں خونِ ہاشمی کھول رہا ہے۔ میں طے کر چکا ہوں کہ جب تک ان ظالموں سے انتقام نہ لے لوں گا اس وقت تک میرے لئے کھانا پینا حرام ہے۔ پیارے بھتیجے

تمہارے رب کی قسم جب تک ان کے سروں کو ان کے جسموں سے جدا نہ کروں گا اس وقت تک چین کی سانس نہیں لوں گا، جبتک ان شریروں کے خون کو مکہ کی نالیوں میں پانی کی طرح نہ بہادوں گا اس وقت تک اپنی تلوار کو نہیں لوں گا، جب تک ان کی لاشوں کو راہوں میں بچھا کر آپ کو خوش نہ کردوں گا اس وقت تک باز نہیں آؤں گا۔ چنانچہ حمزہ یہ معلوم کرلینے کے بعد اسی وقت ابوجہل کی تلاش میں چل پڑتے ہیں، شام کا وقت ہوچکا ہے یہ وقت قریش کے پوجا کرنے کا وقت ہے۔ حمزہ چلتے چلتے سوچنے لگے کہ اس وقت بت خانے میں پوجا کررہا ہوگا، چلو بت خانے ہی چلا جائے، حمزہ بت خانے کا رخ کرلیتے ہیں۔ ادھر بت خانے ہی چلا جائے۔ حمزہ بت خانے کا رخ کرلیتے ہیں۔ ادھر بت خانے میں لوگ بتوں کے آگے سر جھکائے سجدے میں پڑے ہیں۔ ادھر ابوجہل نہایت کر وفر کے ساتھ اپنے حلقہ احباب میں بیٹھا ڈینگیں ماررہا ہے۔ اپنے نشانے کی تعریف پر حاضرین سے داد لے رہا ہے، دین اسلام پر تبصرے ہورہے ہیں۔ بات بات پر قہقہے بلند ہورہے ہیں، غرض کہ مضحکہ کی محفل پوری آن بان کے ساتھ گرم ہے۔ اچانک محفل میں حمزہ پہنچ جاتے ہیں اور دیکھتے ہی کمان اٹھا کر اس زور سے ابوجہل کے سر پر مارتے ہیں کہ اس کا سر پھٹ جاتا ہے وہ بے ہوش ہوکر زمین پر گر پڑتا ہے۔ حمزہ وہیں غضب آلود آواز میں گرجتے ہوئے کہتے ہیں! او بدبخت ابوجہل سن! تو نے میرے بھتیجے پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے ہیں اس کو لہولہان کرڈالا ہے۔ یاد رکھنا! اور اپنی جماعت سے بھی کہدینا کہ آئندہ کوئی اس پر تلوار تو تلوار نگاہ بھی نہ اٹھائے ورنہ اس کی آنکھیں نکال لی جائے گی۔ آج سے اس کو حمزہ کی سرپرستی حاصل ہوچکی ہے۔ اگر کچھ کہنے کی ہمت وجرأت ہو تو میرے سامنے کہنا۔ اگر کچھ دم خم دکھانے ہوں تو حمزہ کے سامنے دکھانا۔ اتنا کہنا تھا کہ پوری محفل میں سناٹا چھا گیا حمزہ اپنے وقت کے پورے جنگجو اور مشہور پہلوان تھے۔ پورے مکہ میں ان کی بہادری اور دلیری کے سکے بیٹھے ہوئے تھے۔ بھری محفل میں کس کی مجال تھی جو حمزہ کی جانب نظر بھر کے دیکھ سکے۔ حمزہ اپنا کام کر کے وہاں سے خوشی خوشی بارگاہ رسالت میں پھر حاضر

Scanned by CamScanner

ہو جاتے ہیں اور انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہتے ہیں کہ پیارے بھتیجے اب تو تم کو خوب خوش ہو جانا چاہیئے۔ آج میں نے تمہارے دشمن بدکار ابوجہل سے تمہارا انتقام لے لیا ہے۔ اس کے سر پہ اس زور سے کمان ماری ہے کہ اس کا سر پھٹ گیا ہے وہ لہولہان ہو گیا ہے اب تک اسے ہوش نہیں آیا ہے اور اب وہ اور اس کے رفقاء اس قدر مرعوب ہو چکے ہیں کہ آئندہ کبھی بھی آپ کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی جرأت تک نہ کر سکیں گے۔ پیارے آقا پیارے چچا کی یہ گفتگو سن کر ارشاد فرماتے ہیں۔

اے عم محترم! خدا کی قسم اگر تم انھیں واقعی اپنی تیغ آبدار سے نیست و نابود تک کر دو گے انھیں مار مار کر ان کے نام و نشان تک صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالو گے تو تمہارا یہ کام میرے لیے کچھ باعثِ تسکین نہیں۔ اگر چہ تم نے تلوار کا جواب تلوار سے دیدیا ہے انھیں لہولہان کر ڈالا ہے۔ ان سب کو مرعوب کر لیا ہے لیکن میں تمہاری ان باتوں سے قطعاً خوش نہیں۔ ہاں اگر مجھے راضی کرنا منظور ہے، اور میرے جراحت ہائے دل پہ مرہم رکھنا ہی چاہتے ہو، مجھے خوش دیکھنا ہی چاہتے ہو تو سنو! پیارے چچا! صدق دل سے کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ کر مسلمان ہو جاؤ، خدا کی وحدانیت کا اقرار کر لو، میری نبوت و رسالت کو حق مان لو۔ یہ سن کر حمزہ کے چہرہ پہ کچھ مسکراہٹ نمودار ہوئی اور فوری فرطِ عشق میں کہنے لگے اے جانِ عم اگر میں یہ کلمہ پڑھ لوں تو کیا آپ خوش ہو جائیں گے اور میرے سامنے اس کملائے پھول کو تبسم ریز ہنسی سے کھلتا ہوا دکھا دیں گے۔ حمزہ کی یہ پیاری گفتگو سن کر آقا کے لبوں پر بھی ایک مسکراہٹ نمودار ہوئی اور تبسم کی گھنی چھاؤں میں انتہائی متانت و لطافت بھرے لہجے میں ارشاد فرمایا کہ ہاں بے شک میری خوشنودی رضامندئ خدا پر موقوف ہے۔ اتنا سننا تھا کہ حمزہ کے دل کی دنیا بدلنے لگتی ہے۔ حرارتِ ایمانی جوش مارنے لگتی ہے، اسلامی جذبات مچلنے لگتے

Scanned by CamScanner

ہیں۔ دل سے غفلت کے پردے ہٹنے لگتے ہیں۔ آخر کار حمزہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ یقیناً یہ کوئی اللہ کا سچا نبی ہی ہو سکتا ہے۔ یقیناً یہ کوئی اللہ ہی کی جانب سے بھیجا ہوا سچا رسول ہی ہو سکتا ہے کیوں؟ اس لئے کہ لوگ تلواریں چلا رہے ہیں اور یہ معاف کر رہا ہے۔ لوگ تیر برسا رہے ہیں اور یہ دعائیں دے رہا ہے۔ لوگ اس پر لید و گوبر ڈال رہے ہیں۔ اور یہ درگذر فرما رہا ہے۔ لوگ عین حالتِ سجدہ اس کے شانوں پر اونٹوں کی اوجھڑیاں ڈال رہے ہیں مگر اس کے باوجود یہ پھر بھی دعاء ہدایت فرما رہا ہے، لوگ اس کی راہوں میں کانٹے بچھا رہے ہیں مگر پھر بھی ان کی راہوں میں پھولوں کی ڈالیاں نچھاور کر رہا ہے۔ حمزہ یہ سوچتے ہی سوچتے چند لمحوں میں کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، محمد رسول اللہ پڑھ کر مشرف باسلام ہو جاتے ہیں۔ فللہ الحمد علیٰ ذٰلک

جس طرف چشمِ محمد کے اشارے ہو گئے
جتنے ذرّے سامنے آئے ستارے ہو گئے

الغرض سیرت النبی کا موضوع اس قدر وسیع و عریض ہے کہ صد سال سے لے کر تا دمِ ایں لاکھوں سیرت نگار اس منصۂ شہود پر ابھرے اور اپنی اپنی علمی بساط کے مطابق طبع آزمائی کرتے ہوئے اس بحرِ بے کنار میں غوطہ زن ہوئے اور روپوش ہو گئے بڑے بڑے فصیح اللسان آج تک کما حقہ، مقامِ مصطفےٰ بیان کرنے کا کلی دم نہ مار سکے بلند پایہ قلم کار مقامِ مصطفےٰ کو صفحۂ قرطاس پر اتارنے سے آخری لمحات تک قاصر رہے ارے جس کا مقام "بعد از خدا بزرگ توئی قصۂ مختصر"، ہو اس کی رفعتوں کا تعین کون کر سکتا ہے۔ جس کا یہ مقام کو وہ رُخ بدلے تو قبلہ بدل جائے، وہ ہاں کہدے تو فرضیت ثابت ہو جائے، وہ منع کر دے تو حرمت لازم ہو جائے۔ اس کا منشاء خدا کی مرضی کہلائے، ادب اتنا کہ اس کی آواز پر آواز کا بلند کرنا غضب الٰہی کا باعث

Scanned by CamScanner

بن جائے۔ وہ دستِ اقدس پھیر دے تو سیاہ چہرہ جمالِ یوسفی کا آئینہ دار بن جائے۔

اس کی عظمتوں کا اندازہ کوئی کیسے کرے۔ جس کا جاگنا رب کی عبادت، جس کی نیند خدا کی زیارت، وہ ہر گمراہ کے لئے کامل ہدایت، وہ ہر نہ جھکنے والے سر کے لئے نذیر وہ ہر خدا کے آگے جھکنے والے کے لئے بشیر، وہ ہر بھٹکے ہوئے کے لئے صراطِ مستقیم وہ ہر امتی کے لئے شفیع، وہ ہر ظلمت کے لئے نور، وہ ہر بے شعور کے لئے برہان، جس کا اعلان خدا کا قرآن، جس کی زبان خدا کا فرمان، جس کا فرمان خدا کا فرمان۔

ارے اس کی بلندیوں کو کوئی کیا گنے! اس کی رفعتوں کو کوئی کیا شمار کرے جس کے ہاتھوں کی ایک جنبش سے مہر و ماہ گردش میں آ جائیں جو خاک کی مٹھی اٹھا کر پھینک دے تو چہرے بگڑ جائیں۔ کیا ہی خوب فرماتے ہیں اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ

تیرے وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے،

فرشتے محوِ حیرت ہیں۔ وہ رسول جو کبھی طائف کی وادی میں مظلومیت سے پتھر کھاتے ہوئے نظر آتے ہیں، تو کبھی جبلِ احد کی گھاٹیوں میں اپنے نورانی چہرے سے لہو صاف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ نیاز کا یہ عالم یہ ہے کہ ساری رات مصلّے پر کھڑے روتے روتے گذر جاتی ہے اور ناز کا یہ عالم یہ ہے کہ بدر کے میدان میں یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مولیٰ اگر آج تیری یہ جماعت ہار گئی تو قیامت تک تیری پرستش نہ ہو سکے گی۔ تواضع کا یہ عالم ہے کہ کھجور کی ننگی چٹائی پر لیٹتے ہیں تو چٹائی کے نشانات بدنِ مبارک پر نقش کر جاتے ہیں۔ مرتبہ کا یہ عالم ہے کہ کبھی طائر سدرہ جبریل امین ان کے سینۂ الم نشرح میں وحی اتارتے ہیں اور کبھی وہ ہی سید الملائکہ جبریل امین ان سے ایمان و اسلام کی باتیں سیکھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ عقل حیران ہے! انھیں کیا سمجھے، وہ مختارِ کل ہیں، یا عجز سراپا، وہ جبریل

فیض دیتے والے ہیں، یا ان سے فیض یافتہ عرشی ہیں، فرشی ہیں، مجرد ہیں، مقید ہیں
ناز ہیں، نیاز ہیں۔ آخر کیا ہیں۔

ع حیران ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے!

عقل وخرد میں یہ طاقت کہاں کہ ان کی حقیقت سمجھ سکے۔ وہم وگمان میں یہ وسعت کب کہ
ان کے مقام کو پا سکے۔ ارے!

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں؟
حیراں ہوں یہ بھی خطا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حق یہ کہ ہیں عبد اللہ اور عالمِ امکاں کے شاہ
برزخ ہیں وہ سِرِّ خدا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں،

آقا! آپ کے اوصاف تو ان گنت ہیں آپ کے اوصاف تو شمار سے بالاتر ہیں۔ آخر کس
وصف سے پکاروں۔ کون سا لقب لاؤں جس سے فریاد کروں۔ آقا! مدثر کہوں یا مزمل کہوں
طٰہٰ کہوں، یا یٰسین کہوں رحمۃ اللعالمین کہوں، یا ختم المرسلین کہوں، فخرِ آدم کہوں یا مالکِ
رقابِ امم کہوں، اللہ کا پیارا کہوں، یا امت کا سہارا کہوں، ربِّ کعبہ کی لاکھ لاکھ رحمتیں اور برکتیں
نازل ہوں روحِ اعلیٰحضرت پر کیا ہی خوب فیصلہ فرما دیا۔

رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا   خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

فروزاں ہے سینہ میں شمع نفس، مگر تابِ گفتار کہتی ہے بس!
جمالِ یار کی رعنائیاں بیاں نہ ہوئیں۔ بہت ہی کام لیا میں نے خوش بیانی سے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن

Scanned by CamScanner

اسلامی عقیدۂ توحید اور قدیم ہندو دھرم گرنتھ

مولانا محمد احمد نعیمی

ریسرچ اسکالر تقابل ادیان فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز

ہمدرد یونیورسٹی، نئی دہلی

دین اسلام کی طرح اصل ہندو یعنی سناتن و آریہ دھرم بھی حقیقت میں عقیدۂ توحید یعنی ایک ایشور (एकेश्वरवाद) کی ہی تعلیم دیتا ہے اور ایک ہی معبود کی عبادت و پوجا کا حکم بیان کرتا ہے اور خدائے واحد کی جن صفات کا اِسلام پیروکار ہے، ایک ایشور کے لیے ملتی جلتی انہیں خصوصیات کا قدیم ہندو مذہب بھی دعویدار ہے۔

قدیم ہندوستانی دھرم گرنتھ جو کہ ہندو دھرم کی بنیاد و سرمایۂ افتخار ہیں، ان کی تعلیمات کی روشنی میں ایشور یعنی خدائے واحد ہی مہان اور شکتی مان ہے۔ وہ ایسا بے مثل و بے نظیر ہے کہ اس کی ذات وصفات یا کسی بھی چیز میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ اس کے دربار میں کسی غیر کا دخل نہیں اور کوئی چیز اس کے احاطۂ علم وقدرت سے باہر نہیں۔ وہ دلوں کے حالات جاننے والا ہے اور سنسار کی ہر شے میں اس کا جلوہ موجود ہے۔ وہ ازلی وابدی ہے اور ہر نقص وعیب سے مبرہ ومنزہ ہے۔ کائنات کی جاندار وغیر جاندار ہر چیز کا خالق ومالک ورازق ہے۔ زندگی اور موت، سکھ اور دُکھ کا داتا ہے۔ سب اس کے پجاری ہیں، وہ کسی کا پجاری نہیں۔ سب اس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں۔ وہ کبھی کسی شکل یا صورت میں جنم یا اوتار نہیں لیتا کیونکہ وہ جسم اور جسمانیات، مکان اور مکانیات، زمان اور زمانیات سے پاک ہے۔

مختصر یہ کہ خدائے واحد کی جو صفات وخصوصیات مذہب اسلام نے بیان فرمائی ہیں، قدیم ہندوستانی دھرم گرنتھ بھی ایک ایشور کے تعلق سے کم وبیش وہی تصور پیش کرتے نظر آتے ہیں۔

یوں تو ہندو مذہبی کتب میں عقیدۂ توحید (एकेश्वरवाद) کی حمایت میں بے شمار منتر و اشلوک پائے جاتے ہیں لیکن بطور ثبوت ہم یہاں چند حوالہ جات پیش کر رہے ہیں۔ ایکیشورواد (एकेश्वरवाद) یعنی خدائے وحدہٗ لاشریک کا عقیدہ ذکر کرتے ہوئے اور اسی کی

عبادت و پوجا کی نصیحت کرتے ہوئے مہان دھرم گرنتھ وید (वेद) کچھ اس طرح سے اپنا حکم بیان کرتے ہیں:

य एक इत्तमुष्टु हि कृष्टीना विचर्षणि । पतिज्ञे वृषकृक्त ।।(ऋ:6-45-16)

یعنی جو ایشور ایک ہی ہے تو اسی کی حمد (स्तुति) کر، وہ سب انسانوں کو دیکھنے اور جاننے والا ہے، سکھ کی بارش کرنے والا سارے سنسار کا اکیلا مالک ہے۔

य एक इद्धव्यश्चर्षणी नामिन्द्रं तं गीर्भिरभ्यर्च आभि:।

य पत्यते वृषभो वृष्ण्यावान्सत्य: सत्वा पुरूमाय: सहस्वान्।।(ऋ:6-22-1)

یعنی جو ایشور تمام نسلِ انسانی کا ایک ہی معبود (पूज्य) ہے اُسی کی ان آوازوں کے ذریعہ اچھی طرح ذکر (अर्चणा) کرو، وہی سکھ کی بارش فرمانے والا، سب سے بڑا طاقت ور، سراپا حق، عالم الغیب اور تمام قدرتوں کا حقدار ہے۔

इद्रं मित्रं वरूणमाग्नि माहुरथो दिव्य: स सपुर्णो गुरूत्मान।

एकं सद्विप्रा बहुधावदन्त्यग्निं यमं मातरिश्वान माहु:।।

یعنی ایک ہی ایشور (خدا) کو گیانی اور دانشمند لوگ بہت سے ناموں سے یاد کرتے ہیں، اُسی کو اِندر (इंद्र) مِتر (मित्र) ورون (वरूण) اگنی (अग्नि) دِوّے (दिव्य) سُپرنُ (सुपर्ण) گروتمان (गुरूत्मान) یم اور ماترشوا (यम-मातरिश्वा) کہہ کر پکارتے ہیں۔

اتھر وید (अथर्ववेद) رگ وید سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر بڑے ہی صاف لفظوں میں عقیدۂ توحید کی وضاحت کرتا ہے اور خدا کے بندوں کو آگاہ کرتا ہے:

न द्वितीयो न तृतीयश्चतुर्थो नाप्यु च्यते। न पन्चमो नषष्ठ: सप्तमो नप्युच्चयते।।

नाष्टमोन न नवमो दशमो नाप्युच्चयते। ससर्वस्मै वि पश्यति यच्चप्राणति यच्चन।।

नमिदं निगतं सह: स एष एक एक वृदेक एव। सर्वे अस्मिन् देवा एकवृतो भवन्ति।।

یعنی وہ ایشور نہ دوسرا ہے، نہ تیسرا اور نہ چوتھا بیان کیا جاتا ہے۔ وہ پانچواں، چھٹا اور ساتواں بھی نہیں بولا جاتا ہے۔ وہ آٹھواں، نواں اور دسواں بھی نہیں کہا جاتا ہے۔ وہ ایشور سارے سنسار کے جاندار اور غیر جاندار طبقے کو اچھی طرح دیکھتا ہے، اُسے سب قدرت حاصل ہے، وہ ایک اکیلا ہی موجود ہے، اسی سے زمین وغیرہ تمام دیوتا موجود ہیں۔ (अथर्व:13-4-16-2)

Scanned by CamScanner

भुवनस्य यस्पतिरेक एव नमस्यो विक्ष्वीडय: (अथर्व:2-2-1)

یعنی سب، برہمانڈ (ब्रहमाण्ड) کا وہی ایک مالک ہے اور وہی سبھی لوگوں کے لیے سر جھکانے و پوجا کرنے کے لائق ہے۔

ویدوں کی طرح ویدوں کی عظیم تفاسیر (टीका) اور ویدوں کے روحانی علم (आध्यात्मवाद) کے آخری مشہور و معروف گرنتھ اُپنشد (उपनिषद) بھی واضح الفاظ میں توحید اور ایکیشور واد کی ہی ترجمانی کرتے نظر آتے ہیں:

شویتا شوتر اُپنشد (श्वेताश्वतर उपनिषद) نصیحت کرتا ہے:

एको देव: सर्वभूतेषु गूढ: सर्वव्यापी सर्वभूतान्तरात्मा।

कमधियक्ष: सर्व भूताधिवास: साक्षी चेता केवलो निर्गुण्श्च।।(श्वेत:6-11)

یعنی ایشور ایک ہے، باقی سب اُسی کے سہارے ہیں۔ وہ سب کے اندر موجود ہے، وہ سبھی کاموں کا مالک ہے، نہ کبھی وہ جنم لیتا ہے اور نہ کسی کو جنتا ہے، اس کے جوڑ کا کوئی دوسرا نہیں، وہی سب کا گواہ (साक्षी) ہے۔ وہ ہی علیم ہے، صرف وہی نرگن (निर्गुण) ہے۔

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ مہان قدیم ہندو دھرم گرنتھ وید اور اُپنشد وغیرہ بھی ایکیشور واد یعنی نظریہ توحید کے ہی پیغامبر ہیں۔

خیال رہے کہ قدیم ہندوستانی دھرم گرنتھ نہ صرف یہ کہ عقیدۂ توحید کی حمایت و وضاحت کرتے ہیں بلکہ اس اعتقاد کے خلاف جو بھی عقیدہ و نظریہ رکھے جیسے تعدد الٰہ (बहुदेवतावाद) وغیرہ اس کی سخت مخالفت (खण्डन) و تردید بھی کرتے ہیں۔

رِگ وید نصیحت کرتا ہے: देवैरा सत्सि बर्हिषि: (ऋ:1-12-4)

سیکڑوں دیوتاؤں کا بائیکاٹ (बहिष्कार) کرو۔

یجر وید (यजुर्वेद) بیان کرتا ہے: अन्धतम: प्रविशान्ति येडसंभूति मुपास्ते। (यजु:40.9)

یعنی جو لوگ دیوی دیوتاؤں کو پوجتے ہیں وہ (جہالت کے) اندھا کر دینے والے سخت اندھیرے میں ڈوبے جاتے ہیں۔

اسی طرح یجر وید میں دوسرے مقام پر کہا گیا ہے न तस्य प्रतिमा अस्ति

یعنی اُس ایک ایشور کی کوئی مورتی نہیں ہے۔ یہ وہی پیغام ہے جس کو اسلامی آسمانی

Scanned by CamScanner

کتاب قرآن بہ بانگِ دُہل اس طرح بیان کرتی ہے "لیس کمثلہٖ شیٔ" (اس کی طرح کوئی نہیں)
رِگ وید ایک اور مقام پر تعددِ الٰہ (बहुदेवतावाद) کی تردید کرتے ہوئے کہتا ہے:

मा चिदन्यद्वि शंसत सखायो मा रिषण्य (ऋ:8-1-1)

اے دوستو! ایشور کے سوا کسی دوسرے کی پوجا نہ کرو تو تمہارا نقصان نہ ہوگا۔

شریمد بھاگوت مہاپران (श्रीमद भागवत महापुराणे) بیان کرتا ہے:

"مٹی، پتھر وغیرہ کی مورتیاں دیو (خدا) نہیں ہوتیں"۔ (महापुराण:11-84-10)

مختصر یہ کہ مورتی پوجا اور دیوی دیوتاؤں کی پوجا کی مخالفت اور ممانعت میں بھی ہندو دھرم گرنتھوں میں کثیر اشلوک موجود ہیں جن کے تفصیلی ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔

سنسکرت اور ہندوستانی دھرم گرنتھوں کے عظیم دانشور ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے دھرم شاستر آچاریہ لکھتے ہیں:

"ہندوستانی دھرم گرنتھوں کا گہرائی وگیرائی سے مطالعہ کرنے پر ظاہر ہوتا ہے کہ دھرم کے اصل اصول (मूल सिद्धान्त) میں کوئی فرق نہیں۔ فرق صرف اس بات کا ہے کہ لوگ اُن اصول کو چھوڑ کر من گڑھت دھرم مان بیٹھے۔ سنسار کی بھلائی کے لیے دھرم کا پرچار کرنے والے رشیوں یا اوتاروں کو ہی ایشور (خدا) مان بیٹھے۔ ایک ایشور کو چھوڑ کر بہت سے دیوی دیوتاؤں کی پوجا میں مستغرق ہوگئے۔ قصے کہانیوں کے سننے کو ہی دھرم سمجھ بیٹھے۔ (ویدک نراشنس ص:۱۵ ایڈیشن ۲۰۰۶ء)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ مذہب اسلام کی طرح اصل ہندو قدیم مذہب بھی عقیدۂ توحید کا ہی داعی وترجمان ہے اور درحقیقت قدیم ہندو دھرم گرنتھوں میں عقیدۂ توحید کی ہی دعوت ونصیحت ہے لیکن بعد میں آنے والے لوگوں نے صحیح علم نہ ہونے یا جہالت یا کسی دُنیوی خودغرضی اور عیش وآرام کے باعث اللہ وحدہٗ لاشریک کے صفاتی اسمار پر نت نئے خدا گڑھ لیے اور نوبت بایں جا رسید

بندے نہیں ہیں جتنے اُتنے خدا جہاں میں
کس کس خدا کے واسطے سجدہ کرے کوئی

نوٹ: اختصار کے پیشِ نظر مقالہ کا کچھ حصہ حذف کردیا گیا ہے۔

Scanned by CamScanner

سید محمد امام الدین الحبیبی القادری

بلوچ پورہ دھرن گاؤں جلگاؤں

9-9-2017

ہدیۂ خلوص ، از طرف :- غلام رسول شاہ صاحب (سورت)

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner